نایاب کستوری ترجمہ

مختصر قدوری

مُصَنِّف:
امام ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

مُترجِم:
مولانا محمد مبشر چشتی سیالوی

شبیر برادرز
40 اردو بازار لاہور

فقہ حنفیہ کی عظیم درسی کتاب

نایاب کستوری

ترجمہ

المختصر القدوری

تصنیف

امام ابوالحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا محمد مبشر سیالوی

ناشر

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

نام کتاب	....	نایاب کستوری ترجمہ المختصر القدوری
تصنیف	....	امام ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری علیہ الرحمہ
ترجمہ	....	مولانا محمد مبشر سیالوی
نظر ثانی	....	حافظ محمد مسعود اشرف قصوری جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور
کمپوزنگ	....	words maker
طابع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
طبع اوّل	....	جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ / اگست ۲۰۰۳ء
صفحات	....	
ناشر	....	ملک شبیر حسین
طابع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	....	135 روپے

ملنے کے پتے

۱- **شبیر برادرز** 40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

۲- **ادارہ پیغام القرآن** 40 اُردو بازار لاہور

۳- **مکتبہ اشرفیہ** مریدکے (ضلع شیخوپورہ)

۴- **شبیر برادرز** اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ

تمت بالخیر

مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری
مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نشانِ منزل

امام الفقہاء، فقیہ اعظم ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری

رحمہ اللہ تعالیٰ

آج ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء جب مجھے امام الفقہاء فقیہ اعظم ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر تعارف لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے تو دل خون کے آنسو رو رہا ہے کیونکہ بغداد شریف ہی نہیں پورا عراق جو ہزارہا مقدس انسانوں کو اپنے سینے کی امانت بنائے ہوئے ہے جن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی ہیں اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام بھی، غوث، قطب، ابدال، اولیاء، مشائخ، آئمہ، محدثین و فقہاء اور علمائے اسلام بھی، حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی تک نہ جانے کتنے ہی سادات نے اس خطہء پاک کو اپنی برکات سے سیراب کیا، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سے ابوالحسین احمد بن محمد ایسی جلیل القدر ہستیوں نے دنیائے اسلام کو اپنی خداداد فقاہت سے نوازا اور اتنا دل لگایا کہ اسی خاک کو اپنا آخری مامن و مدفن بنا لیا۔

آہ آج وہی انبیاء و اولیاء و فقہاء کا مقدس وطن وقت کے ظالم ترین درندے نمرود و فرعون بش کے پنجہء استبداد میں جا چکا ہے۔ کفار و مشرکین کی امریکی و برطانوی اور اسرائیلی فوجیں ہر قسم کی غنڈہ گردی کرتے ہوئے مسلمانوں کی عزت و آبرو سے

کھیل رہی ہیں۔ بچوں' بوڑھوں عورتوں جوانوں کو بموں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور تعجب ہی نہیں شرم کی بات ہے کہ دنیائے اسلام کے موجودہ حکمران اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کی خاطر انگریزی کتوں کے پاؤں چاٹ رہے ہیں' جن میں ہمارے وطن عزیز پاکستان کے اربابِ سلطنت قدرے زیادہ ہی کاسہ لیسی کر رہے ہیں۔ اگر پاکستانی سربراہ مملکت افغانستان کی تباہی و بربادی کے لیے بش کو سلامی نہ دیتا تو عراق پر اسے حملہ کرنے کی جرأت تک نہ ہوتی۔ مگر

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آج امریکی و برطانوی اور اسرائیلی اور مشرکین و کفار کے عراق اور افغانستان پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے جا رہے ہیں انہیں دیکھ کر دنیا بھر کے مظلوم زبانِ حال سے پکار رہے ہیں۔

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا ستم کیشی تمہاری کو
اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

برکاتِ قدوری

اس مقبول بارگاہ کتاب کی برکات میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کسی بھی ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہو تو وہ اس عظیم کتاب کا من الاول الی الاخر بالاستیعاب ختم کرائے تو وہ مصائب و آلام سے چھٹکارا پا لے گا۔ بعض اہل محبت نے تو اسے زبانی یاد کر رکھا تھا۔ جن میں حضرت علامہ مولانا امام محمد بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن بن بن سالم بن ابی الوفاء القرشی ''صاحب الجواہر المضیہ'' متوفی ۷۲۲ھ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ المختصر القدوری کو میرے بھائی نے حفظ کر رکھا تھا۔

تراجم وشروح

اس کتاب کو دنیائے اسلام کے مدارس میں داخل نصاب ہونے کے باعث اہل

علم و فضل نے اپنے قلم کا موضوع بنایا اور ایک ہزار سالہ طویل مدت میں المختصر القدوری کی بیسیوں شروح لکھی گئیں' نہ صرف عربی میں بلکہ جہاں بھر کی اکثر زبانوں میں اس کے شروح' حواشی اور تراجم ہوئے جن کی تفصیل محال ہے۔

فقہائے براعظم ایشیا نے بھی المختصر القدوری کے فیضان کو آگے بڑھانے کی طرح ڈالی اور شروح وحواشی کے ساتھ ساتھ زبان اُردو میں تراجم بھی کئے۔

چونکہ پاک و ہند کے تمام تر مسلمان فقہ حنفی پر عمل پیرا ہیں اس لئے بھی اس عالی شان کتاب کو محبوبیت کا مقام حاصل ہوا۔ علمائے کرام نے عوامی ضروریات کے پیش نظر اسے اُردو کا لباس پہنایا جبکہ طلبہ دینیہ کے لئے تو ترجمہ اس دور کی ضرورت بن چکا ہے۔ پست ہمت' کاہلی وسستی کا شکار' محنت سے عاری طلبہ تو ترجمہ کو نعمت غیر مترقبہ تصور کرتے ہوئے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے طلبہ تراجم سے استفادہ کرنے کے باوجود عملی میدان میں نکمے ثابت ہوتے ہیں۔ طلبہ کے لئے تراجم زہر قاتل ہیں۔ جہاں تک ہو سکے ان سے بچنا اور کتب کے متون کو حرزِ جان بنانا چاہیے۔ باوجود اس کے پھر تراجم کا ظہور آثار قیامت سے کم نہیں ہے۔

ایسی درد بھری فضا میں بغداد شریف کے ایک عظیم فقیہ اور امام الفقہاء والمحدثین حضرت علامہ مولانا ابوالحسین احمد بن محمد البغدادی القدوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان و شوکت' عظمت و رفعت کے مطابق کیسے تعارف کرایا جا سکتا ہے۔ تاہم قارئین کرام خصوصاً طلبہ دینیہ کے لئے حرفے چند رقم کر دیتا ہوں تاکہ حضرت کی روحانی برکات سے کچھ تو استفادہ کر سکوں۔

صاحب القدوری

دنیائے اسلام و فقاہت کی شہرہ آفاق عظیم فقہی کتاب ''القدوری'' کے مصنف حضرت امام ابوالحسین احمد بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۶۲ھ کو مدینۃ الفقہاء' زینت الاولیاء' عروس البلاد' بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ اور القدوری کی نسبت سے شہرت پائی۔

اس نسبت کے سلسلہ میں محققین کی مختلف آراء ہیں۔ کسی نے قدرٌ کی جمع قُدور بیان کی ہے کہ آپ ہانڈیاں فروخت کیا کرتے تھے۔ بناءً علیہ ان کے نام کا ایک حصہ بن گیا۔ بعض نے کہا آپ جہاں پیدا ہوئے اس بستی کا نام قدور تھا۔

تعلیم

حضرت امام قدوری نے جملہ علوم وفنون خصوصاً فقہ و حدیث کا علم حضرت رکن الاسلام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۳۹۸ھ سے حاصل کیا جو حضرت امام ابوبکر احم جصاص کے تلمیذ رشید ہیں۔ جبکہ ان کے استاذ حضرت شیخ ابوالحسن عبیداللہ کرخی اور ان کے استاذ حضرت شیخ ابوسعید بروعی اور انہوں نے حضرت علامہ موسیٰ رازی سے استفادہ کیا جبکہ موسیٰ رازی حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشد تلامذہ میں شامل ہیں۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی نے امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوب ترین اور شہرۂ آفاق شاگرد ہیں۔

عملی زندگی

آپ نے اپنی تمام زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف رکھی۔ قدوری شریف کے علاوہ آپ نے ضخیم ترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں تجرید' کامل سات جلدیں' مسائل الخلاف' کتاب التقریب' شرح مختصر الکرخی' شرح ادب القاضی تاہم قدوری کو اتنی قبولیت نصیب ہوئی کہ ایک ہزار سال سے دنیائے اسلام کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔

پیش نظر ترجمہ

عزیز القدر مولانا محمد مبشر سیالوی زید علمہٗ وعملہٗ نے بڑی محنت اور دل لگا کر کیا ہے۔ موصوف اس سے قبل بھی اپنے قلمی جواہر پارے مارکیٹ میں لا چکے ہیں۔ مرکزی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ایک عرصہ تک علوم وفنون حاصل کرتے

رہے اور یہیں سے انہوں نے قلم سنبھالنے کا سلیقہ سیکھا۔ اس لئے کہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے جملہ اساتذہ کرام کو اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے علوم وفنون کے بے پایاں خزائن سے نوازنے کے ساتھ ساتھ قلم کی قوت سے بھی شاد کام فرمایا ہے۔ جو اپنے ہونہار اور قابل تلامذہ کو قلمی صلاحیتوں سے بھی بہرہ مند کرنے کی سعی فرماتے رہتے ہیں۔ بناءً علیہ عزیزم مولانا محمد مبشر سیالوی صاحب زید مجدہٗ کو بھی قلم تھامنے کی رغبت دلائی۔ بحمد للہ تعالیٰ وہ اس سلسلہ میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ عزیز موصوف کو علوم وفنون کی برکات سے مزید بہرہ مند فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

محمد منشا تابش قصوری

صدر شعبہ فارسی: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خطیب جامع مسجد ظفریہ مریدکے (شیخوپورہ)

۱۲ جمادی الاوّل ۱۴۲۴ھ/۱۳ جولائی ۲۰۰۳ء

عرض مترجم

اللہ کے فضل و کرم سے مجھ جیسے بے مایہ و کم علم اور ناقص العمل و خطا کار سے ادنیٰ طالب تفقہ دیں کو یہ پانچویں کتاب کے ترجمہ کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ میں نے دوران ترجمہ انتہائی کوشش کی ہے کہ دوران مطالعہ قاری کا مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ربط ڈگمگانے نہ پائے اور ترجمہ قاری اور مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درمیان آڑ نہ بننے پائے۔ بہر حال پھر بھی اگر کہیں کمی محسوس کی جائے تو میری جانب ہی منسوب ہو۔ اس ترجمہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی جناب ملک شبیر حسین صاحب (شبیر برادرز) نے کہا ہے طلباء تو اپنی علمی طلب کے باعث اساتذہ سے مسائل فقہیہ پڑھ کر اپنی ضرورت پوری کر لیتے ہیں مگر عوام کے لئے جو کم پڑھے ہیں انہیں فقہی مسائل کی جب ضرورت پیش آئے تو اُن کے لئے کینی ٹھوس اور مضبوط کتاب ہونی چاہیے جو فقہاء کرام کے ہاں مقبول و مستند ہو اور وہ اپنی تمنا کے مطابق مسائل کا مطالعہ کر کے بآسانی شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا ہو سکیں۔ چنانچہ موصوف کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے قدوری شریف کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ہو قاری از خود اندازہ لگائے۔ البتہ میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ اگر کوئی کوتاہی یا کمی نظر آئے تو راقم السطور یا ناشر کو آگاہ فرمائیے تاکہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کر لی جائے۔ زیرِ نظر کتاب کے دائمی جملہ حقوق بھی موصوف ہی کے پاس ہیں۔

فقط والسلام

محمد مبشر سیالوی درجہ سابقہ

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور

فون: 042-6863501

مقدمہ

علم فقہ کی تعریف اور مبادی و متعلقات

لغوی معنی

فقہ کے لغوی معنی کسی شے کو "کھولنا" اور "واضح کرنا" ہے اور فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کرے اور ان احکام کے حقائق کا پتہ لگائے اور مشکل ترین و پیچیدہ مسائل کو واضح کر دے (الفائق للزمخشری)

اصطلاحی تعریف

اہل شرح کی اصطلاح میں علم فقہ کی مشہور تعریف کچھ یوں ہے۔ "فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام سے کھلم کھلے دلائل سے حاصل ہو"۔ احکام فرعی وہ ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور احکام شرعیہ واصلیہ وہ ہیں۔ جن کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہوتا ہے۔ احکام کے تفصیلی دلائل چار ہیں۔ قرآن مجید' حدیث مبارکہ اجماع اور قیاس۔

موضوع

علم فقہ کا موضوع مکلف آدمی کا فعل اور عمل ہے۔ اس علم میں اسی کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اس کے فعل و عمل کا صحیح ہونا یا صحیح نہ ہونا' فرض ہونا یا فرض نہ ہونا حلال یا حرام ہونا اور حلال یا حرام نہ ہونا۔ مکلف سے مراد عاقل' بالغ آدمی ہے۔ پس پاگل اور نابالغ بچے کے افعال؛ علم فقہ کے موضع سے خارج ہیں کیونکہ علم فقہ میں ان کے احکام سے مکلف ہونے کی حیثیت سے بحث نہیں کی جاتی۔ (ردالمختار)

غرض وغایت

علم فقہ کی غرض وغایت دونوں جہان کی سعادت مندی حاصل کرنا ہے کیونکہ فقیہ دنیا میں خود بھی جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر کے علم کی روشنی حاصل کرتا ہے اور مخلوق خدا کو یہ علم سکھا کر کے بلند مراتب کا حامل ہوتا ہے اور آخرت میں فقیہ جس کی چاہے گا شفاعت کرے گا یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ علم فقہ کا مقصد احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کی قوت اور مَلکہ پیدا کرنا ہے۔

مآخذ

علم فقہ کا ماخذ کتاب اللہ' سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم' اجماع اور قیاس ہے۔ کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وافعال اور تقریرات ہیں۔ اور اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین سنت کے تابع ہیں۔ اجماع سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہے جو کتاب اللہ' سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع سے مستنبط ہو۔

حکم شارع

علم فقہ کے بارے حکم شارع یہ ہے کہ علم فقہ کا سیکھنا فرض عین بھی ہے اور فرض کفایہ بھی۔ علم فقہ میں اس حد تک معلومات حاصل کرنا جن کی دین میں ضرورت واقع ہوتی ہے۔ فرض عین ہے اور ضرورت سے زیادہ دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ تا کہ دوسرے لوگ بھی مہالک ومحرمات سے بچ سکیں۔ اور علم فقہ کی تمام قسمیں طہارت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' نکاح' طلاق' عتاق وغیرہ معلوم کرنا اور ان میں انتہائی گہرائی تک جاننا اور تجر پیدا کرنا مستحب ہے۔ ہر مالدار پر زکوٰۃ اور حج کے مسائل' نکاح کرنے والے پر نکاح کے مسائل' طلاق دینے والے پر طلاق کے

مسائل، تاجر پر تجارت کے مسائل اور کسان و کاشتکار پر کاشتکاری کے مسائل شرعیہ کا جاننا اور ہر آدمی اس کا جو بھی کام کاج ہے اس کے لئے اس کے مسائل شرعیہ کا جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہ سکے۔

قدر و منزلت

قرآن مجید میں اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے۔"ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا "ترجمہ: اور جسے حکمت عطا کی گئی ہیں۔ تحقیق اسے بہت زیادہ بھلائی عطا کر دی گئی" بہت سے مفسرین کرام نے اس میں حکمت سے مراد علم فقہ لیا ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی فرمان عالیشان ہے۔"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" ترجمہ: کہ اللہ عزوجل جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین کی سمجھ عطاء فرما دیتا ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے" (رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) یہ اس لئے کہ عابد عبادت وریاضت سے محض اپنی ذات کو فائدہ دیتا ہے جبکہ ایک فقیہ حلال وحرام اور دیگر جملہ مسائل سکھانے سے لاکھوں انسانوں کو فائدہ دے سکتا ہے اور کیونکہ عابد کی عبادت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان کے لئے اسے گمراہی میں ڈالنا اور وسوسوں کے جال میں پھنسانا بہت آسان ہوتا ہے۔ جبکہ فقیہ مسائل کا علم رکھنے کی وجہ سے اللہ عزوجل کے کرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: "العلم علمان......"

ترجمہ: علم صرف دو ہی ہیں۔ ایک فقہ جس کے بغیر دین سے واقفیت نہیں ہو سکتی۔ دوسرا علم طب ہے جس سے انسانی صحت کی تعمیر ہوتی ہے۔ باقی علوم تو محض حظ نفس کا ہی ذریعہ ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس قول سے مراد یہ ہے کہ یہ دو علم ضروری

ہیں۔ ان کا حاصل کرنا ہر آدمی کے لیے واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے علوم کفایت کا درجہ رکھتے ہیں۔ مگر کفایت کا درجہ رکھنے سے مراد یہ بھی نہیں کہ باقی علوم بیکار ہیں۔ بلکہ علم فقہ کی قدر و منزلت بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ۔

تفقہ فان الفقہ افضل قائد

الی البر والتقویٰ واعدل قاصد

ترجمہ: اے مخاطب علم فقہ ضرور حاصل کر کیونکہ اس سے نیک اعمال کی توفیق اور پرہیزگاری کی سعادت نصیب ہوتی ہے یعنی یہ علم ایک بافضیلت رہنما اور انتہائی انصاف پسند قاصد (کی طرح) ہے ۔

ھو العلم الھادی الی سنن الھدی

ھوا الحصن ینجی من جمیع الشدائد

ترجمہ: یہ علم ہدایت کے رستوں کی جانب فقیہ کی رہنمائی کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ علم ایک ایسا قلعہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے فقیہ تمام آفات و بلیات سے نجات پا سکتا ہے ۔

فان فقیھا واحدا متورعا

اشد علی الشیطن من الف عابد

ترجمہ: اور علم فقہ کی قدر و منزلت یوں بھی واضح ہے کہ ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

بہتر زمانہ اور دین کی سمجھ

ہمارے آقا و مولیٰ سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین دو طرح کے تھے۔ ایک وہ تھے جو ہر وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں مگن رہتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھما وغیرہ۔

دوسرے وہ تھے جو نصوص میں غور و خوض کر کے احکام جزئیہ کا استخراج کرتے اور اپنی ساری ہمت استنباط و تفقہ پر ہی خرچ کر دیتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ یہ لوگ احادیث مبارکہ کو پورے تثبت و تحقیق اور تسلیم شدہ قواعد شریعت پر رکھنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے۔ ان حضرات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی نمایاں ہے۔

قاضی فیصلہ نہ کرتا

سرزمین شہر مدینہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور نبوت کی آخری قرارگاہ تھی۔ اس لئے علوم نبوت کا اصل منبع و معدن ہونے کا سہرا اسی مبارک شہر کو حاصل ہے۔ جیسے کہ زمانہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز یہی شہر تھا۔ دور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں یہاں علم قرآن وسنن بہت زیادہ تھا اور تابعین کے دور میں ''فقہائے سبعہ'' جیسے حضرات موجود رہے جو اپنے زمانہ میں علم حدیث اور فقہ کا مرجع تھے۔ حضرت امام ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو جاتا تو یہ سب حضرات مل کر اس پر غور وفکر کرتے۔ جب تک وہ ان کے سامنے پیش ہو کر کے طے نہ ہو جاتا۔ قاضی اس کے بارے کوئی فیصلہ صادر نہ کیا کرتا تھا۔

فقہائے سبعہ

فقہائے سبعہ یہ درج ذیل حضرات ہیں۔

1- حضرت سعید بن المسیب متوفی 94 ہجری

2- حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام متوفی 94 ہجری

3- حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی 98 ہجری

4- حضرت قاسم بن محمد ابی بکر صدیق متوفی 108 ہجری

5- حضرت خارجہ بن زید بن ثابت متوفی 99 ہجری

6- حضرت سلمان بن یسار متوفی 109 ہجری

7- حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف یا حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب یا ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام۔

محمد بن یوسف بن الخضر بن عبداللہ حلبی حنفی متوفی 614 ہجری نے فقہائے سبعہ کو درج ذیل قطعہ میں جمع کیا ہے۔

قطعہ

الا ان من لا یقتدی بائمة

فقسمة ضیزی من الحق خارجه

فخذ هم عبیداللہ عروة' قاسم

سعیدا' ابی بکر' سلیمان' خارجه

مدون وواضع

اسلامی علوم کا آغاز اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہی ہوا اور نزول وحی کے زمانے سے ہی عقائد' تفسیر' حدیث اور فقہ کی تعلیم کا آغاز ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ ایک خاص ترتیب وانداز کے ساتھ زمانہ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام اور دور خلافت میں ان علوم کی تدوین نہ ہوئی تھی۔ نہ انہیں فن کی حیثیت حاصل ہوئی تھی۔ اس لئے یہ کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہ ہو سکے۔ جب دوسری صدی ہجری میں تدوین وترتیب کا آغاز ہوا۔ تو جن حضرات نے جن خاص علوم کو نئے طرز فکر کے ساتھ مرتب کیا تھا وہ ان کے بانی ومدون کہلائے۔ اسی مناسبت سے ہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو بانی فقہ کہا جاتا ہے۔

مسند خوارزمی میں بیان کیا گیا ہے کہ علم شریعت کی سب سے قبل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تدوین فرمائی کیونکہ صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے علم شریعت میں ابواب فقہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں فرمائی تھی۔ کیونکہ انہیں اپنے حافظوں پر اطمینان تھا۔ لیکن امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بلاد اسلامیہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے منتشر ہونے کی بناء پر علم شریعت کو بھی منتشر پایا اور بعد میں آنے والوں کے سوء حفظ کا خیال کرتے ہوئے علم شریعت کی

تدوین کی اہم ضرورت محسوس فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس ایسے تلامذہ کو فقہ کی تدوین کے لیے چن لیا جو اپنے وقت کے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلہ محدثین کرام کے شیخ الشیوخ تھے۔

طرۂ امتیاز فقہ حنفی

حضرت زاہد کوثری مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیلعی کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے۔ ''فقہ حنفی ایک شخصی رائے نہیں بلکہ چالیس مجتہد علمائے کرام کی شوریٰ کی ترتیب دادہ ہے۔ حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسناد کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ جماعت شوریٰ چالیس افراد پر مشتمل تھی جن میں یہ درج ذیل ممتاز ہستیاں تھیں۔ حضرت ابو یوسف' حضرت زفر بن الہذیل' حضرت داؤد طائی' حضرت اسد بن عمرو' حضرت یوسف بن خالد سمتی (یہ خالد سمتی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ میں سے تھے) حضرت یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ۔ خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ میں ان اسماء کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت عافیہ ازدی' حضرت قاسم بن معن' حضرت علی بن مسہر' حضرت حبان اور حضرت مندل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

فقہ حنفی اور انداز تدوین

حضرت اسد بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک سوال کے مختلف جوابات پیش کیے جاتے۔ مگر اس سوال کا سب سے زیادہ مستحکم و تحقیقی جواب آپ از خود ارشاد کرتے۔ یونہی ایک ایک مسئلہ تین تین دن زیر بحث رہتا۔ اس کے بعد جا کے وہ کہیں لکھا جاتا۔ حضرت صمیری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ آپ کے ساتھ مسائل میں بحث کرتے اگر اس وقت حضرت قاضی عافیہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ موجود نہ ہوتے تو آپ فرماتے ان کے آنے تک اس مسئلہ کا فیصلہ ملتوی کر دو۔ جب وہ

تشریف لے آتے اور دوسروں کی رائے سے اتفاق کر لیتے۔ تب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے اب اسے لکھ لو۔ کوئی بھی مسئلہ جب تک تحقیق کے یہ مراحل طے نہ کر لیتا۔ آپ اس کے لکھنے کی اجازت نہ دیتے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس شاندار طریقے سے تدوین فقہ کا کام کیا۔ اسلامی تاریخ کے علاوہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس طریقہ تدوین سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساٹھ ہزار اور حضرت ابوبکر بن عتیق رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ لاکھ مسائل کا استنباط فرمایا۔ حضرت خطیب خوارزمی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے پانچ لاکھ مسائل کا استنباط کیا جن میں سے اڑتالیس ہزار عبادات کے بارے اور باقی معاملات کے بارے میں ہیں۔

فقہی مجلس مشاورت کا علمی مقام

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہی مجلس مشاورت نقلی و عقلی دونوں لحاظ سے ہی ایک کامل و اکمل مجلس تھی۔ اس میں اگر حفاظ کرام محدثین عظام اور عربیت و تفسیر سے ماہر موجود تھے تو حضرت زفر بن ہذیل رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے میزان عقل پر جانچنے والے بھی شامل تھے۔ انہی اہل علم و فہم علماء کرام کا تبادلہ خیال کا نتیجہ فکر تھا کہ مسئلہ کی ہر جہت اتنی صاف ہو جاتی اور اس کے مصالح و مضاریوں سامنے آ جاتے کہ زمانے کی ہر ضرورت کی اس میں پوری پوری رعایت ہو چکی ہوتی تھی۔

فقہ حنفی کا مقام

حضرت یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ ہم اللہ عزوجل کے حضور جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ حقیقی و واقعی بات یہ ہے کہ ہم نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر اور اچھی فقہ کسی کی نہیں سنی۔ لہٰذا ان کے بہت زیادہ اقوال ہم نے بھی اپنا لئے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فقہ میں تمام لوگ حضرت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ''جسے فقہ میں مہارت حاصل کرنی ہو اسے لازم ہے کہ حضرت امام اعظم اور ان کے شاگردوں رحمہم اللہ تعالیٰ کو نہ چھوڑے'' یہ اس لئے کہ ان کے لئے معانی و مطالب آسان ہو گئے ہیں اور فرمایا! واللہ میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے ہی فقہ میں ماہر ہو گیا ہوں۔ حضرت نضر بن شمیل رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔ لوگ علم فقہ سے بے خبر پڑے ہوئے تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آ کر انہیں بیدار کیا۔ حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فقہ تو بس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اور اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ''فیوض الحرمین'' میں فرماتے ہیں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب سنی حنفی ایک عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے بھی زیادہ موافق ہے جو حضرت امام بخاری اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں جمع ہوئی اور مشہور ہوئی۔

فقہ حنفی کا نفاذ اور اس کا پھیلنا

فقہ حنفی کی تدوین چونکہ کسی ایک آدمی نے نہیں کی بلکہ بڑے بڑے فقہاء کرام کی ایک بہت بڑی جماعت نے کی ہے۔ نیز مذہب سنی حنفی ہر دور کی ضروریات اور جدید سے جدید تر' ترقیاتی فکر کے ساتھ چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی لئے ہر زمانے میں امت کا بہت زیادہ حصہ اسی فقہ پر عمل کرتا چلا آیا ہے۔ اور اکابر صوفیائے کرام حضرت ابراہیم بن ادھم حضرت شفیق بلخی' حضرت معروف کرخی' حضرت ابویزید بسطامی' حضرت فضیل بن عیاض' حضرت داؤد طائی' حضرت ابوحامد تقاف' حضرت خلف بن ایوب' حضرت عبداللہ بن مبارک' حضرت وکیع بن الجراح اور حضرت ابوبکر وراق رحمہم اللہ تعالیٰ بھی مذہب سنی حنفی پر ہی عمل کرتے رہے اور پھر بغداد' روم' مصر' بلخ' بخارا' سمرقند' اصفہان' شیراز' آذربیجان' جرجان' زنجان' طوس' بسطام' استرآباد' مرغینان' فرغانہ' دامغان' خوارزم' غزنہ' کرمان' ہند' سندھ' دکن اور یمن وغیرہ مختصر یہ کہ کوئی اور گوشہ بھی

خالی نہ رہا۔ جہاں مذہب سنی حنفی نہ پہنچ سکا ہو۔

فقہاء کے گروہ

حضرت ابن کمال پاشا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقیہ حضرات کو درایت کے لحاظ سے جن سات گروہوں میں تقسیم کیا۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- مجتہد فی الشرع

اس گروہ کو بعض حضرات نے مجتہد مطلق سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اس گروہ کے فقہائے کرام اپنے مقرر کردہ قواعد وقوانین پر ہی ادلہ اربعہ کے ساتھ احکام کا استنباط کرتے ہیں۔ یہ اصول وفروغ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر آئمہ اربعہ حضرت سفیان ثوری' حضرت سفیان بن عینیہ' حضرت امام مزنی اور حضرت امام شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ

2- مجتہد فی المذہب

اس گروہ کے فقہائے کرام اپنے آئمہ کرام کے بنائے گئے قواعد پر مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور اصول وقواعد میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر حضرت امام ابو یوسف' حضرت امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

3- مجتہد فی المسائل

اس گروہ کے فقہائے کرام کی یہ ذمہ داری ہوا کرتی کہ جن مسائل میں صاحب مذہب سے نصِ صریح وارد نہ ہوئی ہوتی یہ حضرات ان مسائل کے احکام میں اسی صاحب مذہب کے بنائے گئے قواعد کی روشنی میں استنباط کرتے۔ مثال کے طور پر حضرت امام طحاوی' حضرت اُحمد بن عمر خصاف' حضرت ابوالحسن کرخی' شمس الآئمہ حضرت حلوانی' شمس الآئمہ حضرت سرخسی اور فخر الاسلام حضرت بزودی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ حضرات۔

4- اصحاب تخریج

اس گروہ کے فقہائے کرام کو اصول وفروع میں اگرچہ خوب کمال حاصل ہوتا ہے مگر انہیں اجتہاد کا ملکہ نہیں ہوتا۔ ان کا کام صرف مجمل اقوال کی توضیح اور محتمل امروں کی تعیین کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

5- اصحاب ترجیح

اس گروہ کے فقہائے کرام کا یہ کام ہوتا ہے کہ صاحب مذہب کی روایات میں سے افضل ومفضول کی وضاحت کرتے ہیں جیسے کہ ان کا ھذا اولیٰ' ھذا اصح روایۃ' ھذا اوفق بالناس' جیسے الفاظ کہنا۔ مثال کے طور پر حضرت امام ابوالحسن بن احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

اصحاب تمیز

اس گروہ کے فقہائے کرام کا کام ظاہر مذہب' ظاہر الرّوایہ' روایات نادرہ میں فرق کرنا اور ضعیف وقوی کو الگ الگ کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر صاحب کنز' صاحب وقایہ' صاحب مختار اور صاحب مجمع وغیرہ۔

7- مقلد محض

اس گروہ کے فقہائے کرام کو مندرجہ بالا امور میں سے کسی امر کی قدرت نہیں ہوتی بلکہ انہیں جو قول بھی جہاں سے بھی ملتا ہے۔ یہ اسے نقل کر دیتے ہیں۔ ان کے اقوال پر اعتماد ہلاکت ہوتا ہے۔

مسائل' کتابیں اور ان کے گروہ

فقہ حنفی کے مسائل تین گروہوں پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ پہلا گروہ "ظاہر الروایہ"

کا ہے۔ انہیں مسائل اصول بھی کہتے ہیں۔ یہ مسائل حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان چھ کتابوں کے مسائل ہیں۔ جن میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ' امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ اور اپنے متفق علیہ اور مختلف فیہ تمام مسائل لکھ دیئے ہیں (رحمہم اللہ تعالیٰ) مبسوط جس کا دوسرا نام اصل بھی ہے۔ زیادات' جامع صغیر' جامع کبیر' سیر صغیر اور سیر کبیر۔ ان کتابوں کو ظاہر الراویہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مصنف سے بروایت متواتر و مشہور ثابت ہیں۔ دلوں پر ان کا اعتماد قائم ہے اور ان کے مسائل کو علماء حنفیہ نے عام طور پر تسلیم کیا ہے۔

دوسرا گروہ

دوسرا گروہ نوادرات کا ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو آئمہ ثلاثہ حنفیہ سے مروی تو ہیں مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ چھ کتب میں نہیں بلکہ ان کے علاوہ اور کتابوں میں ہیں۔ مثال کے طور پر رقیات وہ مسائل جنہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقام رقہ میں قاضی ہونے کے زمانہ میں جمع کیا تھا' کیسانیات وہ مسائل جنہیں سلیمان بن شعیب کیسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ ہارونیات وہ مسائل جنہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں جمع کیا تھا اور جرجانیات! وہ مسائل جنہیں علی بن صالح جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ یونہی نوادر ابن رستم رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اور کتب امالی بھی جنہیں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا گیا ہے۔

3- تیسرا گروہ

تیسرا گروہ نوازل اور واقعات کا ہے۔ یہ ایسے مسائل ہوتے ہیں جنہیں متاخرین نے ضرورت کے مطابق کسی ایسے واقعہ سے متعلق مستنبط کیا ہوتا ہے جس کے بارے صاحب مذہب سے کوئی روایت نہیں ہوتی۔ اس بارے میں سب سے قبل

فقیہ حضرت ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب النوازل لکھی۔ اس کے بعد بہت سی کتب لکھی گئیں۔ مثال کے طور پر ناطفی اور صدر شہید کی کتاب ''مجموع النوازل والواقعات اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ۔

مفتی بہا مسائل کے گروہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ مفتی بہا مسائل چار طرح کے ہیں۔

1- پہلی قسم وہ مسائل ہیں جو ظاہر الروایات سے ثابت ہوں ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں ہر حال میں قبول کیا جائے گا۔

2- دوسری قسم وہ مسائل ہیں جن کی روایت شاذ روایتوں کے ذریعے کی گئی ہو۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ اصول کے مطابق ہوں۔ تب تو انہیں قبول کر لیا جائے گا لیکن اگر اصول کے موافق نہ ہوں تو انہیں قبول نہیں کیا جائے گا۔

3- تیسری قسم وہ متاخرین کے ایسے استنباط کردہ مسائل ہیں جن پر جمہور نے اتفاق کیا ہے ان کا حکم یہ ہے کہ ان پر ہر حال میں فتویٰ دیا جائے گا۔

4- چوتھی قسم وہ متاخرین کے ایسے تخریج کردہ مسائل ہیں۔ جن پر جمہور نے اتفاق نہیں کیا ہے۔ پس انہیں اصول اور کلام سلف کی مثالوں کے موافق کیا جائے گا۔ اگر موافق ہوں تو انہیں قبول کیا جائے گا ورنہ انہیں چھوڑ دیا جائیگا۔

چار با اعتبار متن

اس کے بعد متنوں، شرحوں اور فتاوٰں کے مسائل میں اگر ٹکراؤ ہو تو متنوں کا اعتبار ہوگا کیونکہ ان کے مصنفین نے اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ غیر معمول بہا مسائل کو تحریر نہ کریں اور ایسے ہی ضعیف مسائل کے نہ لانے کو بھی انہوں نے مدنظر رکھا ہے۔

چار با اعتبار متن درج ذیل ہیں۔

1-وقایہ۔ 2-کنز الدقائق 3-مجمع البحرین اور 4-مختار

بعض کے نزدیک ''مختار'' کی بجائے ''مختصر القدوری'' ان میں شامل ہے پھر فتاویٰ پر معتبر شرحوں کو ترجیح ہوگی۔فتاویٰ کا درجہ اس کے بعد ہوگا۔

شرعی احکام اور ان کی اقسام

احکام شرعیہ کی دو قسمیں ہیں

1-مثبت 2-منفی

مثبت سے مراد وہ احکام ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور منفی سے مراد وہ احکام ہیں جن سے رکنے' انہیں نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مثبت احکام کی پھر دو قسمیں ہیں:

1-عزیمت 2-رخصت

عزیمت: فقہائے کرام کے نزدیک اصالتہً مطلوب ہے اور ان کے ہاں اس کا عوارضات سے تعلق نہیں ہے جبکہ......

رخصت

مکلف کے عذر کی وجہ سے مشکل ختم کرنے اور آسانی حاصل ہونے کی خاطر کسی امر میں تبدیلی رخصت ہے۔

اسکے بعد عزیمت کی آگے مزید چار قسمیں ہیں۔

1-فرض 2-واجب 3-سنت 4-نفل

''فرض'' لغت کے اعتبار سے قطع' تقدیر' تفصیل' تحدید اور تقریباً تمیں معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایۃ النہایہ سے نقل فرمایا ہے۔علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ہدایہ میں نقل کیا ہے کہ فرض وہ امر ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔مثال کے طور پر قرآن مجید اور احادیث متواترہ ہیں۔مگر یہ شرط ہے کہ انہیں خصوص لاحق نہ ہو گیا

ہو۔ ایسے ہی اجماع ہے اس میں شرط ہے کہ بطریق آحاد نقل نہ کیا گیا ہو اور ایسے ہی منصوص علیہ قیاس ہے اور ''النہر الفائق'' کے حوالے سے ادلہ سمیعہ چار طرح کے ہیں۔

1- پہلی قسم وہ دلائل ہیں جن کا ثبوت بھی قطعی ہو اور مراد پر ان کی دلالت بھی قطعی ہو۔ ان کی مثال نصوص متواترہ ہیں۔

2- دوسری قسم وہ دلائل ہیں جن کا ثبوت تو قطعی ہی ہو مگر مراد پر دلالت ظنی ہو۔ ان کی مثال ایسی آیات ہیں جن میں تاویل کی جاتی ہو۔

3- تیسری قسم وہ دلائل ہیں جن کا ثبوت ظنی ہو مگر مراد پر ان کی دلالت قطعی ہو۔ ان کی مثال مفہوم قطعی کی حامل اخبار آحاد ہیں۔

4- چوتھی قسم ادلہ سمعیہ کہ وہ ایسے دلائل ہیں جن کا ثبوت بھی اور مراد پر دلالت دونوں ظنی ہوتے ہیں۔ ان کی مثال قیاس ہے۔

تو نتیجہ یہ کہ فقہائے کرام نے پہلی قسم سے مراد فرض، دوسری اور تیسری سے واجب، ایسا واجب جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اور چوتھی قسم سے فقہائے کرام نے سنت اور استحباب مراد لیا ہے، ثابت کیا ہے۔

فرض

اس کے بعد فرض کی مزید دو قسمیں ہیں:

1- فرض عین 2- فرض کفایہ

فرض عین ایسا فرض ہے جس کو ادا کرنا ہر مکلّف پر لازم و ملزوم ہے۔ فرض کفایہ ایسا فرض ہے جو کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ ان کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی نے بھی ادا نہ کیا تو سب کے ذمے باقی رہے گا۔

فرض کا انکار کرنے والا کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے جبکہ اسے چھوڑنے والا فاسق (نافرمان) ہوتا ہے۔

واجب

واجب ایسا امر ہے جس کی دلیل میں قطعیت ہو مگر اس میں شبہ ہو۔ مثال

کے طور پر نماز وتر' صدقہ فطر وغیرہ کہ ان کا خبر واحد سے ثبوت ہے اور واجب عملی حیثیت کے پیش نظر فرض ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فرض کی طرح اس پر بھی عمل کرنا لازمی ہے اور اعتقاد کی حیثیت کے لحاظ سے واجب نفل ہوتا ہے کہ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

سنت

سنت لغوی طور پر بغیر کسی قید کے طریقہ اور عادت کے معنی میں ہے۔ البتہ اصطلاحی طور پر اس کی کئی طرح کی تعریفات ہیں۔

1- غایۃ البیان میں سنت کی تعریف کچھ یوں ہے کہ

"سنت ایسا فعل ہے جسے کرنے پر اجر و ثواب ہے اور نہ کرنے پر عتاب ہوتا ہے" مگر یہ تعریف' تعریف بالحکم ہے۔

2- شرح نقایہ میں ہے کہ "سنت ایسا فعل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت ہو۔ واجب یا مستحب نہ ہو"۔

حضرت شیخ شمنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سنت کی یہی تعریف کی ہے جبکہ صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس تعریف پر تو سنت' مباح کو بھی شامل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ مباح اور شے ہے اور سنت اور شے ہے۔

3- صاحب عنایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "سنت دین اسلام کے جاری طریقے کو کہتے ہیں؟ مگر ایسی تعریف فرض اور واجب کو بھی شامل ہو جاتی ہے۔ لہذا "کشف" میں "من غیر افتراض ولا وجوب" کی قید لگائی گئی ہے۔

4- فقیہ حضرت ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تعریف ہے کہ "سنت ایسا فعل ہے جسے چھوڑنے والا فاسق اور اس کا منکر بدعتی ہوتا ہو"

5- علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح ہدایہ میں سنت کی چند تعریفیں ذکر کرنے کے بعد ان کا نقصان ظاہر کر کے فرمایا کہ ان تمام تعریفوں میں سے سب سے اچھی

تعریف خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ یہ ہے "سنت ایسا کام ہے۔ جسے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہیشگی کے طریقے سے اختیار فرمایا ہو اور اس کے کرنے میں اجر و ثواب ہو اور نہ کرنے پر ملامت ہو۔

سنت کی پھر مزید دو قسمیں ہیں۔

1- سنت ھدیٰ 2- سنت زائد

سنت ھدیٰ کا تعلق عبادات سے ہے اور......

سنت زائدہ کا عادات سے تعلق ہے۔

سنت ھدیٰ کی پھر دو قسمیں ہیں:

1- سنت مؤکدہ 2- سنت غیر مؤکدہ

صاحبِ مجمع البحر رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ سنت دین اسلام کا وہ جاری طریقہ ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب کیے بغیر عملاً کیا ہو۔ اب اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل ہیشگی کے طریقے سے رہا تو یہ "سنت مؤکدہ" ہوگی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل کبھی کبھی متروک بھی رہا تو یہ "سنت غیر مؤکدہ" ہوگی۔ اس سنت کو مستحب اور مندوب بھی کہا جاتا ہے۔

نفل

نفل لغوی طور پر بغیر کسی قید کے "زیادتی" کے معنی میں آتا ہے اور اصطلاح میں فرائض و واجبات پر زائد عمل کو "نفل" کہتے ہیں۔

یہاں تک تو احکام شرعیہ کی پہلی قسم مثبت احکام کی تفصیل تھی اب دوسری قسم منفی احکام شرعی کی تفصیل آتی ہے۔

منفی احکام کی مزید پھر دو قسمیں ہیں:

1- حرام 2- مکروہ

حرام احکام منفیہ' منہیات وممنوعات کی وہ قسم ہے جس سے دلیل قطعی یقینی کے

ساتھ روکا گیا ہو۔ مثال کے طور پر شراب پینے سے روکا گیا ہے اور......

مکروہ کی آگے مزید دو قسمیں ہیں۔

1- مکروہ تحریمی 2- مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی احکا شرعیہ منفیہ کی وہ قسم ہے جس سے دلیل ظنی کے ساتھ منع کیا گیا ہو۔ مثال کے طور پر "گوہ" کھانے اور شطرنج کھیلنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی ایک قسم ہے۔ وہ اسے حلال نہیں کہتے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی حلت پر کوئی اصل قاطع نہیں ہے۔ لہٰذا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتابوں میں مکروہ کا لفظ لاتے ہیں تو اس سے مراد حرام لیتے ہیں۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ تحریمی کو حرام قطعی بھی نہیں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی بھی نہیں ہے۔

شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ تحریمی، غیر قطعی حلال میں داخل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مکروہ تحریمی پر حلت و حرمت کے دلائل آپس میں ٹکراتے ہیں۔ مگر حرمت کی جہت غالب آتی ہے۔ لہٰذا مکروہ تحریمی شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ حرام ہے نہ حرام کی قسم ہے بلکہ حرام کے قریب ہے۔ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے جواہر الفتاویٰ میں ہے کہ یہ ان کا صحیح اور مختار قول ہے۔

مکروہ تنزیہی وہ عمل ہے جسے کرنے کی بہ نسبت اسے چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے

مذکورہ بالا احکام شرعیہ کو ایک نظر میں آنے والے نقشے میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کچھ امور اصطلاحی اور ان کی تشریح

متقدمین اور متاخرین

متقدمین وہ حضرات ہیں جنہیں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا زمانہ ملا ہو اور انہوں نے ان سے فیض حاصل کیا ہو اور......

متاخرین وہ حضرات جنہیں آئمہ ثلاثہ سے فیض نہ ملا ہو اور...... دوسرے قول کے مطابق امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تک کے علماء متقدمین ہیں اور......

ان کے بعد حضرت حافظ الدین بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تک کے علماء کرام متاخرین ہیں جبکہ......

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ متقدمین اور متاخرین کے درمیان تیسری صدی کا آغاز حد فاصل قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک تیسری صدی سے قبل تک کے علماء کرام متقدمین اور تیسری صدی کے آغاز کے بعد کے علماء کرام متاخرین کہلاتے ہیں۔

تعبیرات آئمہ

جب ''آئمہ اربعہ'' کہا جاتا ہے تو فقہائے کرام کی اصطلاح میں ان سے ''مذاہب اربعہ'' مشہورہ کے بانی حضرت امام صاحب، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں اور جس وقت ''شیخین'' کہا جائے تو اس سے امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ و استاذ ہیں۔

جب ''صاحبین'' کا لفظ لایا جائے تو اس سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں کیونکہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرنے میں

ساتھی ہیں اور......

لفظ ''طرفین'' کہا جائے تو اس سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں کیونکہ آئمہ ثلاثہ احناف میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ طرف اعلیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ طرف ادنیٰ ہیں۔

''آئمہ ثلاثہ احناف'' کہا جائے تو اس سے مراد امام صاحب' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھم اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں اور جب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرنے کے بعد؟

''آئمہ ثلاثہ کہا جائے تو اس سے مراد امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمھم اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں۔

سلف اور خلف

فقہائے کرام کی اصطلاح میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تک کے علماء کرام سلف کہلاتے ہیں اور......

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد سے لے کر شمس الآئمہ حضرت امام حلوائی رحمہ اللہ تعالیٰ تک کے علماء کرام خلف ہیں۔

نیز لفظ امام جب بغیر کسی قید کے لایا جائے تو فقہائے احناف کے نزدیک اس سے مراد امام صاحب! امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ
ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

ترجمہ: خطبہ کتاب

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو بتدریج درجہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور اچھی عاقبت (آخرت) پرہیزگاروں کے لئے ہے اور رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو اللہ عزوجل کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر (بھی رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو)

علم وفضیلت کے لحاظ سے عظیم رہنما دنیاوی خواہشات سے پاک ابوالحسن ابن احمد بن محمد بن جعفر بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو قدوری کے نام سے مشہور ہیں۔

کتاب الطہارۃ

پاک ہونا

یہ کتاب پاکیزگی حاصل کرنے کے بارے ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ. (پارہ نمبر ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔'' (ترجمہ از کنز الایمان)

فرائضِ وضو

تو اب پاکیزگی کے فرائض کا بیان ہوتا ہے تو وہ تین اعضاء کا دھونا سر کا مسح کرنا ہے اور فرائض غسل میں ہمارے تینوں علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے میں شامل ہیں جبکہ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے اور وہ (چیز) جو سر کا مسح کرنے میں فرض قرار دی گئی ہے۔ وہ ماتھا یعنی پیشانی کی مقدار ہے اور وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارک ہے کہ:

رَوَی الْمُغِیْرَۃُ بْنُ شُعْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی سُبَاطَۃَ قَوْمٍ فَبَالَ وَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَی النَّاصِیَۃِ وَخُفَّیْہِ.

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر تشریف لائے تو پیشاب فرمایا اور وضو فرمایا اور (سر پر) پیشانی کی مقدار اور اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔

سنتیں

یہاں تک وضو کے فرائض کا بیان ہوا۔ اب سنتوں کا بیان ہوگا۔ جب وضو کرنے والا نیند سے جاگے تو (اس کے لئے جس برتن سے پانی لے کر اس نے وضو کرنا ہے اس) برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھونا سنت ہے اور وضو کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا اور مسواک کرنا' کلی کرنا' ناک جھاڑنا یعنی صاف کرنا' دونوں کانوں کا مسح کرنا' داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا اور وضو کے اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونا بھی سنت ہے۔

مستحبات

وہ چیزیں جو وضو کرنے والے کے لئے مستحب ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

پاک ہونے کی نیت کرنا' سر کو مسح کے ساتھ گھیرنا یعنی پورے سر کا مسح کرنا' ترتیب کے ساتھ وضو کرنا' پس وضو کرنے والا اس چیز کے ساتھ ابتدا کرے جس کے ساتھ ابتدا کرے گا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور

۱- بخاری شریف کتاب الوضوء۔ باب البول قائماً جلد نمبر ۱ ص ۳۵ مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲- مسلم شریف کتاب الطہارت باب نمبر ۱۶' ۲۳۔

۳- ترمذی شریف طہارۃ باب ۹

۴- ابوداؤد شریف طہارۃ باب نمبر ۱۲۔

۵- ابن ماجہ طہارۃ باب نمبر ۱۳۔

۶- دارمی وضو باب ۹۔

طحاوی شریف مترجم صفحہ ۶۲ جلد نمبر ۱ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۹۳ء حامد اینڈ کمپنی ۳۸ اردو بازار لاہور۔

دائیں جانب سے شروع کرنا، مسلسل وضو کرنا، گردن کا مسح کرنا۔

نواقضِ وضوء

اب وضو کو توڑنے والی چیزیں بیان کی جا رہی ہیں۔

ہر وہ شئے جو پیشاب یا پاخانہ کی راہ سے نکلے وہ وضو کو توڑنے والی ہے۔

خون، گندا لہو اور پیپ جب جسم سے نکلیں اور ایسی جگہ کی طرف بہ جائیں جسے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہے اور قے جب منہ بھر کر ہو اور پہلو کے بل سونے کی حالت میں سونا یا تکیہ لگانے کی حالت میں سونا یا ایسی چیز کا سہارا لے کر سونا کہ اگر اسے ہٹا لیا جائے تو سونے والا اس چیز کے ہٹانے سے گر پڑے اور عقل پر مدہوشی کا غلبہ ہونا، مجنون یعنی دیوانگی کی حالت ہونا اور کسی بھی رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ لگا کر یعنی کھل کر اور بہت اونچی آواز میں ہنسنا۔

فرائضِ غسل (وہ نہانا جو فرض ہو)

غسل میں جو باتیں فرض قرار دی گئی ہیں ان کا بیان کلی کرنا، ناک صاف کرنا، تمام جسم کو دھونا یہ چیزیں غسل میں فرض ہیں۔

سنتیں

غسل کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا اپنے ہاتھوں اور شرم گاہ کو دھونے سے آغاز کرے اور اگر اس کے جسم پر کوئی پلیدی وغیرہ لگی ہو تو اسے زائل کرے۔ پھر دونوں پاؤں دھونے کے علاوہ جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے ایسے ہی وضو کرے۔ پھر اپنے سر اور تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔ پھر اس جگہ سے ہٹ جائے اور اب اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور غسل فرض میں جب پانی بالوں کی جڑوں تک چلا جائے تو اس صورت میں عورت پر بالوں کی مینڈھیوں کو کھولنا واجب نہیں۔

موجباتِ غسل

اب غسل کو واجب کرنے والے امور کا بیان ہے۔ ان میں سے منی کا مرد یا عورت شہوت کی حالت میں اچھلنے کے طریقے پر نکلنا ہے اور ماہواری کا خون اور وہ خون جو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے یہ بھی غسل کو واجب کرتے ہیں۔

غسلِ سنت

اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ عیدین احرام اور یوم عرفہ کے لئے غسل کرنے کو سنت قرار دیا ہے اور مذی اور ودی۔ ان میں غسل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں فقط وضو کرنا ہوتا ہے۔

پانی کے احکام

بارش کے پانی سے وادیوں کے پانی سے چشموں کے پانی سے کنووں سے پانی سے اور سمندروں کے پانی کے ذریعے ہر قسم کی ناپاکی سے پاک ہونا جائز ہے اور پھل کے نچوڑے ہوئے پانی کے ساتھ پاکی حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایسے پانی کے ساتھ جس پر کسی اور چیز کا غلبہ ہو اور اس نے پانی کو اس کی طبیعت (یعنی قدرتی حالت) سے نکال دیا ہو۔ مثال کے طور پر ہر قسم کے شربت سرکہ شوربا لوبیے کا پانی عرق گلاب اور گاجر کا جوس۔

اور وہ پانی جس کے ساتھ کسی چیز نے مل کر کے اس کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل ڈالا ہو ایسے پانی کے ساتھ پاکی حاصل کرنا جائز ہے۔ مثال کے طور پر سیلاب کا پانی اور وہ پانی جس کے ساتھ اشنان صابن یا زعفران ملایا جائے تو ایسے پانی سے بھی پاکی حاصل کرنا جائز ہے اور ہر ایسا پانی جو ٹھہرا ہوا ہو جب اس میں پلیدی گر جائے تو اس پانی کے ساتھ خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پانی کو پلیدی سے محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا۔

حدیث مبارکہ ہے:

(۱) فَقَالَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ وَلَا یَغْتَسِلَنَّ فِیْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ (۲) وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا سْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ مَّنَامِهٖ فَلَا یَغْمِسَنَّ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ.

ترجمہ: ''چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی (بھی) ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں جنابت سے غسل کرے اور نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے اٹھے تو وہ ہرگز برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔''

جاری پانی

جاری پانی میں پلیدی گر جائے تو جب تک اس کا اثر دکھائی نہ دیتا ہو تو اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ جاری پانی کے ساتھ نجاست ٹھہر نہیں سکتی اور ایسا بڑا تالاب جس کی ایک طرف حرکت دینے سے دوسری طرف حرکت نہ ہو۔ جب اس میں نجاست گر جائے تو اس تالاب کے دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ یہ بات تو واضح ہے کہ نجاست' پلیدی دوسری جانب تک نہیں پہنچی اور پانی میں ایسے جانور کا جس میں بہنے والا خون نہیں ہوتا مر جانا پانی کو فاسد نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر مچھر'

حدیث (۱) بخاری شریف جلد نمبر ۱ ص ۳۷ باب البول فی الماء الدائم مطبع (۱۹۸۵ء تا ۱۴۰۵ھ) علی نفقۃ وزارۃ التعلیم المفید رالیہ باسلام آباد مشکوٰۃ ص ۵۰ باب احکام المیاہ مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی مقابل آرام باغ۔

حدیث (۲) مسلم شریف جلد ۱ ص ۱۳۶ باب الکراھیۃ غمس التوضی وغیرہ یدہ...... مطبع (۱۹۸۵ء تا ۱۹۰۵ء) علی نفقۃ وزارۃ التعلیم المفید رالیہ باسلام۔

ترمذی شریف جلد نمبر ۱ ص ۱۱ باب کراھیۃ البول فی الماء الراکد مطبع فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان اور الفیصل مارکیٹ اردو بازار لاہور

مکھی' بھڑ (تتھوڑی) اور بچھو وغیرہ اور وہ جانور جو پانی میں ہی زندگی گزارتا ہے۔ کسی ایسے جانور کا پانی میں مر جانا بھی پانی کو نقصان نہیں دیتا اس کی مثال جیسے مچھلی' مینڈک اور کیکڑا وغیرہ (ان میں سے آخر الذکر کو پانی کا بچھو بھی کہتے ہیں۔ آسمان کے چوتھے برج کا نام بھی ہے)

مستعمل پانی

اور وہ پانی جو کام میں آچکا ہو اسے ناپاکیوں سے پاکی حاصل کرنے میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور استعمال شدہ پانی کی تعریف یہ ہے ہر وہ پانی جسے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

چمڑا رنگنا

ہر کچا چمڑا سور اور انسان کے چمڑے کے علاوہ جب اسے رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس پر نماز پڑھنا اور اس کے ذریعے سے وضو کرنا جائز ہے اور مردار کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہوتی ہیں۔

کنوؤں کے احکام

جب کسی کنویں میں پلیدی گر جائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے اور یہ پانی کا نکالنا ہی اس کنویں کا پاک ہونا ہے اور اگر اس میں چوہا' چڑیا' ممولا (ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے) بھجنگا (ایک قسم کی چڑیا ہے) یا چھپکلی مر جائے تو اس کنویں میں سے ڈول کے بڑا اور چھوٹا ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے بیس سے تیس ڈول تک پانی نکالا جائے گا اور اگر کسی کنویں میں کبوتر' مرغی یا بلی مر گئی تو اس کنویں سے چالیس سے پچاس ڈول تک پانی نکالا جائے گا اور اگر کنویں میں کتا' بکری یا کوئی انسان مر گیا تو انہیں نکالنے کے بعد اس کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا اور اگر کنویں میں کوئی جانور گر کر پھول گیا یا پھٹ گیا تو جانور چاہے چھوٹا ہو یا بڑا دونوں صورتوں میں کنویں کا

تمام کا تمام پانی نکالا جائے گا۔

ڈولوں کی تعداد

ڈولوں کی تعداد کا اعتبار کسی درمیانے ڈول کے ساتھ کیا جائے گا ایسا درمیانہ ڈول جو شہروں میں کنوؤں پر استعمال کیا جاتا ہو۔ اب اگر کسی کنویں سے کسی بڑے ڈول سے پانی کی اتنی مقدار جو درمیانے ڈول میں آ سکتی ہے نکال دی گئی تو حساب اس درمیانے ڈول سے لگایا جائے گا اور اگر کنواں جاری ہو (یعنی جتنا پانی نکالیں فوراً اتنا پانی نیچے سے نکل آتا ہو) اس کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو اس کنویں سے پانی کی جتنی مقدار کا نکالنا واجب ہے اتنی مقدار اس کنویں کے پانی سے نکال دیں گے اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت ہے کہ اس کنویں سے دو سو سے تین سو ڈول نکالے جائیں گے۔

جب معلوم نہ ہو

جب کسی کنویں میں چوہا یا اس کے علاوہ کوئی جانور مرا ہوا پایا گیا اور لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کب کنویں میں گرا اور ابھی تک وہ پھولا اور پھٹا نہ تھا۔ تو وہ لوگ جنہوں نے اس سے وضو کیا وہ اپنی ایک دن رات کی نمازیں لوٹائیں گے اور نیز ہر وہ چیز جسے اس کنویں کا پانی پہنچا ہے اسے دھوئیں گے اور اگر وہ جانور پھول گیا تھا یا پھٹ گیا تھا تو وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اپنی تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں گے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر کسی چیز کا دہرانا ضروری نہیں یہاں تک کہ اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ وہ جانور کب کنویں میں گرا۔

جھوٹا پانی

انسان اور وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ان کا جھوٹا پانی پاک ہے اور

کتے، خنزیر اور جو پاؤں میں سے چیرنے پھاڑنے والوں کا جھوٹا پلید ہے اور بلی، آوارہ مرغی، شکاری پرندے اور وہ جانور جو گھروں میں رہتے ہیں مثلاً سانپ اور چوہا وغیرہ ایسے جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے اور گدھے اور خچر کا جھوٹا پانی مشکوک ہے۔ اب اگر انسان اس کے علاوہ کوئی اور پانی نہ پائے تو وہ اس پانی کے ساتھ وضو کرے اور تیمّم بھی کرے اور وضو اور تیمم میں سے جس کے ساتھ چاہے ابتداء کر لے اس کے لئے آئمہ کرام نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے۔

باب التیمم (تیمّم کرنا)

بیانِ جوازِ تیمّم

وہ آدمی جو پانی نہ پائے اور وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل جتنا یا اس سے بھی زیادہ فاصلہ ہو یا وہ پانی تو پائے مگر وہ مریض ہو۔ پس وہ ڈرے کہ اگر اس نے پانی استعمال کیا تو اس کی مرض بڑھ جائے گی یا جنبی (جسے احتلام ہو گیا ہو وہ) ڈرے کہ اگر اس نے پانی کے ساتھ غسل کیا تو سردی اسے ہلاک کر ڈالے گی۔ یا اسے بیمار کر دے گی تو ایسا آدمی بے شک پاک مٹی کے ساتھ تیمم کر لے۔

طریقۂ تیمّم

اور تیمّم دو ضربیں ہیں (یعنی دو دفعہ ہاتھوں کو مٹی پر مارنا ہے) ان دو ضربوں میں سے ایک کے ساتھ اپنے منہ پر مسح کرے گا یعنی ملے گا اور دوسری کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک ملے گا اور احتلام شدہ ہونے کی حالت میں اور بے وضو ہونے کی حالت میں تیمّم ایک جیسا ہی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو اس سے تیمّم کرنا جائز ہے۔ مثلاً مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال جیسی اشیاء کے ساتھ تیمّم کرنا جائز ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خاص کر مٹی اور ریت کے ساتھ ہی تیمّم کرنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ تیمّم کرنا جائز نہیں اور تیمم میں نیت کرنا فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔

نواقضِ تیمّم

ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اسی طرح وہی تمام چیزیں تیمّم کو بھی توڑ دیتی ہیں اور اسی طرح پانی کو دیکھ لینا بھی جبکہ آدمی اس کے استعمال کرنے پر قادر ہو تیمّم کو توڑ دیتا ہے اور پاک مٹی کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ تیمّم کرنا جائز نہیں ہے اور وہ آدمی جسے پانی میسر نہ ہو اور اسے نماز کے آخری وقت میں ہی پانی مل جانے کی امید ہو تو ایسے آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے۔ اب اگر پانی مل جائے تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر پانی نہ مل سکے تو پھر تیمّم کرلے اور اپنے تیمّم کے ساتھ وہ فرائض ونوافل نمازوں میں سے جو چاہے پڑھے اور مقیم شہر صحت مند آدمی کے لئے بھی تیمّم کرنا جائز ہے۔ جب کوئی جنازہ آجائے اور اس کا ولی' مالک یعنی کرتا دھرتا اس کے علاوہ کوئی اور آدمی ہو اب اسے یہ خوف ہو کہ اگر وہ طہارت (یعنی وضو) کرنے میں مصروف ہو گیا تو نماز جنازہ اس سے فوت ہو جائے گی تو ایسے آدمی کے لئے (جائز) ہے کہ وہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے اور جو آدمی عید کی نماز کے لئے حاضر ہو۔ پس وہ ڈرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو عید کی نماز اس سے فوت ہو جائے گی (تو ایسی صورت میں بھی تیمّم کرنے کی اجازت ہے) اور وہ آدمی جو نماز جمعہ کے لئے آئے اور خوف کرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو نماز جمعہ اس سے چلی جائے گی۔ تو وہ وضو کرے اگر وہ نماز جمعہ (جماعت سے کچھ) پالے تو اس کے ساتھ پڑھے اور اگر نہ پاسکے تو ظہر کی چار رکعت پڑھے یونہی اگر وقت تنگ ہو اور وہ ڈرے کہ اگر اس نے وضو کیا تو وقت اس سے نکل جائے گا تو ایسا آدمی تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اپنی قضاء نماز پڑھے اور مسافر آدمی پانی جب اپنے سامان میں رکھ کر بھول گیا۔ پس اس نے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر اسے وقت کے اندر ہی پانی یاد بھی آ گیا تو طرفین کے نزدیک یعنی حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز نہ لوٹائے (یعنی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں)

جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور تیمم کرنے والے پر جب تک اس کے گمان پر پانی اس کے قریب ہونے کا غلبہ نہ ہو کہ یہاں قریب ہی کہیں پانی ہے تو ایسی صورت میں جب تک وہ پانی تلاش نہ کر چکے! اس کے لئے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے دوست کے پاس پانی ہو تو وہ تیمم کرنے سے پہلے اس سے مانگ لے اب اگر وہ اس سے پانی روک دے یعنی نہ دے تو اس صورت میں وہ تیمّم کرے اور نماز پڑھے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنا

موزوں پر مسح کرنا سنت کے ساتھ (یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل سے ثابت ہے) جائز ہے ہر ایسے امر سے جو وضو کرنے کا سبب ہو۔ (مگر اس وقت کہ) جب اس نے موزے پاک ہونے کی حالت میں پہنے ہوں۔ پھر بے وضو ہو گیا ہو۔

مدتِ مسح

اب اگر وہ آدمی مقیم ہے (یعنی اپنے گھر اپنے وطن میں ہے) تو وہ ایک دن رات تک مسح کرے گا اور اگر کوئی مسافر ہے تو تین دن رات تک مسح کرے گا اور اس کے مسح کرنے کا آغاز اس کے بے وضو ہونے کے بعد سے لے کر ہوگا اور موزوں پر مسح کرنا (کس طرح ہوگا تو وہ یوں ہوگا کہ) ان دونوں موزوں کے ظاہر پر وہ ہاتھ کی انگلیوں کے ساتھ پاؤں کی انگلیوں سے ابتداء کرتے ہوئے پنڈلی کی طرف کھینچتا ہے اور مسح کی فرض مقدار ہاتھ کی انگلیوں میں سے تین انگلیوں جتنی ہے۔

موزوں کی کیفیت

اور وہ موزہ جس میں پھٹن اتنی زیادہ ہو کہ اس کی وجہ سے پاؤں تین انگلیوں کے برابر ظاہر ہو رہا ہو تو ایسے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس سے کم ہو تو پھر مسح کرنا جائز ہے۔

اور وہ آدمی جس پر غسل واجب ہو چکا ہو اس کے لئے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

مسح کا ٹوٹنا

اور وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے وہ مسح کو بھی توڑ دیتی ہے اور اسی طرح موزہ کا اتر جانا اور مدت کا گزرنا بھی مسح کو توڑ دیتا ہے تو جب مدت مسح گزر جائے تو موزے اتار کر پاؤں دھو کر نماز پڑھے اور اس پر باقی ماندہ وضو پھر کرنا لازم نہیں۔

اور وہ آدمی جس نے مسح کرنا شروع کیا اور صورت حال یہ ہے کہ وہ مقیم (گھر یا وطن میں ہی ہے) اس کے بعد وہ ایک دن رات تام ہونے سے قبل مسافر ہو گیا تو وہ تین دن رات تک مسح کی مدت مکمل کر سکتا ہے اور پھر اگر کسی آدمی نے مسح کرنے کی ابتداء کی اس حال میں کہ وہ مسافر تھا پھر مقیم ہو گیا (یعنی گھر یا وطن میں آ گیا) اب اگر تو اس نے ایک دن رات یا اس سے بھی زیادہ مسح کر لیا تھا تو پھر تو وہ موزے اتار دے اور اگر اس سے کم مدت مسح کیا تھا تو پھر وہ ایک دن رات کی مدت کو پورا کرے گا اور جس نے موزے پر کالوش (ایک بڑا موزہ جو اس چمڑے کے موزے کے اوپر پہنا جاتا ہے گرد سے بچاؤ کی خاطر) پہنا وہ اس پر ہی مسح کرے اور جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں مگر ان جرابوں پر جن پر پوروں کی جگہ چمڑا چڑھا ہوا ہو یا جوتے کے سائز کے برابر چمڑا چڑھا ہوا ہو اور صاحبین (یعنی حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک جائز تو ہے مگر اس صورت میں کہ جب وہ اتنی گھنی ہوں کہ ان میں سے پانی دوسری جانب نہ چلا جاتا ہو اور عمامہ شریف (یعنی پگڑی) ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں اور زخم کی کھپچیوں پر (یعنی لکڑی کی وہ پھٹیاں جو پٹی پر باندھی جاتی ہیں) پھر اگرچہ انہیں اس نے بے وضوگی پر باندھا ہو مسح کرنا جائز ہے۔ اب اگر وہ پھٹی زخم صحیح ہونے کے علاوہ گر گئی تو مسح باطل نہیں ہوگا اور اگر زخم صحیح ہونے سے گری تو مسح باطل ہو جائے گا۔

باب الحیض

عورتوں کا ماہواری خون

حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور انہی دنوں کی تین راتیں ہیں اور وہ خون جو اس مدت سے بھی کم ہو وہ حیض کا خون نہیں ہوگا بلکہ وہ بیماری کا خون ہوگا اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور جو خون اس سے زیادہ ہوگا۔ وہ بیماری کا خون ہوگا اور وہ خون جسے عورت سرخی، زردی اور گدلے پن سے حیض کے دنوں میں دیکھے تو وہ تمام کا تمام حیض کا ہی خون ہے۔ یہاں تک کہ وہ خالص سفید رنگ کو دیکھے اور حائضہ عورت کے ذمہ سے نماز کو ساقط کر دیتا ہے۔ اور روزہ اس پر حرام کر دیتا ہے اور وہ حائضہ عورت روزہ کی تو قضاء کرے جبکہ نماز کی قضاء نہیں کرے گی اور نہ ہی وہ مسجد میں داخل ہوگی اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور نہ ہی اس کا خاوند اس کے پاس آئے گا اور نہ ہی حائضہ اور احتلام شدہ آدمی کے لئے قرآن پاک پڑھنا جائز ہے اور بے وضو کے لئے بھی قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ وہ اسے غلاف کے ساتھ پکڑے (تو جائز ہے) پس جب حیض کا خون دس دنوں سے کم مدت میں ختم ہو گیا تو اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ عورت غسل کرے یا اس پر مکمل ایک نماز کا وقت گزر جائے اور اگر اس کا خون دس دنوں میں ختم ہوا تو اس صورت میں اس عورت سے غسل کرنے سے قبل بھی وطی کرنا جائز ہے۔

تفصیل طہر متخلل

(یعنی وہ پاکی جو خونوں کے درمیان گڈمڈ ہو جائے)

اور حیض کی مدت میں پاکی جب خونوں کے درمیان خلط ملط ہو جائے تو وہ جاری خون کی طرح ہے اور پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ

کوئی حد نہیں اور بیماری کا خون وہ ہے جسے عورت تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ دیکھے پس اس کا حکم نکسیر کے حکم جیسا ہے کہ وہ نماز' روزہ اور وطی سے مانع نہیں ہے اور جب خون دس دن سے زیادہ ہو جائے اور عورت کی عادت مقرر ہو تو اس خون کو مقررہ عادت کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو خون اس کی مقررہ عادت سے زائد ہو گا وہ بیماری کا خون ہو گا اور اگر عورت نے بالغ ہونے کی ابتداء بیماری کے خون میں مبتلا ہونے کی صورت میں کی تو ہر ماہ سے دس دن اس کا حیض ہو گا اور باقی بیماری کا خون ہو گا اور بیماری کے خون میں مبتلا عورت اور وہ جسے سلس البول کی بیماری ہو (یعنی وہ آدمی جسے پیشاب روکنے کی طاقت نہ رہی ہو) اور دائمی نکسیر اور ہر وقت رسنے والا زخم ہو جو ٹھہرتا نہ ہو تو یہ لوگ ہر وقتی نماز کے لئے وضو کریں اور اس وضو کے ساتھ وقت کے اندر فرائض اور نوافل میں سے جو چاہیں پڑھیں۔ پس جب وقت گزر جائے گا تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا اور انہیں دوسری نماز کے لئے نیا وضو کرنا ہو گا اور نفاس وہ بچے کی پیدائش کے بعد نکلنے والا خون ہے اور وہ خون جسے حاملہ عورت دیکھے اور وہ جسے عورت بچے کی پیدائش کی حالت میں بچے کے پیدا ہونے سے پہلے دیکھے وہ بیماری کا خون ہے اور نفاس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اور جو خون اس سے بھی زائد ہو تو وہ بیماری کا خون ہے اور جب خونِ نفاس چالیس دن سے بھی تجاوز کر جائے اور وہ عورت ایسی ہے جو اس سے پہلے بھی بچہ جن چکی ہے اور اس کی کوئی مقررہ عادت بھی ہے تو اس خون کو اس کی عادت کے دنوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور اگر اس کی کوئی مقررہ عادت نہیں ہے تو پھر نفاس کا خون تو چالیس دن ہی ہوتا ہے۔ (یعنی اس کے علاوہ بیماری کا خون ہو گا) اور وہ عورت جس نے ایک ہی پیٹ سے دو بچوں کو جنم دیا تو شیخین (یعنی حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک اس عورت کا نفاس وہ خون ہو گا جو پہلے بچے کی ولادت کے بعد نکلے امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نفاس وہ خون ہے جو دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد نکلے۔

باب الانجاس

پلیدیوں کی تفصیل

نمازی کو اپنا جسم' کپڑا اور جگہ جہاں وہ نماز پڑھتا ہے اسے پلیدی سے پاک کرنا واجب ہے اور پلیدی والی جگہ کو پانی اور ہر ایسی بہنے والی چیز کے ذریعے پاک کرنا جائز ہے جس کے ذریعے اس پلیدی کو دور کرنا ممکن ہو۔ مثال کے طور پر سرکہ اور عرق گلاب اور جب موزے کو ایسی نجاست لگ گئی جس کے لئے جسم ہے (یعنی جسم رکھنے والی ہے) پس وہ خشک ہوگئی تو اس نے اس نجاست کو زمین کے ساتھ رگڑ کر صاف کر لیا تو ایسے موزے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور منی پلیدی ہے۔ تر (گیلی) منی کا دھونا واجب ہے پس جب منی کپڑے پر لگ کر سوکھ گئی تو اس کو اس کپڑے سے کھرچ دینا (مل دینا) کافی ہوگا اور جب پلیدی شیشے یا تلوار کو لگ گئی تو اس پلیدی کو ان سے پونچھ کر صاف کر دینا ہی کفایت کرے گا اور اگر پلیدی زمین پر لگی پھر دھوپ کی وجہ سے خشک ہوگئی اور اس کا اثر ختم ہو گیا تو ایسی جگہ پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ اسی جگہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہوگا اور وہ چیز جسے گاڑھی پلیدی لگ جائے مثلاً خون' پیشاب (بول) پاخانہ اور شراب اور یہ ایک درہم کی مقدار ہوں۔ یا اس سے بھی کم ہوں تو اس چیز کے ساتھ نماز پڑھ لینا جائز ہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا اور اگر کسی چیز کو ہلکی پلیدی مثلاً وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز پڑھ لینا جائز ہوگا مگر جب تک وہ پلیدی کپڑے کے چوتھے حصے تک نہ پہنچی ہو اور وہ پلیدی جسے دھونا واجب ہے۔ اس سے پاکیزگی حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پس وہ پلیدی جو ہو بہو جوں کی توں دکھائی دیتی ہو۔ اس سے چیز کا پاک ہونا اس سے پلیدی کی اصل کا ختم ہونا ہے (یعنی جیسے وہ

ہو بہو نظر آ رہی تھی وہ چیز نہ رہے) مگر یہ کہ اس پلیدی کا ایسا نشان باقی رہ جائے جسے صرف پانی کے ساتھ ختم کرنا مشکل ہو (تو کوئی حرج نہیں) اور وہ پلیدی جو ہو بہو نظر نہ آتی ہو تو ایسی پلیدی سے کسی چیز کا پاک ہونا یہ ہے کہ وہ اسے دھوئے یہاں تک کہ دھونے والے کے گمان پر یہ بات غالب آ جائے کہ بے شک اب وہ شئے پاک ہو گئی ہے۔

استنجاء سنت ہے

استنجاء کرنا سنت ہے اور اس میں پتھر اور ڈھیلے اور وہ چیز جو ان دونوں کی جگہ استعمال کی جا سکتی ہے کافی ہے وہ ان کے ساتھ استنجاء کی جگہ کو صاف کرے گا۔ اس حد تک کہ اسے پاک صاف کر دے اور پھر ان میں (یعنی پتھروں، ڈھیلوں میں) کوئی تعداد سنت قرار نہیں دی گئی ہے جبکہ پانی سے دھونا زیادہ بہتر ہے اور اگر پلیدی اس کی استنجاء کی جگہ سے اِدھر اُدھر لگ گئی تو ایسی صورت میں پونچھنا وغیرہ جائز ہو گا بلکہ صرف پانی یا کسی بہنے والی چیز کے ساتھ دھونا بھی جائز ہو گا اور ہڈی لید کسی کھانے والی چیز سے اور دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء نہ کرے۔

کتاب الصلوٰۃ

مسائل نماز

نماز فجر کا سب سے پہلا وقت وہ ہے کہ جب فجر ثانی طلوع کر آئے (اور فجر ثانی کی تعریف یہ ہے کہ) وہ سپیدی سحر ہے جو آسمان کے کناروں میں پھیلنے والی ہوتی ہے اور نماز فجر کا بالکل آخری وقت وہ ہے جب تک ابھی سورج نے طلوع نہ کیا ہو (یعنی طلوع ہونے کے بالکل قریب ہی ہو) اور نماز ظہر کا سب سے پہلا وقت وہ ہے جب سورج ڈھل گیا ہو اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظہر کا بالکل آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سائے کے ڈھلنے کے علاوہ دوگنا ہو جائے اور حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ صرف ایک گناہ زیادہ ہو جائے اور عصر کا پہلا وقت تو دو قولوں کے لحاظ سے (یعنی امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ) کے قولوں کے مطابق وہ ہے جب نماز ظہر کا وقت گذر جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے کہ جب تک ابھی سورج غروب نہ ہوا ہو اور نماز مغرب کا پہلا وقت تو وہ ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مغرب کا آخری وقت وہ ہے کہ جب تک ابھی (غروب آفتاب کے بعد چھانے والی) سرخی غائب نہ ہوئی ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایک سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سرخی ہی ہے (یعنی جسے شفق کہا گیا ہے) اور عشاء کا اول وقت وہ ہے کہ جس وقت شفق یعنی سرخی غائب ہو جائے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جس وقت تک ابھی فجر

ثانی نے طلوع نہ کیا ہو اور وتروں کا پہلا وقت نمازِ عشاء کے بعد ہوتا ہے اور ان کا آخری وقت اس وقت تک ہے جب تک ابھی فجر اول نے طلوع نہ کیا ہو۔ (طلوع فجر سے مراد سحر کی روشنی کا شروع ہونا ہے) اور نماز فجر کو خوب روشن کر کے اور نماز ظہر کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے اور سردیوں میں نماز ظہر کو ادا کرنے میں جلدی کرنا اور نماز عصر کو جب تک دھوپ یا سورج زرد نہ ہو جائے اس وقت تک لیٹ کر کے پڑھنا مستحب ہے اور مغرب کی نماز کو ادا کرنے میں جلدی کرنا اور نماز عشاء کو رات کے تیسرے حصے تک لیٹ کر کے پڑھنا بھی مستحب ہے اور وہ آدمی جسے نماز تہجد پڑھنے کی رغبت ہو اس کے لئے وتروں کو رات کے آخری حصہ تک لیٹ کرنا مستحب ہے اور اگر اسے بیدار ہو جانے کے بارے میں پختہ یقین نہ ہو تو وہ آدمی سونے سے قبل ہی وتر ادا کرے۔

باب الاذان

اذان

اذانِ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لئے سنت ہے ان کے علاوہ کسی چیز کے لئے اذان سنت نہیں ہے اور اذان میں ترجیع نہیں ہے (یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمد الرسول اللہ کو دو مرتبہ بلند آواز سے اور پھر دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا) اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح (آؤ کامیابی کی طرف) کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو بار (نماز نیند سے بہتر ہے) زیادہ کرے اور تکبیر اذان کی طرح ہی ہے مگر صرف یہ کہ اس میں حی علی الفلاح کے بعد دو بار قد قامت الصلوٰۃ زیادہ کرے (یعنی تحقیق جماعت کھڑی ہوگئی) اور اذان میں آہستگی کرے گا یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور اقامت کہنے میں جلدی کرے گا اور ان دونوں کو کہتے وقت اپنا منہ قبلہ کی جانب کرے گا۔ پس جب (اذان و اقامت دونوں میں) حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر پہنچے تو اپنے چہرے کو دائیں اور بائیں پھیرے اور فوت شدہ نماز کے لئے اذان کہی جائے گی اور اقامت بھی پس اگر اس کی بہت ساری نمازیں فوت ہوگئی ہوں تو ان میں سے پہلی نماز کے لئے اذان اور تکبیر کہے گا اور پھر باقی فوت شدہ نمازوں میں اسے اختیار دیا گیا ہے اگر چاہے اذان و اقامت دونوں کہتا رہے۔ اگر چاہے تو صرف اقامت پر ہی اکتفا کر لے اور اذان و تکبیر دونوں کو باوضو حالت میں پڑھنا چاہئے اب اگر بے وضو اذان کہہ دی گئی تو جائز ہے جبکہ تکبیر بے وضوگی پر کہنا مکروہ (یعنی ناپسندیدہ) ہے یا اذان کہے اس حال میں کہ وہ احتلام شدہ ہو اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز فجر کے علاوہ کسی بھی نماز کا وقت ہونے سے قبل اذان نہیں کہی جائے گی۔

باب شروط الصلوٰۃ التی تتقدمھا

شرائطِ نماز

ناپاکیوں، بے وضوگی اور پلیدیوں سے اس طریقے کے مطابق پاکیزگی حاصل کرنا جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نماز پڑھنے والے پر واجب ہے اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو چھپائے اور ناف کے نیچے گھٹنوں تک جو کچھ ہے وہ مرد کی شرمگاہ ہے اور گھٹنے بھی شرمگاہ ہیں جبکہ ناف نہیں اور آزاد عورت کا تمام جسم ہی اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ شرمگاہ ہے اور جو چیز مرد کے لئے شرمگاہ ہے لونڈی نوکرانی کی بھی وہی چیز شرمگاہ ہے۔ لیکن اس کا پیٹ اور اس کی پیٹھ بھی اس کی شرمگاہ میں شامل ہے اس کے علاوہ اس کے بدن سے کوئی شئے شرمگاہ نہیں ہے اور وہ آدمی جو کوئی ایسی شئے نہ پائے جس کے ساتھ وہ پلیدی کو زائل کر سکے تو وہ اس کے ساتھ ہی نماز پڑھ لے اور اسے وہ نماز دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اور وہ آدمی جو کپڑا نہ پا سکے تو بیٹھ کر ننگے ہی نماز پڑھ لے اور رکوع وسجود کو وہ اشارہ کے ساتھ ادا کرے گا اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی تو بھی اسے کافی ہے مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے اور وہ نماز جسے وہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کی نیت کرے اور وہ یوں کہ اس نماز اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کسی اور عمل کے ساتھ فاصلہ نہ ہو سکے اور اپنا منہ قبلہ کی جانب کرے مگر اس صورت میں کہ جب وہ کوئی خطرہ محسوس کرے تو جس جانب وہ منہ کرنے پر قادر ہو وہ اسی جانب منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اب اگر اس پر قبلہ کی سمت مشتبہ ہو جائے۔ اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جس سے وہ اس بارے میں سوال کر سکے۔ تو وہ خود اپنے دل و دماغ سے غور وخوض کرے اور نماز

پڑھ لے پھر اس کے بعد اگر اسے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہو کہ اس نے تو غلطی کی ہے تو اس پر اس نماز کو دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے اور اگر اسے یہ بات نماز کے دوران ہی معلوم ہو گئی تو قبلہ کی طرف رخ پھیر لے گا اور (جیسے وہ نماز پڑھ رہا تھا) اس پر اعتماد کرے گا۔

باب صفۃ الصلوٰۃ

تعریف وطریقۂ نماز

نماز کے چھ فرائض ہیں۔ قیام یعنی کھڑے ہونا' قرأت کرنا' رکوع کرنا' سجدہ کرنا اور آخری قعدہ (بیٹھنا) تشہد (یعنی **واشهد ان محمدا عبده ورسوله تک**) کی مقدار ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ ہے۔ وہ سنت ہے جب آدمی اپنی نماز شروع کرے تو تکبیر تحریمہ کہے اور تکبیر کے ساتھ ہی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اس حد تک کہ اس کے دونوں انگوٹھے اس کے دونوں کانوں کی لوؤں کے برابر ہو جائیں۔ اب اگر اس نے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کی جگہ اللہ اجل' اللہ اعظم اور الرحمٰن اکبر کہہ لیا تو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ اسے کافی ہوگا مگر حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اکبر' واللہ الاکبر اور اللہ الکبیر کے علاوہ ان کی جگہ کوئی اور کلمات کہنا جائز نہیں ہے اور وہ اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں پر اعتماد کرے یعنی دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑے' دائیں کو بائیں کے اوپر رکھے اور اسی ہیئت کے ساتھ انہیں ناف کے نیچے رکھ لے پھر کہے اے اللہ تیری ذات پاک ہے یا یوں کہ اے اللہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی کا یقین کرتے ہیں۔ تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی و مرتبہ بہت اعلیٰ ہے اور تیرے علاوہ کوئی ذات عبادت کی حق دار نہیں اور اللہ عزوجل کے ساتھ لعنتی شیطان سے پناہ مانگے اور بسم اللہ شریف بھی پڑھے اور یہ دونوں دھیمی و آہستہ آواز میں پڑھے۔ پھر قرآن پاک سے سورۂ فاتحہ شریف اور اس کے ساتھ کوئی ایک اور سورت یا تین آیات جس سورت کی چاہے پڑھے۔ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین بھی کہے اور اسے یعنی آمین مقتدی بھی

کہے گا لیکن وہ اسے آہستہ و پست آواز میں کہے گا پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھے گا اور پیٹھ کو ہموار رکھے گا اور اپنے سر کو نہ تو پیٹھ سے زیادہ اوپر اٹھائے اور نہ پیٹھ سے زیادہ نیچے جھکائے اور اپنے رکوع میں تین دفعہ **سبحان ربی العظیم** کہے اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (یعنی سب سے کم مرتبہ کے لحاظ سے) پھر وہ اپنے سر کو اٹھائے گا اور **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے گا اور مقتدی **ربنا لک الحمد** کہے گا پھر جب سیدھا کھڑا جائے تو تکبیر کہے اور سجدہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور اپنے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور ناک اور پیشانی دونوں کے ساتھ سجدہ کرے اب اگر اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ سجدہ کرنے کو کافی سمجھا۔ تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ کسی مجبوری کے بغیر صرف ناک کے ساتھ سجدہ کرنا کافی سمجھنا جائز نہیں ہے پس اگر اس نے اپنی پگڑی کے پیچ یا اپنے زائد کپڑے پر سجدہ کیا تو یہ جائز ہے اور اپنی بغلوں کو ظاہر کرے کھلا رکھے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے دور رکھے اور اپنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ شریف کی طرف متوجہ کرے اور اپنے سجدے میں تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے یہ اس کا سب سے کم درجہ ہے پھر اپنے سر کو اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے اور جب بیٹھنے کی حالت پر مطمئن ہو جائے تو تکبیر کہے اور سجدہ کرے پھر جب آرام کے ساتھ سجدہ کر لے تو تکبیر کہتے ہوئے دونوں پاؤں کے درمیانی حصہ پر کھڑا ہو اور (اٹھتے ہوئے) نہ تو بیٹھے اور نہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح ہی امور سرانجام دے مگر یہ کہ ثناء اور تعوذ نہ پڑھے اور نہ ہی پہلی تکبیر کے علاوہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

اب جب دوسری رکعت میں وہ دوسرے سجدہ سے اپنے سر کو اٹھائے تو اپنے بائیں پاؤں کو فرش بنائے بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے

اور اس کی انگلیاں قبلہ کی جانب رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں رانوں پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھے (یعنی بالکل ملا کر نہ رکھے) پھر تشہد پڑھے اور تشہد پڑھنا یہ کہنا ہے کہ تمام قولی فعلی اور مالی عبادات اللہ عزوجل کے لئے ہیں اور اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر اللہ عزوجل کی برکتیں رحمتیں اور سلام ہو اور ہم پر سلام ہو اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور پہلے قعدہ (بیٹھنا) میں تشہد میں اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

صرف فاتحہ

اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ شریف ہی پڑھے اب جب وہ نماز کے آخر میں بیٹھے جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا تو تشہد پڑھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود سلام بھیجے اور وہ الفاظ جو قرآن پاک کے الفاظ سے یا بیان کی گئی دعاؤں کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ جو چاہے دعا مانگے اور وہ الفاظ جو لوگوں کے کلام کے ساتھ ملتے جلتے ہوں ان کے ساتھ دعا نہ مانگے پھر اپنے دائیں جانب سلام پھیرے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور بالکل ایسے ہی اپنے بائیں جناب بھی سلام پھیرے۔

سری و جہری نمازیں

اور اگر آدمی امام ہو تو فجر کی نماز میں اور نماز مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اونچی آواز سے قرأت کرے گا اور پہلی دو رکعتوں کے بعد جو رکعتیں ہیں ان میں قرأت آہستہ آواز سے کرے گا اور آدمی اکیلا ہو تو اختیار ہے اگر چاہے تو اتنی اونچی آواز میں قرأت کرے جسے وہ اپنے آپ کو سنا سکے اور اگر چاہے تو اس سے بھی آہستہ

آواز میں قرأت کرلے جبکہ نماز ظہر اور عصر میں تو امام بھی آہستہ آواز میں ہی قرأت کرے گا۔

صلوٰۃ الوتر

اور نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں ان کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ نہ کرے اور بارہ مہینے ہی تیسری رکعت میں رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھے گا اور نماز وتر کی ہر رکعت میں ہی سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت بھی ضرور پڑھے گا پھر جب وہ دعائے قنوت پڑھنا شروع کرے تو تکبیر کہے گا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے گا پھر دعائے قنوت پڑھے گا اور نماز وتر کے علاوہ کسی اور نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھے گا۔

اور کسی بھی نماز میں اس طرح سے کسی مقرر سورت کو پڑھنا لازم نہیں ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور سورت پڑھنا جائز ہی نہ ہو اور نماز کے لئے کسی سورت کو اس طرح سے مقرر کر لینا مکروہ ہے کہ اس کے علاوہ وہ اس نماز میں کوئی اور سورت نہیں پڑھے گا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأت کا کم سے کم درجہ جس سے نماز میں کفایت ہو جاتی ہو وہ اتنا ہے کہ جسے قرآن پاک کا نام شامل ہو جاتا ہو۔ (یعنی اس پر قرآن کا اطلاق کیا جا سکتا ہو اسے قرآن کہہ سکتے ہوں) جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیات سے کم قرأت کرنا جائز نہیں۔

اور امام کے پیچھے مقتدی قرأت نہیں کرے گا اور جو آدمی کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے دو نیتیں کرنے کی ضرورت ہوگی ایک تو نماز کی نیت دوسرا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت یعنی پیروی کرنے کی۔

باب الجماعۃ

جماعت کرانا

اور جماعت کرانا سنت مؤکدہ یعنی ایسی سنت ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور لوگوں میں امامت سے زیادہ حقدار وہ آدمی ہے جو احکام شرعیہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ پس اگر اس امر میں تمام ایک جیسے ہوں تو پھر ان میں سے وہ آدمی ہے جو سب سے بہترین قاری ہو۔ پس اگر اس معاملہ میں بھی تمام ایک جیسے ہوں تو ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار آدمی ہوگا اب اگر اس کام میں بھی سب برابر ہوں تو اب ان میں سے سب سے زیادہ عمر والا آدمی امامت کا زیادہ حقدار ہوگا۔

اور غلام (نوکر) جاہل' نافرمان' اندھے اور حرام زادے کو آگے کرنا یعنی امام بنانا مکروہ ہے۔ اب اگر یہ لوگ خود آگے بڑھ گئے تو جائز ہے اور امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ نماز کو لمبا نہ کرے۔

اور عورتوں کے لئے صرف عورتیں' عورتیں ہونے کی صورت میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اب اگر وہ جماعت کرائیں تو ان کی امامہ ان کے درمیان میں کھڑی ہوگی جس طرح کہ ننگوں کے بارے میں حکم ہے اور جو کوئی صرف ایک آدمی کو نماز پڑھائے تو اسے اپنی دائیں جانب کھڑا کرے اور اگر دو ہوں تو انہیں جماعت کرانے والا ان کے آگے کھڑا ہوگا اور مردوں کے لئے کسی عورت یا بچے کی اقتداء کرنا جائز نہیں اور (پہلے) مردوں کی صف بنائی جائے گی پھر بچوں کی پھر ہیجڑوں کی پھر (آخر میں) عورتوں کی صف بنائی جائے گی۔ اب اگر عورت مرد کے پہلو کی طرف یعنی مرد کے ساتھ برابر کھڑی ہوگئی اور وہ دونوں ایک ہی نماز میں شرکت کرنے والے ہیں تو مرد کی

نماز ٹوٹ جائے گی اور عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر، مغرب اور عشاء کی نماز میں بڑھیا کے آنے سے کوئی خرابی نہیں جبکہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بوڑھی عورت کا تمام نمازوں میں آنا جائز ہے اور پاک آدمی جسے سلس البول کی بیماری ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ پاک عورت بیماری کے خون میں مبتلا عورت کے پیچھے اور نہ پڑھنے والا جاہل ان پڑھ کے پیچھے اور نہ ہی لباس پہننے والا ننگے کے پیچھے نماز پڑھے۔

تیمّم کرنے والے کی امامت

اور تیمم کرنے والے کا وضو کرنے والوں کی اور موزوں پر مسح کرنے والے کا دھونے والوں کی امامت کرانا جائز ہے اور کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ لے (تو جائز ہے) جبکہ رکوع و سجود کرنے والا آدمی اشارہ سے رکوع و سجود ادا کرنے والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا اور فرض نماز پڑھنے والا نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی ایک فرض نماز پڑھنے والا اس کے پیچھے نماز پڑھے جو کوئی دوسری فرض نماز پڑھ رہا ہے جبکہ نفل نماز پڑھنے والا فرض نماز پڑھنے والے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور جس نے امام کی اقتداء کی (یعنی اس کے پیچھے نماز شروع کی) پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ تو پاک نہیں تھا تو وہ آدمی اپنی نماز دوبارہ پڑھے۔

کپڑے سے کھیلنا

اور نماز پڑھنے والے کے لئے اپنے کپڑے کے ساتھ یا اپنے جسم کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے اور نہ ہی (نمازی نماز میں اپنے سامنے سے) کنکر، سنگریزہ وغیرہ ہٹا سکتا ہے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب اس جگہ پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو صرف ایک مرتبہ اس کنکر یا سنگریزے کو برابر کر سکتا ہے اور نہ تو وہ اپنی انگلیاں چٹخائے گا اور نہ

انہیں ایک دوسرے میں داخل کرے گا اور اپنے کولہوں پر ہاتھ نہ رکھے۔

سدلِ ثوب

اپنے کپڑے کا سدل نہ کرے (یعنی کپڑے کو گلے میں دونوں طرف نصف نصف لٹکا لینا) اپنے کپڑے کو لپیٹ بھی نہیں سکتا اور نہ اپنے بالوں کو گوندھ سکتا ہے اور دائیں بائیں توجہ نہ کرے اور (نماز میں) کتے کے بیٹھنے کی طرح بھی نہ بیٹھے اور اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے ساتھ سلام کا جواب بھی نہ دے اور نہ ہی بغیر کسی مجبوری و تکلیف کے آلتی پالتی مار کر (چونکڑی مار کر) بیٹھے۔ اب اگر اسے بے وضوگی لاحق ہو گئی تو پلٹ جائے اور وضو کرے اور اگر وہ امام نہ ہو تو اپنی اسی نماز پر بناء کرے (یعنی جہاں سے چھوڑ کر گیا وہاں سے اگلی باقی ماندہ نماز مکمل کرے گا) پھر اگر وہ امام ہو تو وہ کسی کو (اپنی جگہ امامت کے لئے) خلیفہ بنائے گا اور وہ وضو کرے گا اور جب تک اس نے کوئی گفتگو نہ کی ہو تو وہ اپنی نماز پر بناء کرے گا اور نئے سرے سے نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

اور اگر کوئی آدمی سو گیا تھا پس اسے احتلام ہو گیا یا وہ پاگل ہو گیا یا اس پر غشی چھا گئی یا وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تو (ان سب صورتوں میں) وہ نئے سرے سے وضو کرے اور اسی طرح نماز بھی نئے سرے سے ہی پڑھے گا اور اگر اس نے اپنی نماز میں بھول کر یا جان بوجھ کر کچھ گفتگو کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اسے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بے وضوگی نے آ لیا تو وہ وضو کرے اور سلام پھیر دے اور اگر کسی نے اس حالت میں ہی (یعنی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد) جان بوجھ کر بے وضوگی پیدا کی یا کوئی بات چیت کی یا کوئی ایسا عمل کیا جو نماز کے منافی ہے (یعنی نماز کے خلاف جاتا ہے) تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور اگر کسی تیمم کرنے والے نے اپنی نماز کے دوران ہی پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی کو دیکھا یا کوئی آدمی مسح کرنے والا تھا تو اس کے مسح کرنے کی مدت گزر گئی یا

کسی نے عمل قلیل کے ساتھ اپنے موزے اتار دیئے یا کوئی ان پڑھ تھا تو (نماز کے دوران ہی) اس نے کوئی سورت پڑھنا سیکھ لیا یا کوئی ننگا تھا تو اس نے کپڑے کو پالیا یا کوئی اشارے سے نماز پڑھنے والا رکوع وسجود کرنے پر طاقت پا گیا یا اس کے ذمے اس سے قبل کوئی نماز تھی تو اسے یاد آ گیا یا پڑھنے والا امام تھا اس کا وضو جاتا رہا تو اس نے ان پڑھ کو خلیفہ بنا ڈالا یا فجر کی نماز میں سورج طلوع کر آیا یا جمعہ کی نماز میں نماز عصر کا وقت داخل ہو گیا یا کسی کھپچی (یعنی زخم کی پٹی پر باندھنے والی پھٹی) پر مسح کرنے والے کی پھٹی زخم ٹھیک ہونے کی وجہ سے گر گئی یا کوئی عورت بیماری کے خون میں مبتلا تھی تو وہ بری ہو گئی (یعنی بیماری کے اس خون سے پاک ہو گئی) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق تو (ان تمام صورتوں میں) ان افراد کی نماز باطل ہو گئی جبکہ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام صورتوں میں ان افراد کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

باب قضاء الفوائت

قضاء نمازیں

اور جس آدمی کی کوئی نماز فوت ہوگئی تو جب اسے وہ نماز یاد آئے تو اسے قضاء کرے اور اپنی اس قضاء نماز کو وقتی نماز سے پہلے پڑھے مگر صرف اس صورت میں کہ اسے وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ وقتی نماز کو فوت شدہ نماز سے پہلے پڑھے گا اور پھر اس کے بعد اس فوت شدہ نماز کو قضاء کر کے پڑھے گا اور جس کی کئی ایک نمازیں فوت ہوگئیں تو انہیں قضاء کرتے ہوئے وہ اس ترتیب کے ساتھ پڑھے گا جس ترتیب کے ساتھ وہ اصل میں اس کے ذمہ واجب (فرض) ہوئیں۔ مگر جب وہ فوت ہونے والی نمازیں پانچ نمازوں سے زیادہ ہوں تو ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی (یعنی اب ان میں ترتیب کا کوئی اعتبار نہ ہوگا)

باب اوقات التی تکرہ فیھا الصلوٰۃ

اوقاتِ مکروہ

سورج کے طلوع ہونے اور سورج کے غروب ہونے کے وقت اسی دن کی نماز عصر کے علاوہ کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں اور دوپہر کے وقت بھی کوئی نماز نہ پڑھے اور نہ جنازے پر نماز پڑھے اور نہ ہی تلاوت کا بھی سجدہ کرے اور نماز فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ان دونوں وقتوں (یعنی سورج طلوع اور غروب ہونے کے وقت) میں فوت ہونے والی نمازوں کو پڑھنے کے ساتھ کوئی خرابی نہیں اور ان وقتوں میں تلاوت کا سجدہ بھی کر سکتا ہے اور نمازِ جنازہ بھی پڑھ سکتا ہے مگر طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتا اور طلوع فجر (یعنی صبح صادق) کے بعد فجر کی دو سنتوں سے زیادہ کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور نماز مغرب سے قبل بھی کوئی نفل نماز نہ پڑھے

باب النوافل

نفل نمازیں (نفل سنت کے معنی میں بھی ہے)

دو رکعتیں طلوع فجر کے بعد، چار ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور چار عصر سے پہلے پڑھنا نماز میں سنت ہے اور عصر سے قبل چار رکعتوں سے اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھ لے اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور چار عشاء سے قبل اور چار عشاء کے بعد پڑھنا بھی سنت ہے عشاء کے بعد چار رکعتوں سے اگر چاہے تو دو بھی پڑھ سکتا ہے اور دن کی نفلی نمازیں اگر چاہے تو دو دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور اگر چاہے چار چار بھی پڑھ سکتا ہے۔ اس سے زیادتی کرنا مکروہ ہے اب رہ گئیں رات کی نفلی نمازیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتیں بھی پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے (فرمایا) اس پر زیادتی کرنا مکروہ ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رات کی نفل نمازوں میں ایک سلام کے ساتھ دو رکعتوں سے زیادہ نہ کرے (یعنی نہ پڑھے)

اور فرض نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے اور آخری دو رکعتوں میں آدمی کو اختیار دیا گیا ہے اگر چاہے سورۂ فاتحہ شریف پڑھ لے اور اگر اس کی مرضی ہو تو خاموش رہے اور اگر اس کا دل مانے تو تسبیح پڑھے اور نفل اور وتر نماز کی تمام کی تمام رکعتوں میں قرأت کرنا واجب ہے۔

جس نے نفل نماز پڑھنا شروع کر لی پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس نفل نماز کی قضاء پڑھے گا اب اگر اس نے چار رکعت نفل نماز پڑھنا شروع کی اور پہلی دو رکعتوں

میں اس نے قعدہ کیا (تشہد بیٹھا) اور آخری دو رکعتوں کی نماز کو توڑ دیا تو وہ دو رکعتوں کی قضا پڑھے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار رکعات کو قضاء کرے گا اور نفل نماز کھڑے ہونے کی طاقت ہونے کے باوجود بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کی پھر وہ بیٹھ گیا تو جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی مجبوری اور تکلیف کے سواء جائز نہیں اور جو آدمی شہر سے باہر ہو تو اس کی سواری جس سمت بھی جا رہی ہو وہ اپنی سواری پر اشارہ کرتے ہوئے نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔

باب مسجود السھو

بھول کا سجدہ کرنا

نماز میں کمی یا زیادتی کی صورت میں سلام کے بعد بھول کا سجدہ کرنا واجب ہے وہ آدمی دو سجدے کرے گا اس کے بعد تشہد پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا۔ جب کوئی آدمی اپنی نماز میں کوئی فعل جو نماز کی جنس سے تو ہے مگر اس نماز (یعنی جو نماز وہ پڑھ رہا ہے اس) سے اس کا کوئی تعلق نہیں یا کوئی ایسا فعل جسے سنت قرار دیا گیا ہے وہ اس نماز میں سے چھوڑ دے یا سورۂ فاتحہ شریف پڑھنا چھوڑ دے یا دعائے قنوت یا تشہد یا عیدین کی تکبیر پڑھنا چھوڑ دے یا وہ نماز جس میں آہستہ آواز سے قرأت کرنی ہو امام اس نماز میں اونچی آواز سے قرأت کر دے یا وہ نماز جس میں اونچی آواز سے قرأت کرنی ہوتی ہے امام اس نماز میں آہستہ آواز سے قرأت کر ڈالے تو ایسی صورتوں میں بھول کا سجدہ کرنا لازمی ہوتا ہے اور امام کا بھولنا مقتدی پر بھی سجدہ واجب کر دیتا ہے اب اگر امام نے سجدہ نہیں کیا تو مقتدی بھی سجدہ نہ کرے پس اگر مقتدی بھول چوک گیا تو اس سے امام پر سجدہ لازم نہیں ہوگا (اور امام کے پیچھے ہونے کی وجہ سے) مقتدی پر بھی سجدہ کرنا لازم نہیں ہوگا اور آدمی پہلے قعدے سے بھول گیا پھر وہ بیٹھنے کی حالت کے زیادہ قریب تھا تو اسے یاد آ گیا تو اس صورت میں حکم ہے کہ وہ لوٹے اور بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب تھا تو نہیں لوٹے گا اور بھولنے کا سجدہ کرے گا۔

پانچویں رکعت

اور اگر کوئی آدمی آخری قعدے سے بھول گیا اور پانچویں رکعت کے لئے کھڑا

ہو گیا تو جب تک اس نے سجدہ نہ کیا ہو وہ واپس قعدہ (بیٹھنے) کی طرف پلٹ آئے اور پانچویں رکعت کو لغو کر دے اور بھول جانے کی وجہ سے سجدہ کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کو سجدہ کے ساتھ مقید کر دیا یعنی پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس صورت میں اس کے فرض باطل ہو گئے اور اس کی یہ نماز نفل ہو جائے گی اور اب اس پر ضروری ہے کہ وہ ان پانچ رکعتوں کے ساتھ ایک چھٹی رکعت بھی ملا لے اور اگر کسی آدمی نے چوتھی رکعت میں قعدہ کر لیا ہو مگر پھر وہ سلام پھیرے بغیر اس قعدہ کو پہلا قعدہ خیال کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا تو جب تک اس نے پانچویں رکعت کے لئے سجدہ نہیں کیا قعدہ کی طرف واپس آ جائے اور سلام پھیرتے ہوئے بھولنے کا سجدہ کر لے اور اگر اس نے پانچویں رکعت سجدہ کے ساتھ مقید کر لی تو اب ان پانچ رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت بھی شامل کر لے اب اس طرح سے اس کی چار رکعت فرض نماز بھی مکمل ہو گئی اور دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور جسے اپنی نماز میں شک ہوا پس اسے معلوم نہ ہو سکے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور اس طرح سے بھول جانا اسے پہلی مرتبہ لاحق ہوا ہو تو وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اب اگر کوئی آدمی ایسا ہے جسے بھولنے کا عارضہ اکثر ہوتا رہتا ہے اگر اس کے لئے غالب گمان ہو سکتا ہو تو جس طرف اس کا گمان غالب ہو اسی پر بناء کر لے اور اگر اسے گمان غالب نہیں ہوتا تو پھر یقین پر بناء کرے گا۔

باب صلوٰۃ المریض

مریض کی نماز

جب کسی مریض پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اب اگر وہ بیٹھ کر بھی رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ رکوع و سجود اشارے کے ساتھ ادا کر سکتا ہے اور سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ نیچے کرے گا اور کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اس لئے بلند نہیں کر سکتا تا کہ وہ اس پر سجدہ کرے۔ اب اگر وہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں پاتا تو سیدھا لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی جانب کرتے ہوئے رکوع و سجود اشارے کے ساتھ بجا لائے اور اگر وہ پہلو کے بل لیٹ گیا اور اپنا چہرہ قبلہ کی جانب کر لیا اور اشارے کے ساتھ نماز پڑھی تو تب بھی جائز ہے اب اگر وہ اپنے سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی وہ اپنی آنکھ اپنے ابروؤں بھوؤں اور اپنے دل کے ساتھ بھی اشارہ نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ نماز کو مؤخر (لیٹ) کر سکتا ہے۔

رخصت کیسی اور کتنی؟

اب اگر وہ کھڑا ہونے کی تو طاقت رکھتا ہو لیکن رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہ پاتا ہو تو ایسے آدمی کے لئے کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اور اس کے لئے بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ پس جب کسی تندرست نے اپنی کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی پھر اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا تو وہ اپنی باقی نماز بیٹھ کر مکمل کرے اور اگر رکوع و سجود کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو رکوع و سجود وہ اشارے سے ادا کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو سیدھے لیٹنے کی حالت میں نماز پڑھے گا اور وہ آدمی جو

کسی مرض کی وجہ سے رکوع وسجود کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر اسی دوران وہ صحیح ہو گیا تو وہ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اپنی اسی نماز پر بناء کرے گا (یعنی اسے مکمل کرے گا)۔ اگر کسی نے اپنی کچھ نماز اشارے کے ساتھ پڑھ لی پھر وہ رکوع و سجود کرنے کے قابل ہو گیا تو اس صورت میں اسے نماز نئے سرے سے پڑھنا ہو گی اور وہ آدمی جس پر پانچ یا پانچ نمازوں سے کم وقت تک غشی چھائی رہی تو جب وہ صحیح ہو جائے تو وہ ان نمازوں کو قضاء کر کے پڑھے گا اب اگر بے ہوشی کے باعث اس کی پانچ سے بھی زیادہ نمازیں فوت ہو گئیں۔ تو اس صورت میں وہ انہیں قضاء نہیں کرے گا۔

باب سجدة التلاوة

آیت سجدہ سے سجدہ کرنا

قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں۔ ایک سورۂ اعراف کے آخر میں' سورۂ رعد میں' سورہ نحل میں' سورہ بنی اسرائیل میں' سورہ مریم میں' سورۂ حج میں پہلا سجدہ سورۂ فرقان میں' سورۂ نمل میں' سورۂ الم تنزیل میں' سورۂ ص میں' سورۂ حٰم السجدہ میں' سورہ النجم میں' سورہ انشقاق اور چودھواں سورۂ علق میں ہے۔ قرآن پاک کے ان مقامات میں پڑھنے اور سننے والے دونوں پر یہ سجدے واجب ہیں۔

ارادۂ غیر معتبر

اس بات کا کوئی لحاظ و اعتبار نہیں کہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ پس جب امام نے سجدہ والی آیت تلاوت کی تو اس کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ کرے گا اب اگر مقتدی نے سجدہ کی آیت تلاوت کر ڈالی تو اس سے نہ تو امام پر سجدہ لازم آتا ہے اور نہ ہی مقتدی پر کوئی سجدہ ہے اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے آدمی سے سجدہ کی آیت سن لی جو ان کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہے تو وہ اس آیت کا سجدہ نماز میں نہیں کریں گے بلکہ وہ اس آیت کا سجدہ نماز کے بعد ادا کریں گے اور اگر انہوں نے یہ سجدہ نماز میں ہی کر لیا تو نہ تو ان کی طرف سے یہ سجدہ ادا ہوگا اور ان کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور جس کسی نے نماز سے باہر آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ نہ کیا یہاں تک اس نے نماز شروع کر لی اور پھر وہی آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا تو اس کے اس آیت کو دو دفعہ پڑھنے پر بھی اس کی طرف سے یہ سجدہ

کافی ہوگا اور اگر اس نے سجدہ والی آیت نماز سے باہر تلاوت کی تو اب دوبارہ سجدہ کرے گا کیونکہ اب پہلا سجدہ کافی ثابت نہیں ہوگا اور جس کسی نے ایک ہی مجلس میں کوئی آیت سجدہ بار بار پڑھی تو اسے ان تمام کے لئے ایک ہی سجدہ کر لینا کافی ہوگا اور جو آیت کا سجدہ کرنے کا ارادہ کرے تو وہ تکبیر کہے مگر سر کو نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے لیکن اس پر نہ تو تشہد پڑھنا ہے اور نہ ہی سلام پھیرنا ہے۔

باب صلوٰۃ المسافر

مسافر کی نماز

وہ سفر جس کے ساتھ احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ انسان ایسی جگہ کا قصد کرے کہ اس کے اور اس جگہ کے درمیان اونٹ کے چلنے یا پیدل چلنے کی رفتار کے انداز سے تین دن میں طے ہونے والا فاصلہ ہو اور اس میں' پانی میں چلنے کی رفتار کے ساتھ اندازے کا کوئی اعتبار نہیں۔

پندرہ دن

اور مسافر کے لئے ہر چار رکعتی فرض نماز سے دو رکعتیں فرض ہیں اور اس پر ان سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں۔ اب اگر اس نے چار رکعتیں پڑھ لیں اور دوسرے قعدہ میں وہ تشہد کی مقدار بیٹھ گیا تو اسے دو رکعتیں تو اس کے فرضوں کی طرف سے کافی ہوں گی جبکہ آخری دو اس کے لئے نفل بن جائیں گی اور اگر دوسرے قعدہ میں وہ تشہد پڑھ لینے کے وقت تک نہیں بیٹھا تو سرے سے اس کی نماز ہی باطل ہو جائے گی جو کوئی سفر کے ارادے سے نکلے تو شہر سے گھروں سے (یعنی شہری آبادی سے) جدا ہوتے ہی وہ (چار رکعتوں والی فرض نماز سے) دو رکعتیں پڑھنی شروع کر دے گا اور یہ آدمی ہمیشہ مسافر کے حکم میں ہی رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ کسی شہر میں پندرہ یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے (جب اس نے ایسا کرلیا) تو اب اسے مکمل نماز پڑھنا لازم ہو گا پھر اگر اس نے پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی تو (اس صورت میں) وہ نماز مکمل نہیں پڑھے گا اور جو کوئی کسی شہر میں داخل ہوا اور اس نے وہاں پندرہ دن رکنے کی نیت بھی نہ کی اور یونہی کہتا رہا کہ میں کل نکل جاؤں گا یا پرسوں نکل جاؤں گا۔ یہاں

تک وہ اسی طریقے پر کئی سال وہاں رہتا رہا۔ تو وہ دو رکعتیں ہی پڑھتا آئے گا۔ جب کوئی لشکر میدان جنگ میں داخل ہوا اور انہوں نے وہاں پندرہ دن رکنے کی نیت بھی کر لی تو پھر بھی وہ مکمل نماز نہیں پڑھیں گے اور جب کوئی مسافر وقت باقی ہونے کے باوجود کسی مقیم کی نماز میں داخل ہو گیا (یعنی اس نے اس کی اقتداء کر لی) تو اب وہ نماز مکمل کرے گا اور اگر وہ اس کے ساتھ کسی قضاء نماز میں جا شامل ہوا تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور جب کوئی مسافر مقیم لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ خود تو دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دے گا جبکہ اس کے بعد مقیم لوگ اپنی نماز مکمل کر لیں گے اور اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب سلام پھیرے تو انہیں یہ کہہ دے کہ تم لوگ اپنی نماز مکمل کر لو کیونکہ ہم مسافر ہیں۔

اور جب کوئی مسافر اپنے شہر میں داخل ہو گیا تو اب وہ نماز مکمل پڑھے گا اور اگرچہ اس نے اس شہر میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ بھی کی ہو اور وہ آدمی جس کا کوئی ایک وطن تھا مگر اس نے وہاں سے منتقل ہو کر اس کے علاوہ کسی اور جگہ کو اپنا وطن بنا لیا۔ پھر وہ سفر پر چلا گیا اور اپنے پہلے وطن میں داخل ہو گیا تو وہ نماز مکمل نہ پڑھے (بلکہ قصر کرے) اور جس کسی مسافر نے مقام منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو تو وہ نماز پوری نہیں پڑھے گا اور مسافر کے لئے دو نمازوں کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فعلاً (یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے شروع وقت میں پڑھنے کے اعتبارت سے) تو جمع کر سکتا ہے جبکہ وقت کے اعتبار سے (یعنی دونوں نمازیں کسی ایک نماز کے وقت میں پڑھنے کے اعتبار سے) ایسا کرنا جائز نہیں اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی تکلیف اور مجبوری کے علاوہ ایسا کرنا جائز نہیں اور جس کی سفر میں کوئی نماز قضاء ہو گئی تو وہ اسے حضر (یعنی گھر اور وطن میں ہونے کی صورت میں بھی) دو رکعتیں ہی پڑھے گا اور جس کسی کی کوئی نماز حالت حضر میں قضاء ہو گئی تو وہ اس نماز کی سفر میں بھی چار رکعتیں ہی پڑھے گا اور گنہگار اور فرمانبردار حالت سفر میں چھوٹ اور آسانی ہونے کے معاملہ میں برابر ہیں۔

باب صلوٰۃ الجمعۃ

نماز جمعہ

شہر کی جامع مسجد یا شہر کی عیدگاہ کے علاوہ کسی جگہ نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں اور کسی دیہات میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

جمعہ کی امامت

اور بادشاہ یا وہ آدمی جسے بادشاہ نے حکم دے رکھا ہو اس کے علاوہ کسی کے لئے نماز جمعہ کی امامت کرنا جائز نہیں اور نماز جمعہ کی تمام شرائط میں ایک شرط وقت بھی ہے۔ پس جمعہ کی نماز ظہر کے وقت میں ہی صحیح ہوگی اس کے بعد صحیح نہیں ہوگی اور نمازِ جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط خطبہ ہے وہ یوں کہ امام دو خطبے پڑھے گا جن کے درمیان وہ ایک مرتبہ بیٹھنے کے ساتھ فاصلہ کرے گا اور خطبہ امام باوضو ہونے کی حالت میں کھڑے ہو کر پڑھے گا۔ اب اگر اس نے صرف اللہ عزوجل کا ذکر کرنا ہی کافی سمجھا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح سے لمبا ذکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں (یعنی لمبا ذکر ضروری ہے) یعنی اتنا لمبا ذکر جسے خطبہ کہا جا سکتا ہو۔ اب اگر کسی امام نے بیٹھ کر یا بغیر وضو کے خطبہ پڑھ دیا تو یہ جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے اور اس کی شرائط میں سے ایک شرط جماعت کا ہونا ہے اور اس کے لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم از کم امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا ہونا شرط ہے اور امام دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے گا اور اس کی دونوں رکعتوں میں کوئی سورت مقرر نہیں۔

واجب نہیں

اور مسافر، عورت، بیمار، بچے، غلام اور اندھے پر نماز جمعہ واجب نہیں اب اگر یہ لوگ حاضر ہوں اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں تو وقتی فرض ان کی طرف سے ادا ہو جائیں گے اور غلام، مسافر اور مریض آدمی کے لئے نماز جمعہ کی امامت کرانا جائز ہے اور جس نے جمعہ کے دن امام کی نماز سے قبل اپنے گھر میں ہی ظہر کی نماز پڑھ لی حالانکہ اسے کوئی تکلیف اور مجبوری بھی نہ تھی تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ جبکہ اس کا نماز پڑھ لینا جائز ہے پھر اسے نماز جمعہ میں حاضر ہونے کا خیال آیا پس وہ اس کی طرف چل پڑا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے نماز جمعہ کی طرف کوشش کی وجہ سے اس کی نمازِ ظہر باطل ہو جائے گی اور حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی نماز باطل نہیں ہوگی...... یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور معذور حضرات کا جمعہ کے دن نماز ظہر باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اور قیدیوں کا بھی یہی حکم ہے اور جو کوئی جمعہ کے دن امام کو پا لے تو وہ اس کے ساتھ نماز سے جس قدر پائے پڑھ لے اور اسی پر نماز جمعہ کی بناء کر لے اور اگر وہ امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پائے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر ہی جمعہ کی بناء کرے گا اور حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تو وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کا اکثر حصہ پا لے تو اس پر تو وہ نماز جمعہ کی بناء کرے لیکن اگر وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت کا بہت کم حصہ پائے تو اس پر وہ نماز ظہر کی بناء کرے گا۔

اور جمعہ کے دن جب امام نکل آئے (یعنی جمعہ پڑھانے کے لئے آ جائے) تو لوگ نماز پڑھنا اور گفتگو کرنا چھوڑ دیں یہاں تک کہ امام خطبہ پڑھنے سے فارغ ہو جائے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تک وہ خطبہ پڑھنا شروع نہ کرے اس وقت تک بات چیت کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور جب جمعہ کے دن مؤذن

حضرات پہلی اذان پڑھ دیں تو لوگ بیچنا اور خریدنا چھوڑ دیں اور نماز جمعہ کی طرف متوجہ ہوں (یعنی نماز جمعہ پڑھنے کے لئے چل پڑیں) پس جب امام منبر پر چڑھ آئے تو مؤذن منبر کے سامنے اذان پڑھے گا۔ پھر امام خطبہ پڑھے گا اور جب امام خطبہ پڑھنے سے فارغ ہو جائے تو لوگ نماز قائم کریں گے (یعنی اب جماعت ہو گی۔)

باب صلوٰۃ العیدین

عیدین کی نماز

عید الفطر کے دن انسان کے لئے عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے کوئی چیز کھالینا مستحب ہے اور وہ غسل کرے، خوشبو لگائے اور عمدہ لباس زیب تن کرے اور عید گاہ کی جانب چل پڑے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید گاہ کے رستے میں تکبیر نہیں کہے گا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تکبیر کہے گا اور عید گاہ میں نماز عید سے قبل کوئی نفل نماز نہ پڑھے۔ پس جب سورج طلوع ہونے کے باعث نماز پڑھنا جائز ہو جائے تو زوال کا وقت ہونے تک اس کے وقت کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ جب زوال کا وقت ہوا تو نماز عید پڑھنے کا وقت نکل گیا اور امام لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے گا۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین تکبیریں پڑھے۔ پھر سورہ فاتحہ شریف پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی ایک اور سورت بھی پڑھے گا پھر تکبیر کہے گا اور تکبیر کہنے کے ساتھ رکوع کرے گا۔ پھر دوسری رکعت میں پڑھنا (یعنی قرأت) شروع کرے گا اب جب قرأت سے فارغ ہوگا تو تین تکبیریں کہے گا اور چوتھی تکبیر کہنے کے ساتھ رکوع میں چلا جائے گا اور عیدین کی تکبیروں میں دونوں ہاتھ اٹھائے۔

دو خطبے

پھر نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے جن میں لوگوں کو صدقہ فطر اور اس کے احکام سکھائے اور جس کسی کی امام کے ساتھ نماز عید رہ جائے تو وہ اس کی قضا نہ کرے۔ اب اگر چاند لوگوں سے پوشیدہ ہو جائے اور لوگ امام (وقت) کے پاس زوال کے بعد چاند دیکھنے کی گواہی دے دیں تو وہ دوسرے لوگوں کو عید کی نماز

پڑھائے گا پھر اگر کوئی ایسی مجبوری بن جائے جو لوگوں کو دوسرے دن بھی نماز پڑھنے سے مانع ہو تو اس کے بعد وہ اس نماز عید کو نہیں پڑھیں گے اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کرنا' خوشبو لگانا اور نماز سے فارغ ہونے تک کھانے کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور تکبیریں کہتا ہوا عیدگاہ کی طرف جائے۔ عید الفطر کی طرح دو رکعت نماز عید الاضحیٰ پڑھے۔ اس کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا جن میں وہ لوگوں کو قربانی اور تکبیرات تشریق کی تعلیم دے گا۔ اب اگر کوئی ایسی مجبوری اور رکاوٹ لاحق ہو جائے۔ جو لوگوں کو عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے مانع ہو۔ تو وہ اس نماز کو دوسرے یا تیسرے دن پڑھا دے۔ جبکہ اس کے بعد وہ اس نماز کو نہیں پڑھائے گا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء قربانی کے دن سے نماز عصر کے بعد تک ہے اور حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تکبیرات تشریق قربانی کے دنوں میں سے آخری دن سے لے کر عصر کی نماز تک ہے اور یہ تکبیریں فرض نمازوں (کی جماعت) کے بعد کہنا ہوتی ہیں۔ تکبیریں یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

باب صلوٰۃ الکسوف

سورج گرہن کی نماز

جب سورج گرہن ہو جائے تو امام نماز نفل کی طرح لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے اور ہر رکعت میں رکوع ایک ہی ہے اور ان دونوں رکعتوں میں ہی لمبی قرأت کرے گا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام آہستہ آواز میں قرأت کرے گا جبکہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلند آواز سے قرأت کرے گا۔ اس کے بعد دعا مانگے گا اس وقت تک کہ جب سورج واضح ہو جائے اور نماز وہی امام پڑھائے گا جو لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتا ہے پس اگر امام موجود نہ ہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ ہی نماز پڑھیں گے اور چاند گرہن ہونے میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہر آدمی اپنی اپنی نماز پڑھے گا اور سورج گرہن میں خطبہ بھی نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الاستقاء

بارش طلب کرنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بارش مانگنے کے لئے باجماعت نماز مسنون نہیں ہے (یعنی سنت قرار نہیں دی گئی) پس اگر لوگوں نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لی تو جائز ہے اور بارش مانگنا صرف دعا اور بخشش طلب کرنا ہے امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے ان دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے پھر خطبہ دے اور قبلہ کی جانب منہ کر کے دعا مانگے اور امام تو اپنی چادر کو پلٹ دے گا جبکہ لوگ اپنی چادروں کو نہیں پلٹیں گے اور نماز استقاء میں ذمی لوگ حاضر نہ ہوں۔

باب قیام شہر رمضان

نماز تراویح

ماہِ رمضان میں لوگوں کا نمازِ عشاء کے بعد جمع ہونا مستحب ہے۔ امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے گا۔ ہر ترویحہ میں دو سلام ہوں اور امام دو ترویحوں کے درمیان ایک ترویح کی مقدار بیٹھے۔ پھر امام لوگوں کو وتر نماز پڑھائے گا اور ماہ رمضان المبارک کے علاوہ نماز وتر باجماعت نہیں پڑھی جاتی۔

باب صلوٰۃ الخوف

خطرے کی نماز

جب خطرہ بہت زیادہ ہو جائے تو امام لوگوں کے دو گروہ بنائے ایک دشمن کے سامنے مقابلہ پر رہے اور ایک اس کے پیچھے نماز ادا کرے۔ پس اس گروپ کو امام دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھائے گا۔ جب امام سجدہ سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آ جائے گا اب امام انہیں دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے گا اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے گا۔ جبکہ وہ (یعنی دوسرا گروہ) سلام نہیں پھیریں گے بلکہ وہ دشمن کے مقابل چلے جائیں گے اور پہلا گروہ آ جائے گا۔ اب وہ علیحدہ علیحدہ بغیر قرأت کے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں گے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں گے اور پھر دشمن کے مقابلے پر چلے جائیں گے اور پھر دوسرا گروہ آ جائے گا اور وہ قرأت کرتے ہوئے دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں گے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں گے۔ اب اگر امام مقیم آدمی ہو تو وہ پہلے اور دوسرے دونوں گروہوں کو دو دو رکعتیں پڑھائے گا اور نماز مغرب ہونے کی صورت میں پہلے گروپ کو دو رکعتیں اور دوسرے کو ایک رکعت پڑھائے گا اور وہ حالت نماز میں لڑائی نہ کریں گے۔ پس اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز جاتی رہے گی اور اگر خطرہ بہت ہی زیادہ ہو تو وہ اپنی اپنی سواری پر علیحدہ علیحدہ رکوع و سجود اشارے کے ساتھ ادا کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں اگر صورت حال اتنی شدید ہو کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکتے ہوں تو کسی بھی سمت منہ کر لیں (اور نماز پڑھ لیں)

باب الجنائز

نماز جنازہ

جب کسی کی موت قریب ہو تو اس کا منہ دائیں پہلو پر لٹاتے ہوئے قبلہ کی جانب کر دیا جائے اور اسے شہادتین کی تلقین کی جائے (یعنی اس کے سامنے کلمہ شریف پڑھا جائے تاکہ وہ بھی پڑھے) اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جبڑے باندھ دیں اور آنکھیں بند کر دیں۔ جب اسے غسل دینے لگیں تو اسے تختے پر رکھیں اور اس کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال دیں اور اس کے باقی کپڑے اتار لیں۔ اسے وضو کرائیں لیکن نہ تو اسے کلی کرائیں اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالیں۔ اب اس پر پانی بہائیں اور تختے کو طاق (یعنی تین پانچ یا سات مرتبہ) دھونی دی جائے اور پانی میں بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر اسے گرم کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو سادہ پانی (ہی کافی) ہے اور گلِ خیرو (ایک قسم کی گھاس) کے ساتھ اس کے سر اور ڈاڑھی کو دھویا جائے۔ پھر اسے بائیں جانب پہلو کے بل لٹایا جائے گا۔ اب اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دیا جائے گا یہاں تک کہ دیکھا جائے گا کہ وہ چیز جو میت کے ساتھ نیچے کی طرف متصل ہے ملی ہوئی ہے اس تک پانی پہنچ گیا ہے یا نہیں۔ پھر اسے کسی چیز کے ساتھ سہارا دیتے ہوئے بٹھا دیں گے اور اس کے پیٹ کو آہستہ ملیں گے تاکہ اگر اس سے کچھ خارج ہو تو وہ اسے دھو ڈالیں اور اسے غسل دوبارہ نہیں دیں گے پھر اسے کسی کپڑے کے ساتھ خشک کریں گے اور کفن پہنا دیا جائے گا اور اس کے سر اور ڈاڑھی پر حنوط (جو کہ ایک قسم کی خوشبو ہے) اور اس کے سجدہ کے اعضاء پر کافور لگا دی جائے گی۔

کفنِ سنت

سنت یہ ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں یعنی ازار' کفنی اور لفافہ کی صورت میں کفن دیا جائے گا۔ اگر وہ دو کپڑوں کو کافی سمجھیں تو یہ بھی جائز ہے اور جب وہ میت پر لفافہ لپیٹنے کا ارادہ کریں تو اس کی بائیں جانب سے ابتدا کریں پس لفافہ اس پر ڈال دیں۔ پھر (اسی طرح) دائیں جانب سے اب اگر میت سے کفن کے کھلنے کا خطرہ ہو تو اسے گرہ لگا دیں اور عورت کو پانچ کپڑوں یعنی ازار' کفنی' اوڑھنی یا دوپٹہ' سینہ بند جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے گا اور لفافہ میں کفن دیا جائے گا پھر اگر تین کپڑوں کو کافی سمجھیں تو یہ بھی جائز ہے اور دوپٹہ قمیص یعنی کفنی کے اوپر اور لفافے کے نیچے ہوگا اور اس کے بال اس کے سینے پر رکھ دیئے جائیں گے۔

امامت جنازہ

اور میت کے بالوں اور داڑھی میں کنگھا نہیں پھیرا جائے گا اور نہ ہی اس کے ناخن اور بال کاٹے جائیں گے اور میت کو کفن پہنانے سے قبل کفن کو طاق مرتبہ خوشبو لگائی جائے گی۔ جب ان امور سے فارغ ہو جائیں تو اب اس پر نماز پڑھیں۔ اگر بادشاہ موجود ہو تو وہ لوگوں میں سے اس پر نماز کی امامت کرانے کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر بادشاہ موجود نہ ہو تو پھر محلّہ کے امام کو مقدم کرنا مستحب ہے۔ اس کے بعد پھر ولی ہے اب اگر میت پر نماز جنازہ ولی اور بادشاہ کے علاوہ کسی اور آدمی نے پڑھا دی تو ولی اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور اگر ولی اس پر نماز جنازہ پڑھ چکا ہے۔ تو پھر اس میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ اگر میت پر نماز جنازہ پڑھے بغیر اسے دفنا دیا گیا تو تین دن تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے بعد نہیں اور نماز جنازہ پڑھانے والا بالکل میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہوگا۔

نمازِ جنازہ کیا ہے؟

نماز جنازہ یہ ہے کہ وہ تکبیر کہے اور تکبیر کہتے ہوئے اللہ عزوجل کی تعریف بیان کرے پھر تکبیر کہے اور تکبیر کہتے ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے پھر تیسری تکبیر کہے اور اب کی بار تکبیر کہتے ہوئے اپنے لئے میت کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگے پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے اور پہلی تکبیر کے علاوہ باقی کسی تکبیر میں بھی اپنے ہاتھ بلند نہیں کرے گا۔

مسجد میں جنازہ

ایسی مسجد جس میں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو اس میں کسی میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ جب میت کو اس کے تختے پر اٹھائیں' تو اسے اس کے چاروں پائیوں سے پکڑیں اور دوڑے بغیر اسے جلدی جلدی لے کر چلیں۔ جب میت کی قبر تک پہنچ جائے تو لوگوں کے لئے میت کندھوں سے اتار کر رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کو کھودا جائے گا اور لحد (سامی) بنائی جائے گی اور میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا جائے گا۔ جب میت کو لحد میں رکھا جا رہا ہو تو آدمی جو اسے رکھ رہا ہو وہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہے میت کا چہرہ قبلہ کی جانب کر دے اور کفن کی گانٹھیں کھول دی جائیں اور اس کی لحد پر کچی اینٹیں چن دی جائیں گی اور پکی اینٹیں اور لکڑی کے تختے لگانا مکروہ ہے۔ بانس وغیرہ کے لگانے میں کوئی خرابی نہیں۔ پھر اس پر مٹی ڈال دی جائے گی اور قبر چارکونی نہیں بلکہ کوہان نما بنائی جائے گیا ور جس بچے نے پیدا ہونے کے بعد کچھ آواز نکالی (اور پھر فوت ہو گیا) تو اس کا نام رکھا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر اس نے آواز نہ نکالی' تو اسے کپڑے میں لپیٹا کر دفنا دیا جائے گا۔ اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

باب الشہید

رُتبہ شہادت پانا

وہ آدمی جسے مشرکوں نے قتل کر دیا۔ یا وہ میدان جنگ میں فوت شدہ ملا اور اس پر زخم کا نشان بھی تھا یا اسے مسلمانوں نے ہی ظلماً قتل کر دیا اور اس کے قتل سے دیت (یعنی قتل کا بدلہ مال وغیرہ) بھی واجب نہ ہوا۔ تو ایسا آدمی شہید ہے۔ اسے کفن پہنایا جائے گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب کسی احتلام شدہ آدمی کو شہید کر دیا گیا تو اسے غسل دیا جائے گا اور بچے کا بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہید اور بچہ دونوں کو غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ شہید سے اس کا خون دھویا جائے گا اور اس کے کپڑے نہیں اُتارے جائیں گے۔ البتہ پوستین (چمڑے کا لباس) روئی سے بنے کپڑے، موزے اور ہتھیار وغیرہ اتار لئے جائیں گے اور مرفث (یعنی پرانا ہو چکا ہو اسے) غسل دیا جائے گا اور ارتثاث یعنی پرانا ہونا وہ اس کا کچھ کھانا یا پینا یا علاج کرانا ہے۔ یا اتنی مدت زندہ باقی رہنا ہے کہ اس پر ایک نماز کا وقت بیت جائے اور صورت حال یہ ہو کہ وہ عقل مند ہو یعنی ہوش میں ہو۔ یا میدان جنگ سے اسے زندہ منتقل کیا گیا ہو۔ جو حد یا قصاص میں قتل کیا گیا اسے غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور وہ شخص جو بغاوت و سرکشی اور ڈاکہ زنی کی وجہ سے مار دیا گیا اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ

کعبہ شریف میں نماز

کعبہ شریف میں فرض اور نفل دونوں طرح کی نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ اگر امام کعبہ شریف میں باجماعت نماز پڑھائے اور مقتدیوں میں سے کوئی مقتدی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کر لے تو یہ جائز ہے اور اگر ان میں سے کوئی اپنا چہرہ امام کے چہرے کی جانب کر لے تو یہ جائز تو ہے مگر مکروہ ہے اور ان میں سے جس نے اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کر لی' اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو لوگ کعبہ شریف کے اردگرد حلقہ (گول دائرہ) بنا لیں۔ امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اب ان میں یہ امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ شریف کے زیادہ قریب ہوگا۔ (اور اس کا اس طرح ہونا) امام کی سمت میں نہ ہو تو بھی اس کی نماز جائز ہوگی اور جس کسی نے کعبہ شریف کی چھت پر نماز پڑھ لی اس کی نماز بھی جائز ہوگی۔

باب کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کے مسائل

وہ آدمی جو آزاد ہو، مسلمان ہو، بالغ ہو، عقل مند ہو۔ جب وہ پورے نصاب کا مکمل طور پر مالک بن جائے اور اس پر پورا ایک سال بھی گزر گیا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بچے، پاگل اور مکاتب (وہ غلام جسے مالک نے کہا ہو کہ اتنی رقم ادا کردے تو تم آزاد ہو اس) پر زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ اس آدمی پر زکوٰۃ واجب ہے جس کے ذمہ اس کے مال جتنا ہی قرض بھی ہو اور اگر اس کا مال قرضے کی مالیت سے زیادہ ہے تو وہ زائد مال جب نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور رہنے کے گھروں، پہننے والے کپڑوں، گھر کے سامان، سواری کے جانوروں، خدمت کے غلاموں اور استعمال کیے جانے والے ہتھیاروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ صرف اسی نیت کے ساتھ ہی ادا کرنا جائز ہے۔ جو نیت زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ یا جس قدر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اسے علیحدہ کرنے کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور جس نے اپنا تمام مال صدقہ کردیا مگر زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت نہیں کی تھی تو بھی اس کے ذمے سے فرض ادا ہو جائے گی۔

باب زکوٰۃ الابل

اونٹوں کی زکوٰۃ

پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب پانچ ہو جائیں جنگل میں چرتے ہوں اور ان پر پورا ایک سال بھی گزر گیا ہو تو ایسی صورت میں ان کے نو ہونے تک ان پر بطور زکوٰۃ ایک بکری واجب ہوگی۔ جب دس ہو جائیں تو ان کے چودہ ہونے تک دو بکریاں ہوں گی۔ پھر جب پندرہ ہو جائیں تو ان کے بیس ہونے تک تین بکریاں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب بیس ہو جائیں تو چوبیس اونٹ ہونے تک ان میں چار بکریاں واجب ہوں گی۔ جب پچیس ہو جائیں تو ان میں ایک بنتِ مخاض (یعنی اونٹنی کا ایک سال کا بچہ) بطور زکوٰۃ واجب ہوگا اور یہ زکوٰۃ ان اونٹوں کے پینتیس ہونے تک برقرار رہے گی۔

کتنے اونٹ کتنی زکوٰۃ؟

جب اونٹوں کی تعداد چھتیس ہو جائے تو ان کے پینتالیس ہونے تک ان میں ایک بنت لبون (یعنی اونٹنی کا دو سال کا بچہ) زکوٰۃ واجب ہوگی پھر جب چھیالیس ہو جائیں تو ان کی تعداد کے ساٹھ ہونے تک ان میں بطور زکوٰۃ ایک حِقّہ (یعنی اونٹنی کا تین سالہ بچہ) واجب ہوگا۔ جب اونٹوں کی تعداد اکسٹھ ہو جائے تو پھر پچھتر ہونے تک ان میں ایک جذعہ (یعنی اونٹنی کا چار سالہ بچہ) واجب ہوگا۔ جب تعداد چھہتر ہو جائے تو نوے اونٹ ہونے تک ان کی زکوٰۃ میں اونٹنی کے دو دو سال کے دو بچے واجب ہوں گے۔ جب تعداد اکیانوے ہو جائے تو ایک سو بیس اونٹ ہونے تک ان میں اونٹنی کے تین تین سال کے دو بچوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس کے بعد پھر فریضہ

زکوٰۃ نئے سرے سے شروع کیا جائے گا۔ اب پانچ اونٹوں میں (ہیں ایک سو بیس بھی ان کے ساتھ ہی) ایک بکری اور دو حقے ہوں گے اور دس اونٹوں میں دو بکریاں، پندرہ میں تین، بیس میں چار اور پچیس اونٹوں میں ایک پچاس تک ایک بنت مخاض بطور زکوٰۃ واجب رہے گی۔ (پھر جب ان کی تعداد ایک سو پچاس ہو جائے) تو اب ان میں بطور زکوٰۃ تین حقے واجب ہوں گے۔ اس کے بعد فریضہ زکوٰۃ پھر نئے سرے سے شروع کیا جائے گا۔ پانچ اونٹوں میں ایک بکری، دس میں دو، پندرہ میں تین، بیس میں چار اور پچیس میں ایک بنت مخاض زکوٰۃ واجب ہوگی اور چھتیس اونٹوں میں ایک بنتِ لبون زکوٰۃ ہوگی۔ اب جب اونٹوں کی تعداد ایک سو چھیانوے ہو جائے تو ان میں زکوٰۃ کے چار حقے واجب ہوں گے اور دو سو اونٹ ہونے تک یہی زکوٰۃ رہے گی۔ اس کے بعد فریضہ زکوٰۃ ہمیشہ نئے سرے سے شروع کیا جائے گا۔ جیسے کہ ایک سو پچاس کے بعد والے جو پچاس اونٹ ہیں ان میں شروع کیا گیا تھا اور بختی اور عربی سب اونٹ ایک جیسے ہی ہیں۔

باب صدقۃ البقر

گائیوں کی زکوٰۃ

تیس سے کم گائیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔گائے کی تعداد جب تیس ہو جائے اور وہ جنگل میں چرنے والی ہوں اور ان پر پورا ایک سال بھی بیت گیا ہو تو ایسی صورت میں ان تیس گائیوں میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی زکوٰۃ ہے۔ چالیس میں گائے کا دو سالہ بچہ یا بچی ہے۔(یعنی نر یا مادہ) پس جب گائیوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہو جائے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گائیوں کی تعداد ساٹھ ہونے تک ان زائد گائیوں میں اس زیادتی کے حساب سے ہی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ پس ایک زائد گائے میں گائے کے دو سالہ بچے کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہو گی اور دو گائیوں میں گائے کے دو سالہ بچے کا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی اور تین گائیوں میں ــــ یعنی گائے کے دو سالہ بچے کے چالیس حصوں کے تین حصے واجب ہوں گے جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چالیس سے زائد گائیوں میں ان کی تعداد کے ساٹھ ہونے تک کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ اب ساٹھ گائیوں میں گائے کے ایک ایک سال کے دو بچے (نر یا مادہ) بطور زکوٰۃ واجب ہوں گے۔ ستر گائیوں میں گائے کا ایک دو سال کا اور ایک' ایک سال کا بچہ زکوٰۃ میں واجب ہو گا اور اسی گائیوں میں گائے کے دو دو سال کے دو بچے واجب ہوں گے۔ نوے گائیوں میں گائے کے ایک ایک سال کے تین بچے زکوٰۃ واجب ہو گی اور ایک سو گائیوں میں گائے کے دو بچے ایک ایک سال کے ایک بچہ دو سال کا زکوٰۃ میں واجب ہو گا اور اسی طریقے کے مطابق دس گائیوں میں زکوٰۃ کا فرض گائے کے ایک سالہ بچے سے دو سالہ بچے کی طرف تبدیل ہوتا رہے گا اور بھینس اور گائے زکوٰۃ کے معاملہ میں برابر ہیں۔

باب صدقۃ الغنم

بکریوں کی زکوٰۃ

چالیس سے کم بکریوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ جب بکریاں چالیس ہو جائیں اور وہ جنگل میں چرتی ہوں۔ ان پر ایک سال کا عرصہ بھی گزر گیا ہو۔ تو بکریوں کی تعداد ایک سو بیس ہونے تک ان میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہو گی پھر ایک سو بیس سے ایک بکری بڑھ جائے تو پھر دو سو بکریاں ہونے تک ان میں دو بکریاں زکوٰۃ ہو گی۔ اس کے بعد جب دو سو بکریوں سے ایک بکری زیادہ ہو جائے تو اب ان میں تین بکریاں زکوٰۃ ہو گی۔ پھر جب بکریوں کی تعداد چار سو ہو جائے۔ تو ان میں چار بکریاں زکوٰۃ ہو گی۔ پھر ہر سو بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوتی چلی جائے گی اور بھیڑیں اور بکریاں بھی زکوٰۃ کے مسئلہ میں برابر ہیں۔

باب زکوٰۃ الخیل

گھوڑوں کی زکوٰۃ

جب گھوڑے اور گھوڑیاں تمام کے تمام جنگل میں چرنے والے ہوں اور ان پر ایک سال کا عرصہ بھی گزر گیا ہو۔ تو (زکوٰۃ دیتے وقت) ان کے مالک کو یہ اختیار ہے۔ کہ وہ اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ دے دے اور اگر چاہے تو ان گھوڑوں کی قیمت لگوا کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم زکوٰۃ کے دے دے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں۔ (یعنی جب ان کے ساتھ گھوڑیاں نہ ہوں) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھوڑوں، خچروں اور گدھوں میں (بطور زکوٰۃ) کوئی شئے بھی (واجب) نہیں ہوتی۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب وہ تجارت کے لئے ہوں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونٹ بکری اور گائے کے چھوٹے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب ان کے ساتھ بڑے (جانور) ہوں اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں انہی میں سے ایک بطور زکوٰۃ واجب ہوگا۔ اور جس آدمی پر (یعنی گائے کا دو سالہ بچہ ہو) مگر وہ نہ مل رہا ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے اعلیٰ لے لے اور جو کچھ زکوٰۃ کی مقدار سے زائد ہو وہ اسے واپس کر دے۔ یا پھر اس سے اس سے کم درجہ کا جانور لے لے اور اس کے ساتھ (زکوٰۃ کی مقدار کے حساب سے جو دام) زائد (بنتے ہوں وہ) بھی لے لے۔ زکوٰۃ میں قیمتوں کا دینا جائز ہے اور کام میں استعمال کئے جانے والے اور بوجھ اٹھانے والے اور گھروں پر چارہ کھانے والے (گھوڑوں) پر

زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ لینے والا نہ انتہائی اعلیٰ درجہ کا مال لے اور نہ ہی انتہائی ردی (بیکار قسم کا) مال لے بلکہ درمیانے درجہ کا مال لے۔

مال اور جانور

اگر کسی آدمی کے پاس ایک (قسم کے مال کا) نصاب رہا پھر اس نے سال کے دوران ہی اس طرح کا ہی کچھ اور مال بھی کما لیا تو وہ اس مال کو بھی اپنے مال کے ساتھ ملا کر تمام کے تمام مال کی (اکٹھی) زکوٰۃ دے گا اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) جانور وہ ہیں۔ جو سال کا زیادہ حصے باہر چرنے پر اکتفاء کرتے ہوں۔ اب اگر اس نے چھ ماہ یا اس سے زیادہ ان جانوروں کو گھر پر چارہ کھلایا تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے نہ کہ عفو میں (یعنی عمدہ مال میں) اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال تباہ ہو گیا تو ایسے آدمی سے فریضہ زکوٰۃ گر جائے گا۔ (یعنی نہ رہے گا) اور اگر اس نصاب کا مالک ہونے کی صورت میں سال گزرنے سے قبل ہی زکوٰۃ ادا کر دی تو بھی جائز ہے۔

باب زکوٰۃ الفضۃ

چاندی کی زکوٰۃ

اب چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب بیان کیا جا رہا ہے کہ دوسو درہموں سے کم (اور آج کل دوسو درہموں کے حساب سے جتنی مالیت بنتی ہے) اتنی مالیت کی چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ تو جب چاندی کی مالیت دوسو درہم ہو جائیں اور ان پر ایک پورا سال بھی گزر گیا ہو تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہو گی اور وہ درہم جو دوسو درہموں سے زیادہ ہوں۔ ان میں چالیس درہم ہونے تک کچھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ جب چالیس درہم ہو جائیں گے تو ان میں ایک درہم زکوٰۃ ہو گی اور پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چالیس درہموں میں ایک درہم زکوٰۃ ہو گی۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا دوسو سے زائد درہموں میں ان کے حساب سے ہی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگر کسی شئے پر چاندی کا غلبہ ہو گا تو وہ چاندی کے حکم میں ہو گی اور اگر اس چیز پر ملاوٹ' کھوٹ غالب ہو گا تو وہ سامان کے حکم میں ہو گی اور اس قسم کی اشیاء میں ان کی قیمت کے نصاب کی حد تک پہنچنے کا اعتبار کیا جائے گا۔

باب زکوٰۃ الذھب

سونے کی زکوٰۃ

اب سونے کی زکوٰۃ کا نصاب بیان کیا جائے گا۔ بیس مثقال (چیزیں تولنے کے ایک خاص وزن کا نام ہے) سے کم سونے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ پس جب سونا بیس مثقال ہو جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ بھی گزر گیا ہو تو اس میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہو گی۔ پھر ہر چار مثقال میں دو قیراط زکوٰۃ واجب ہو گی (قیراط بھی ایک خاص وزن کو کہتے ہیں) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بیس مثقال سے زائد سونا ہو گا اس پر اس زیادتی کے حساب سے ہی زکوٰۃ ہو گی۔ سونے چاندی کی ڈلیوں (ٹکڑوں) میں اور سونے چاندی کے برتنوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

باب زکوٰۃ العروض

سامان تجارت کی زکوٰۃ

تجارت کا سامان خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو۔ جب اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کی قیمت جتنی ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور سونے چاندی میں سے وہ اپنے سامان کی قیمت ایسی چیز سے لگائے جو غریب اور مسکین لوگوں کو زیادہ نفع دینے والی ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے سامان تجارت کی قیمت اسی چیز کے ساتھ لگائے گا جس کے ساتھ (قیمت لگاتے ہوئے) اس نے اسے خریدا تھا۔ اب اگر اس نے اسے بغیر روپے پیسے کے خریدا تھا۔ تو اس کی قیمت وہ نقدی جو شہر میں عام طور پر چل رہی ہے اس کے ساتھ لگائے گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر حال میں وہ شہر میں عام طور پر چلنے والے سکے کے ساتھ ہی اس سامان کی قیمت لگائے۔ جب نصاب سال کی دونوں طرفوں (یعنی شروع اور آخر) میں مکمل ہو تو درمیان سال میں نصاب کا کم ہو جانا فریضہ زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتا (گراتا نہیں ختم نہیں کرتا) اور سامان کی قیمت سونے اور چاندی کے ساتھ ملائی جا سکتی ہے اور ایسے ہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیمت کے لحاظ سے سونے کو چاندی کے ساتھ ملا لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ نصاب مکمل ہو جائے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ (یعنی امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) نے فرمایا قیمت کے اعتبار سے سونے کو چاندی کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا بلکہ اجزاء (یعنی حصوں) کے اعتبار سے ملایا جائے گا۔

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لکڑی، بانس اور گھاس کے علاوہ جو کچھ بھی زمین کی پیداوار ہو وہ کم ہو یا زیادہ اور اس بات کا بھی کوئی لحاظ نہیں کہ اسے نہری پانی سیراب کرتا ہے یا بارش کا پانی سیراب کرتا ہے۔ اس میں عشر (یعنی دسواں حصہ بطور زکوٰۃ) واجب ہوگا۔

اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عشر واجب ہی نہیں ہوتا۔ مگر صرف ایسی چیزوں (یعنی زمین یا درختوں) میں ہی واجب ہوتا ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے تو جب وہ پھل پانچ وسق (۲۸ سیر کا وزن ہے) ہو جائے اور وسق آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاع کے مطابق (یعنی اس سے اندازہ لگانے کے ساتھ ساتھ صاع کا بنتا ہو۔ اور (صاع ایک پیمانے کا نام ہے جو دو سو چونتیس تولے وزن کا ہوتا ہے) اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہے۔ اور (وہ کھیت) جو کسی بڑے ڈول بیلوں یا اونٹنی پر پانی لا کر کے سیراب کیے جاتے ہیں۔ ان میں دونوں قولوں کے مطابق نصفِ عشر واجب ہوتا ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اشیاء جو وسق (پیمانے) کے ساتھ نہیں بیچی جاتیں مثال کے طور پر جیسے زعفران اور روئی وغیرہ تو ان میں عشر واجب ہوگا جب ان کی قیمت ادنیٰ درجہ کے پانچ وسق کی قیمت جو چیز وسق کے تحت داخل ہوتی ہے۔ (یعنی اس سے ناپی جاتی ہے) اسے پہنچ جائے تو اس میں عشر واجب ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب پیداوار پانچ عدد اعلیٰ (یعنی اعلیٰ قسم کی پیداوار پانچ وسق) سے اس مقدار تک پہنچ

جائے جس کے ساتھ اس قسم کی چیزوں کا حساب لگایا جاتا ہے تو اس میں عشر واجب ہو گا۔ اب روئی میں پانچ بوجھوں (یعنی گولوں یا گٹھڑیوں) کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور زعفران میں پانچ سیر کا اعتبار کیا جائے گا۔ وہ شہد جو عشر والی زمین سے حاصل کیا گیا ہو وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں بھی عشر واجب ہو گا جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شہد میں اس وقت عشر واجب ہو گا جب وہ دس مشکیزوں (مٹکوں) جتنا ہو جائے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانچ فرق شہد ہو جانے کی صورت میں عشر ہو گا۔ اور فرق ایک وزن کا نام ہے جو چھتیس عراقی رطلوں کا بنتا ہے اور خراجی زمین (جس پر ٹیکس لگایا گیا ہو اس) کی پیداوار میں عشر واجب نہیں ہوتا۔

باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز

وہ لوگ جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے یا ناجائز

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنَ الآیتہ۔

''ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا زکوٰۃ تو انہی لوگوں کے لئے ہے جو محتاج اور نرے نادار ہوں۔'' (پارہ نمبر۱۰ سورہ توبہ آیت نمبر۶۰ ترجمہ از کنز الایمان)

مستحق حضرات

اب ان لوگوں کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے مؤلف القلوب والے (یعنی جن لوگوں کے اسلام لے آنے کی امید ہو وہ) نکل گئے کیونکہ اب اللہ عزوجل نے دین اسلام کو عزت و طاقت عطا فرمادی ہے اور دین اسلام کو ان لوگوں سے بے نیاز فرمادیا ہے اور فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس مال و دولت سے کچھ نہ کچھ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور عامل نے (یعنی مال زکوٰۃ اکٹھا کرنے والے نے) اگر کام کیا ہو تو اس کے کام کے مطابق اسے (مال) دے اور فی الرقاب کا مطلب یہ ہے کہ مکاتب غلاموں کی گردنیں چھڑانے یعنی انہیں آزاد کرانے میں ان کی مدد کی جائے گی اور غارم سے مراد وہ آدمی ہے جس پر کوئی قرضہ ہو اور فی سبیل اللہ کی تفسیر وہ آدمی ہے جو نمازیوں سے جدا ہو گیا ہو اور ابن السبیل سے مراد وہ آدمی ہے جس کا مال و دولت اس کے وطن میں ہو اور وہ دوسری کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں اس کے پاس (مال و دولت سے) کچھ بھی نہ ہو تو یہ زکوٰۃ کے مصارف (یعنی مال زکوٰۃ خرچ کرنے کی جگہیں) ہیں۔

مسجد بنانا کفن پہنانا

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ زکوٰۃ خواہ ان میں سے ہر ایک کو دی جائے۔ خواہ (دینے والا) ان میں سے محض ایک قسم کے لوگوں کو دینے پر ہی اکتفاء کرے۔ اور ذمی کو زکوٰۃ دینا اور مال زکوٰۃ کے ساتھ مسجد بنانا اور میت کو مال زکوٰۃ سے کفن پہنانا جائز نہیں۔ مال زکوٰۃ کے ساتھ آزاد کرنے کے لئے غلام نہ خریدا جائے اور نہ مالدار آدمی کو زکوٰۃ دی جائے اور نہ ہی زکوٰۃ دینے والا اپنے باپ اور دادا کو زکوٰۃ دے اگرچہ وہ اوپر کی جہت سے ہوں (یعنی آباؤ اجداد کی جہت سے ہوں یا ماں نانی کی طرف سے) اور نہ اپنے بیٹے اور نہ اپنے بیٹے کے بیٹے ہو یعنی پوتے کو بھی زکوٰۃ نہ دے۔ اگرچہ وہ اس سے نیچے ہوں (یعنی برابر ہے چاہے وہ مردوں کی جہت سے ہوں یا عورتوں کی جہت سے چھوٹے یا بڑے) اور نہ ہی اپنی ماں اور نانی کو زکوٰۃ دے گا اگرچہ وہ اوپر کی جانب سے ہوں نہ ہی اپنی بیوی کو دے گا۔

جنہیں زکوٰۃ نہیں لگتی

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیوی اپنے شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ نہ ہی (زکوٰۃ دینے والا) اپنے مکاتب' اپنے غلام اور نہ کسی مالدار کے غلام اور کسی مالدار کے چھوٹے بچے کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور مزکی (یعنی زکوٰۃ دینے والا) بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ بنو ہاشم وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ' حضرت عقیل اور حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں اور اس طرح ان لوگوں کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی مزکی نے ایک آدمی کو فقیر خیال کرتے ہوئے زکوٰۃ دے دی۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ تو امیر آدمی تھا'

یا ہاشمی تھا' یا کافر تھا' یا اس نے اندھیرے میں (اپنی طرف سے) کسی فقیر کو زکوٰۃ دے ڈالی۔ پھر پتہ چلا کہ وہ تو اس کا باپ یا اس کا بیٹا تھا تو (امام صاحب نے فرمایا کہ) اس پر اعادہ نہیں یعنی وہ زکوٰۃ دوبارہ نہیں دے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ دے اور اگر کسی نے ایک آدمی کو زکوٰۃ دے دی پھر علم ہوا کہ وہ تو اسی کا غلام یا مکاتب ہے تو تمام آئمہ کرام کے قول کے مطابق (یہ زکوٰۃ دینا) جائز نہیں ہوگا اور کسی بھی طرح کسی مال سے جو آدمی نصاب کا مالک ہو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور وہ آدمی جو نصاب سے کم مال کا مالک ہو اگرچہ وہ تندرست اور سخت مند مزدوری کرنے والا ہی (یعنی کمانے والا ہی کیوں نہ) ہو اسے زکوٰۃ دے دینا جائز ہے اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ لے جانا مکروہ ہے بلکہ ہر قوم کی زکوٰۃ اسی قوم کے لوگوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ مگر صرف اس صورت میں (زکوٰۃ تقسیم نہیں کی جائے گی) جب کسی آدمی کو وہ زکوٰۃ اپنے قریبی رشتہ داروں کے پاس لے جانے یا کسی ایسے شہر کے لوگوں کے لئے لے جانے کی ضرورت ہو۔ جو اس کے اپنے شہر کے لوگوں سے زکوٰۃ کے زیادہ محتاج ہوں۔

باب صدقۃ الفطر

صدقہ فطر

جو آدمی آزاد مسلمان ہے۔ تو جب وہ اتنے مال کا مالک ہو جو نصاب کی مقدار ہے اور وہ مال اس کے رہنے کی جگہ' کپڑوں' سامان' گھوڑے' ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زائد ہو تو ایسے آدمی پر صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے اور صدقہ فطر وہ اپنی جانب سے اپنی چھوٹی اولاد کی جانب سے اور اپنے خدمت کے علاوہ غلاموں کی جانب سے بھی ادا کرے گا اور اپنی بیوی اور اپنی بڑی اولاد کی طرف سے وہ صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا اگرچہ وہ اس کی ذمہ داری میں رہ رہے ہوں۔ اس طرح وہ اپنے مکاتب اور اپنے تجارتی غلاموں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نہیں نکالے گا۔ وہ غلام جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو اس کا صدقہ فطر ان میں سے کسی پر بھی واجب نہیں ہوتا اور مسلمان آدمی اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے گا اور صدقہ فطر نصف صاع گندم یا کھجور یا کشمش یا جو کا ایک صاع ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک آٹھ عراقی رطلوں کا ایک صاع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک صاع سوا پانچ رطلوں کا ہوتا ہے اور صدقہ فطر کا واجب ہونا عید کے دن سے لے کر کے فجر ثانی کے طلوع ہونے کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو جو آدمی اس سے پہلے ہی فوت ہو گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہو گا اور لوگوں کے لئے عید کے دن عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر دینا مستحب ہے پھر اگر انہوں نے عید کے دن سے قبل ہی صدقہ فطر دے دیا تو بھی جائز ہے اور اگر انہوں نے اسے عید کے دن سے لیٹ کر دیا تو بھی ان سے ساقط نہیں ہو گا اور ان پر اس کی ادائیگی لازم رہے گی۔

باب کتاب الصوم

روزہ و مسائل روزہ

روزہ کی واجب اور نفل دو قسمیں ہیں۔ واجب کی پھر دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو معین وقت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جیسے کہ ماہ رمضان المبارک اور نذرِ معین کے روزے ہیں۔ بس یہ روزے رات کو نیت کر لینے کے ساتھ جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر ان روزوں کی رات کو نیت نہ بھی کرے تو صبح ہونے تک وہ وقت جو رات اور زوال کے درمیان اس میں نیت کر لینا بھی ان روزوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

اور دوسری قسم واجب کی وہ ہے جو کسی کے ذمہ میں ثابت ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر جیسے ماہِ رمضان المبارک کے قضاء روزے اور نذر مطلق کے روزے اور کفارہ کے روزے ہیں اور یہ روزے صرف رات کو نیت کرنے کے ساتھ ہی جائز ہوتے ہیں اور ظہار کے روزہ کا بھی یہی حکم ہے اور نفلی ہر طرح کے روزے زوال سے قبل نیت کر لینے سے جائز ہو جاتے ہیں۔

چاند دیکھنا

اور لوگوں کو چاہئے کہ ماہِ شعبان المعظم کی انتیس تاریخ کو غور سے چاند دیکھیں اب اگر وہ چاند دیکھ لیں تو روزہ رکھ لیں لیکن اگر ان پر چاند پوشیدہ رہے تو پھر وہ ماہ شعبان کے تیس دن مکمل کریں اور پھر روزہ رکھیں اور وہ آدمی جس نے تنہا چاند دیکھ لیا تو امام اگرچہ اس کی گواہی قبول نہ کرے۔ وہ روزہ رکھ لے گا۔ لیکن آسمان میں بادل وغیرہ ہوں تو ایسی صورت میں امام عادل فرد واحد کی گواہی بھی چاند دیکھنے کے بارے

قبول کر لے گا۔ اب وہ فرد واحد مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ہو۔ مگر جب آسمان میں کوئی گھٹا' بادل وغیرہ نہ ہوں تو ایسی صورت میں ایک ایسی جماعت کہ جس کے بتانے سے یقین آ جاتا ہو ان کے چاند دیکھنے تک کوئی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور روزہ کا وقت فجر ثانی کے طلوع سے لے کر کے سورج غروب ہونے تک ہوگا۔

روزہ قائم ہے

اور روزہ دن کے وقت نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا ہے۔ اب اگر روزہ دار نے کوئی شے کھا لی یا پی لی یا بھول کر جماع کر لیا تو روزہ افطار نہیں ہوگا۔ پس اگر روزہ دار سو یا تو اسے احتلام ہو گیا یا اس نے اپنی بیوی کو دیکھا انزال ہو گیا یا اس نے تیل لگا لیا' یا پچھنے لگوائے یا سرمہ لگایا یا بوسہ لے لیا تو ان چیزوں سے روزہ افطار نہیں ہوگا۔ پھر اگر بوسہ لینے یا چھو لینے سے آدمی کو انزال ہو گیا تو اس پر روزہ کی قضاء تو ہوگی البتہ کفارہ نہیں ہوگا۔ جب کسی کو اپنے آپ پر بھروسہ واطمینان ہو تو اس صورت میں بوسہ لے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اطمینان اور بھروسہ نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ اگر کسی کو بے اختیار قے (الٹی) آ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

قضاء

جب کسی نے جان بوجھ کر منہ بھر کر کے قے کر دی۔ تو اس پر اس روزہ کی قضاء کرنا لازم ہو جاتی ہے اور جس کسی نے سنگریزہ (چھوٹا کنکر) یا لوہا کوئی گٹھلی نگل لی تو اس کا روزہ افطار ہو گیا اور وہ اس کی قضاء کرے گا۔

قضاء مع کفارہ

وہ آدمی جس نے ارادے سے دو رستوں میں سے کسی ایک میں جماع کر لیا یا کوئی ایسی شے کھا لی یا پی لی کہ جس کے ساتھ غذائیت حاصل کی جا سکتی ہے۔ یا وہ چیز جس کے ساتھ دوا دارو کیا جاتا ہے تو ایسے آدمی پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے

ہیں اور روزہ کا کفارہ ظہار کے کفارہ جیسا ہی ہے۔

صرف قضاء

اور وہ آدمی جس نے فرج کے علاوہ کسی جگہ میں جماع کیا۔ پس اسے انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہوگی مگر کفارہ نہیں ہوگیا۔ اور ماہ رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کے علاوہ کوئی اور روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا اور وہ آدمی جس نے حقنہ کرایا (یعنی پچکاری کے ذریعے دوا لینا) یا ناک میں دوا ڈالی یا اپنے کان میں دوا کا قطرہ ٹپکایا یا پیٹ یا سر کے زخم پر ایسی تر دوائی لگائی کہ اس کا اثر اس کے پیٹ یا دماغ تک چلا گیا تو ایسے آدمی کا روزہ نہ رہا اور اگر کسی نے اپنے عضو مخصوص کے سوراخ میں دوا کا قطرہ ڈالا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ افطار نہیں ہوا (یعنی اپنی حالت پر قائم ہے) جبکہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا روزہ افطار ہو گیا اور جس کسی نے منہ سے کوئی شئے چکھی تو اس کا روزہ تو افطار نہیں ہوگا البتہ یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ جب عورت کے لئے بچے کو کھانا چبا کر دینے کے علاوہ کوئی صورت ہوسکتی ہو تو عورت کے لئے کھانا چبانا مکروہ ہے اور مصطگی (ایک زرد رنگ کی گوند) چبانا روزے کو نہیں توڑتا لیکن مکروہ ہے۔

مریض اور مسافر

وہ آدمی جو ماہ رمضان المبارک میں بیمار پڑ گیا اور یہ خطرہ ہوا کہ اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ روزہ نہ رکھے اور وہ اس روزہ کی قضاء کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی مسافر ہو اور روزہ رکھ لینے میں اسے تکلیف اور نقصان بھی نہ ہوتا ہو تو اس کے لئے روزہ رکھ لینا ہی زیادہ بہتر ہے اور اگر اس نے روزہ نہ بھی رکھا اور قضا کر لی تو بھی جائز ہے اور اگر مسافر اور مریض اسی حالت میں ہی (یعنی مریض بیماری میں اور مسافر سفر میں) وفات پا گئے تو ان کے ذمے قضاء کرنا

لازم نہیں ہوگا اور مریض صحیح ہو گیا اور مسافر اقامت اختیار کر گیا تو ان دونوں کے ذمے صحت اور اقامت کے اندازے کے مطابق روزوں کی قضاء اور ماہ رمضان المبارک کے روزے چاہے تو الگ الگ قضاء کر لے خواہ لگاتار کر لے۔ اگر اس نے اس ماہ رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء اتنی لیٹ کر دی کہ دوسرا ماہ رمضان المبارک آ گیا۔ تو وہ دوسرے ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھے پہلے ماہ رمضان کے روزوں کی قضاء اس کے بعد کرے۔ جبکہ اس پر فدیہ نہیں ہوگا۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں جب اپنے بچوں کے معاملہ میں فکرمند ہوں تو انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر وہ ان روزوں کی قضاء کریں گی اور ان پر بھی کوئی فدیہ نہیں ہوگا۔ وہ انتہائی بوڑھا آدمی جو روزہ رکھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو روزہ نہ رکھے اور جیسے کفاروں کی ادائیگی میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی روزانہ کسی مسکین کو کھانا کھلائے گا۔

وہ آدمی جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمے ماہ رمضان المبارک سے روزوں کی قضاء ہو۔ اس بارے اس نے وصیت بھی کی ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزانہ کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا کھجوروں یا جو کا ایک صاع کھلائے گا یا دے دے۔ وہ آدمی جس نے کوئی نفلی روزہ شروع کیا اور پھر اسے توڑ دیا تو وہ روزہ کی قضاء کرے گا۔

بالغ یا مسلمان ہونا

اور جب ماہ رمضان میں کوئی (مسلم) بچہ بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو یہ حضرات باقی دن (کھانے پینے سے) رکے رہیں گے اور اس دن کے بعد سے لے کر پھر وہ باقاعدہ روزے رکھنے لگ جائیں گے۔ جو روزے گزر چکے وہ ان کی قضاء نہیں کریں گے اور جو آدمی ماہِ رمضان المبارک میں غش کھا گیا بیہوش ہو گیا تو وہ اس دن کی جس میں اسے یہ بیہوشی لاحق ہوئی قضاء نہیں کرے گا۔ جبکہ اس کے بعد روزوں

کو قضاء کرے گا۔ جب کسی پاگل آدمی کو ماہ رمضان المبارک کے باقی ماندہ کچھ دنوں میں کچھ تندرستی نصیب ہوگی تو وہ باقی ماندہ روزے رکھے گا اور جو پاگل پن کی حالت میں گزر گئے ان روزوں کو قضاء کرے گا۔ جب کسی عورت کو حیض یا نفاس (کا خون) آ جائے تو وہ اپنا روزہ افطار کر لے۔ جب مسافر منزل پر پہنچ جائے یا کوئی حائضہ عورت حیض سے پاک ہو جائے تو یہ لوگ باقی دن کھانے پینے سے باز رہیں گے۔ جس آدمی نے یہ سمجھتے ہوئے سحری کھالی کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی یا کسی نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ روزہ افطار کر لیا۔ پھر پتہ چلا کہ فجر تو طلوع ہو چکی ہے یا ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو وہ اس دن کی قضاء کرے گا۔ اس پر کفارہ دینا لازم نہیں ہوگا۔ جو آدمی تنہا عید الفطر کا چاند دیکھ لے تو وہ روزہ افطار نہیں کرے گا اور جب آسمان میں کوئی گھٹا بادل وغیرہ ہوں تو امام عید الفطر کا چاند دیکھنے میں کوئی گواہی قبول نہیں کرے گا۔ مگر جب دو آدمی یا ایک آدمی یا دو عورتیں گواہ ہوں تو ایسی صورت میں وہ گواہی قبول کر لے گا لیکن اگر آسمان ابر آلود نہ ہو تو پھر وہ ان لوگوں کی بھی گواہی قبول نہیں کرے گا۔ جب تک ایک ایسی جماعت گواہی نہ دے کہ جس کے خبر دینے سے یقین آ جاتا ہو۔

باب الاعتکاف

اعتکاف بیٹھنا

اعتکاف بیٹھنا مستحب ہے۔ اعتکاف روزے کے ساتھ اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کا نام ہے۔ اعتکاف بیٹھنے والے پر جماع کرنا' چھونا اور بوسہ وغیرہ لینا حرام ہوتا ہے۔ اگر اسے بوسہ لینے یا چھونے کے ساتھ انزال ہو گیا تو ایسے آدمی کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس آدمی پر اس اعتکاف کی قضاء کرنا لازم ہو گا۔ اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت انسانی یا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے علاوہ مسجد سے نہیں نکل سکتا۔

خرید وفروخت اور اعتکاف

خریدنے یا بیچنے والی شئے کو مسجد میں لائے بغیر (معتکف کے لئے) مسجد میں خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اعتکاف کرنے والا بھلائی و نیکی کی بات کے علاوہ کلام نہ کرے اور بالکل ہی خاموش رہنا بھی اس کے لئے مکروہ ہے۔ اب اگر اعتکاف کرنے والے نے دن یا رات کے وقت بھول کر یا جان بوجھ کر جماع کر لیا (دونوں صورتوں میں) اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر مجبوری کے اگر ایک لحہ کے لئے بھی مسجد سے باہر چلا گیا تو اس کا اعتکاف جاتا رہے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اعتکاف نہیں ٹوٹے گا یہاں تک کہ اگر وہ نصف دن سے زیادہ وقت تک مسجد سے باہر رہا۔ تو ٹوٹ جائے گا۔ جس نے اپنے آپ پر کچھ دنوں کا اعتکاف لازم کیا تو اس پر ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہو گا۔ اس نے اس امر میں اگرچہ مسلسل دنوں کی شرط نہ بھی لگائی تب بھی اعتکاف کے دن مسلسل ہی ہوں گے۔

باب الحج

حج افراد یا مفرد

آزاد، مسلمان، بالغ، عقلمند اور تندرست آدمی جب وہ ایسے زادِ راہ اور سواری پر قدرت رکھتا ہو۔ جو اس کے رہنے کے گھر اور ضروریات سے زائد ہو۔ تو ایسے آدمی پر حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ نیز وہ خرچ و اخراجات حج سے واپس آنے تک کے وقت کے لئے بچوں کے خرچے سے بھی زائد ہوں۔ اور راستے میں کسی قسم کا کوئی ڈر، خوف اور خطرہ بھی نہ ہو۔ عورت کے حق میں اس کے کسی محرم کا ہونا معتبر ہے۔ جس کے ساتھ وہ حج کرے۔ یا پھر عورت کا شوہر اس کے ساتھ ہو اور عورت کے لئے ان دونوں کے علاوہ کسی کے ساتھ حج کرنا جائز نہیں۔ یہ اس صورت میں ہوگا کہ جب عورت اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ مدت کا فاصلہ ہو۔

مواقیت

مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان کے لئے احرام باندھنے کے علاوہ گزرنا جائز نہیں ہے۔ وہ مدینہ طیبہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ہے۔ عراقیوں کے لئے ذاتِ عرق ہے۔ شامیوں کے لئے جحفہ ہے۔ نجدیوں یعنی نجد والوں کے لئے قرن ہے۔ یمنیوں کے لئے یلملم ہے۔ اب اگر بندہ ان مواقیت سے قبل ہی احرام باندھ لے تب بھی جائز ہے۔ جو آدمی رہتا ہی ان میقات کے اندر ہو تو اس کی میقات مقام حِل ہے۔ جو آدمی مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر ہو۔ اس کے لئے حج میں حرم شریف میقات ہے اور عمرہ کے لئے مقامِ حل میقات ہوگی۔

فضیلت کا باعث

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے جبکہ غسل کر لینا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ اس کے بعد نئے دو کپڑے یا دھلے ہوئے دو کپڑے یعنی تہبند اور چادر پہن لے۔ اور اگر اسے مہیا ہو تو خوشبو لگا لے اور دو رکعتیں (نماز نفل) پڑھے اور یہ دعا مانگے کہ: اے اللہ عزوجل میں حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو اسے میرے لئے آسان فرما دے اور اسے میری جانب سے قبول فرما لے پھر نماز کے بعد تلبیہ کہے اب اگر وہ حج مفرد کر رہا ہے تو تلبیہ میں حج کی نیت کر لے۔

ترجمۂ تلبیہ

تلبیہ سے مراد یہ کہنا ہے کہ ''اے اللہ عزوجل میں تیری فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوں' میں حاضر ہوں' میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں اور حمد اور نعمت بے شک تیری ہی ہیں اور ملک (بھی تیرا ہی ہے) تیرا کوئی شریک نہیں۔'' اور ان کلمات میں سے کسی چیز کے ساتھ کمی کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں اگر ان کلمات میں کچھ زیادہ کر لے تو یہ جائز ہے۔

تلبیہ کے بعد

اب جب اس نے تلبیہ کہہ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔ اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیزیں جن سے اللہ عزوجل نے منع فرما دیا ہے۔ یعنی جماع کرنا' جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا وغیرہ ان باتوں سے محفوظ رہے۔ نہ شکار کرے نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ ہی شکار پر دلالت کرے۔ قمیص اور شلوار بھی نہ پہنے اور نہ پگڑی باندھے نہ ٹوپی پہنے۔ قباء بھی نہ پہنے اور موزے بھی نہ پہنے مگر صرف اس صورت میں کہ جب وہ جوتے نہ پائے (تو ایسی صورت میں موزے پہن سکتا ہے) پس (موزے پہننے کی صورت میں وہ) انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے چہرہ اور سر بھی نہ ڈھانپے نہ

خوشبو لگائے۔ سر بھی نہ منڈھوائے اور باقی بدن کے بال نہ کٹوائے نہ اپنی ڈاڑھی کاٹے اور نہ ہی ناخن اور نہ ہی ورس وزعفران اور کسم (مختلف قسم کے رنگ) کا رنگا ہوا کپڑا بھی نہ پہنے مگر صرف اس صورت میں کہ وہ کپڑا دھلا ہوا ہو۔ اور اس کا رنگ اترتا نہ ہو۔

کیا کرنا ہے کیا نہیں؟

غسل کرنے' حمام میں داخل ہونے' بیت اللہ شریف اور خیمہ کا سایہ حاصل کرنے میں کوئی خرابی نہیں اور پیسوں والی پٹی کمر سے باندھے۔ سر اور ڈاڑھی کو گلِ خیرد سے نہ دھوئے (گلِ خیرد ایک خاص قسم کی گھاس جو بطور صابن استعمال ہوتی ہے) اور نماز کے بعد تلبیہ زیادہ سے زیادہ کہے۔ اور اس وقت بھی جب کسی بلندی پر چڑھے یا کسی نیچی سطح کی طرف اترے یا سوار لوگوں کو ملے اور صبح کے وقت جب مکہ معظمہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے مسجد حرام شریف جائے۔ جب بیت اللہ شریف کو سامنے پائے تو تکبیر کہے اور تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا شروع کر دے پھر حجر اسود سے شروع کرنے میں اس کی طرف منہ کرے اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے اور تکبیر کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے اور استلام کرے (حجر اسود کو ہاتھ نہ لگا سکنے کی صورت میں دور سے حجر اسود کا بوسہ لینے کا طریقہ) طاقت ہو تو حجر اسود کو چوم لے۔

طواف

پھر اپنی دائیں طرف سے جس سمت خانہ کعبہ شریف کا دروازہ ہے اس جانب سے شروع کرے گا۔ اور اپنی چادر کو اپنی داہنی بغل کے بیچ سے گزارتے ہوئے اپنے بائیں کندھے پر ڈالے اور خانہ کعبہ شریف کے اردگرد سات چکروں میں طواف کرے اور اس طواف میں حطیم کے طواف کو بھی شامل کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی اکڑ اکڑ کر چلے اور باقی چکروں میں اپنے عام چلنے کی طرح چلے اور جب

بھی حجرِ اسود کے پاس سے گزرے تو استلام کرے اور اگر ہو سکے تو اپنے طواف کو استلام پر ختم کرے۔ اس کے بعد وہ مقام ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) میں آ جائے اور وہاں دو رکعت نماز (نفل) پڑھے۔ (اگر وہاں پڑھ سکے تو) مسجد میں جہاں بھی آسانی سے پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔ یہ طوافِ قدوم ہے اور یہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اہل مکہ کے لئے طوافِ قدوم کرنا (لازم) نہیں۔

صفاء ومروہ

پھر صفاء کی طرف چلا جائے پس اس پر چڑھ کر منہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے تکبیر وتہلیل کہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اللہ عزوجل سے اپنی حاجت کے لئے دعا مانگے۔ پھر مروہ کی جانب اتر جائے اور اپنے عام طریقے سے چلتا ہوا جب وادی کے درمیان میں پہنچ جائے تو دو سبز ستونوں کے درمیان خوب دوڑے۔ یہاں تک کہ مروہ تک آ جائے اب اس پر چڑھے اور جو کچھ صفاء پر کیا تھا وہی کچھ یہاں بھی کرے۔ اور (اپنی سعی کو) ختم مروہ پر ہی کرے گا۔ پھر احرام کی حالت میں ہی مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور جتنا دل مانے خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہے۔

یوم ترویہ

جب یوم ترویہ (یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) سے ایک دن قبل۔ امام خطبہ دے اور اس میں لوگوں کو ''منیٰ'' میں جانے' میدان عرفات میں نماز پڑھنے ٹھہرنے اور طواف کرنے اور افاضہ کی تعلیم دے (افاضہ یعنی مشغول ہونا' خاموش ہونا' اور آنسو بہانا وغیرہ وغیرہ)

آٹھ ذوالحج

جب ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ لے تو اس کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف چل نکلے اور عرفہ کے دن کی فجر کی نماز پڑھے اور منی میں ہی ٹھہرا رہے

پھر میدان عرفات میں چلا جائے اب وہاں قیام کرے۔ پھر عرفہ کے دن جب سورج ڈھل جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے مگر نماز سے قبل امام دو خطبے دے۔ جن میں وہ لوگوں کو عرفہ اور مزدلفہ میں ٹھہرنے، کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈوانے اور طواف زیارت کرنے کے طریقے بتائے اور لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھائے اور جس نے ظہر کی نماز اپنی رہائش پر اکیلے ہی پڑھ لی ہو تو وہ ان میں سے (یعنی عصر و ظہر میں سے) ہر ایک نماز کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے وقت میں پڑھے جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اکیلا پڑھنے والا (بھی) ان دونوں کو جمع کر سکتا ہے۔ پھر ''جبل رحمت'' کے قریب موقف کی طرف جائے اور بطنِ عرفہ کے علاوہ سارے کا سارا عرفات ہی موقف ہے اور عرفہ میں امام کے لئے (زیادہ) لائق یہ ہے کہ وہ اپنی سواری پر سوار رہے۔ دعا مانگے اور لوگوں کو احکامِ حج کی تعلیم دے اور وقوفِ عرفہ سے قبل غسل کرنا اور بہت زیادہ دعا مانگنا مستحب ہے۔

قیام مزدلفہ رمی جمرات

پھر جب سورج غروب ہو جائے تو امام اور اس کے ساتھ تمام لوگ درمیانی چال کے ساتھ چلتے ہوئے مزدلفہ میں آئیں اور وہاں اتر پڑیں یعنی ٹھہر جائیں اور وہ پہاڑ جس کے قریب ''میقدہ'' ہے اور جسے قزح بھی کہا جاتا ہے اس کے قریب اترنا مستحب ہے۔ اب امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نمازیں عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھائے اور جس نے رستے میں مغرب کی نماز تنہا ہی پڑھ لی تو طرفین یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی یہ نماز جائز نہ ہوگی۔ اس کے بعد جب فجر طلوع ہو جائے تو امام اندھیرے ہی میں لوگوں کو فجر کی نماز پڑھا دے۔ پھر امام کھڑا ہو اور اس کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوں۔ پس امام دعا مانگے اور بطن [illegible] موقف ہے۔ پھر امام واپس

آئے اور اس کے ساتھ لوگ بھی واپس ہوں گے۔ اب یہاں امام جمرۂ عقبہ سے شروع کرے گا۔ پس امام بطن وادی سے ٹھیکری کی کنکریوں جیسی سات کنکریاں مارے گا۔ اور ہر کنکری کے ساتھ وہ تکبیر بھی کہتا جائے گا اور جمرہ کے پاس وہ ٹھہرے گا نہیں (یعنی رکے گا نہیں چلتا رہے گا) اور تلبیہ کہنا وہ پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی روک دے گا۔ پھر اگر چاہے تو قربانی کا جانور ذبح کرے اس کے بعد سر منڈوائے یا بال کٹوائے جبکہ سر منڈا دینا ہی افضل ہے۔ اور اب اس کی عورت کے علاوہ اس کے لئے ہر شئے حلال ہوگئی ہے۔

طوافِ زیارت

اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ آ جائے اور سات چکروں میں خانہ کعبہ شریف کا طواف زیارت کرے۔ پھر اگر تو وہ طواف قدوم میں صفاء مروہ کے درمیان سعی کر چکا ہے تو پھر اب یہاں اس طواف میں رمل نہ کرے اور اس پر سعی (کرنا لازم) نہیں ہے اور اگر اس سے قبل وہ سعی نہ کر چکا ہو تو پھر وہ اس طواف میں رمل کرے گا۔ اور اس کے بعد جس طرح کہ ہم بیان کر آئے ہیں سعی کرے گا۔ اور اب اس کے لئے عورت بھی حلال ہو گی۔ اور یہ طواف حج میں فرض ہے اور اسے ان دنوں سے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ اگر کسی نے اس طواف کو ان دنوں سے مؤخر کر دیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے ذمہ خون یعنی کفارہ کے طور پر قربانی کرنا لازم ہوگا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔ پھر واپس منیٰ کی طرف آئے اور وہیں مقیم رہے۔

بارہ ذوالحج

پھر جب قربانی کے دنوں سے "مراد عید کے دن ہے" دوسرے روز سورج زائل ہو جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے اور اس جمرہ سے ابتداء کرے جو مسجد خیف کے

قریب ہے پس اس جمرہ کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھے پھر اس کے پاس ٹھہرے اور دعا مانگے پھر اس جمرہ کی رمی کرے جو مسجد خیف والے جمرہ کے قریب ہے اس کے پاس بھی رکے اور پھر اسی طرح جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا۔ مگر اس کے پاس ٹھہرے گا نہیں۔ پھر جب آئندہ روز ہو تو اسی طریقے کے مطابق سورج ڈھلنے کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے گا اور جب کوئی آدمی جلدی جانے کا ارادہ کرے تو وہ مکہ مکرمہ چلا جائے اور اگر اس کا ارادہ مزید رہنے کا ہو تو پھر چوتھے دن بھی اسی طرح سورج ڈھل جانے کے بعد تینوں جمروں کی رمی کرے گا۔ اب اگر کسی نے اس دن طلوع فجر کے بعد سورج زائل ہونے سے قبل رمی کو مقدم کر دیا اور کنکریاں مار ڈالیں۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں اور کسی بھی آدمی کے لئے اپنے جانے سے قبل ہی اپنا ساز و سامان مکہ مکرمہ بھیج کر خود کنکریاں مارنے تک مدینہ شریف میں ہی رہنا مکروہ ہے۔

طوافِ صدر

پھر جب مکہ معظمہ میں آ جائے تو محصب میں اترے۔ اس کے بعد پھر سات چکروں میں بیت اللہ شریف کا طواف کرے ان میں رمل نہ کرے یہ طواف' طوافِ صدر ہے۔ جو کہ مکہ معظمہ والوں کے علاوہ سب پر واجب ہے۔ پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آئے اب اگر کوئی آدمی احرام کی حالت میں مکہ معظمہ میں داخل نہ ہوا۔ اور میدان عرفات کی طرف چلا گیا اور وہاں ٹھہر گیا تو وہ بات جسے ہم اس سے قبل بیان کر آئے ہیں۔ اس کے مطابق اس کے ذمہ سے طواف قدوم ساقط ہو جائے گا۔ اسے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی۔ جس نے عرفہ کے روز سورج ڈھلنے سے لے کر قربانی کے وقت تک کا وقوف عرفہ پا لیا پس اس نے حج پا لیا اور آدمی سوئے ہوئے یا بیہوشی کے عالم میں عرفات سے گزرے یا اسے معلوم نہ ہو کہ یہ عرفات ہے تو بھی اسے یہ بات وقوف عرفات کے لئے کفایت کرے گی اور ان تمام احکام میں

سوائے اس کے کہ عورت اپنا سر نہیں کھولے گی باقی احکام میں مرد کی طرح ہی ہے۔
عورت اپنے چہرے کو کھلا رکھے گی مگر تلبیہ میں آواز بلند نہیں کرے گی۔ طواف کے دوران عورت رمل بھی نہیں کرے گی۔ اور دو سبز ستونوں کے درمیان سعی نہیں کرے گی۔ اور نہ سر منڈائے گی اور نہ ہی بال کتروائے گی۔

باب القران

یعنی حج اور عمرہ دونوں

ہمارے نزدیک حج قران حج تمتع اور حج افراد سے افضل ہے اور حج قران کا طریقہء کار یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کے لئے ایک ساتھ احرام باندھے اور نماز کے بعد کہے کہ "اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں پس تو انہیں میرے لئے آسان فرمادے اور انہیں میری طرف سے قبول فرمالے" پھر جب مکہ معظمہ میں داخل ہو تو اپنے حج کا طواف کرنے کے ساتھ آغاز کرے پس اللہ عزوجل کے گھر کا سات چکروں میں طواف کرے۔ پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور باقی کے چکروں میں نارمل چلے عام طو پر جیسے چلتے ہیں۔ اس کے بعد صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرے یہ عمرہ کے افعال ہیں۔ اس کے بعد پھر طوافِ قدوم کرے اور اب حج کے لئے صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ جس طرح کہ ہم حج مفرد میں بیان کر آئے ہیں۔ اب جب رمی کر لے تو ایک بکری' یا گائے یا اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے گا ساتواں حصہ لے۔ یہ حج قران کا دم ہے (قربانی ہے)۔ اگر اسے ایسا کوئی بھی جانور میسر نہ ہو جسے وہ ذبح کر سکے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے۔ اس طرح کہ آخری روزہ عرفہ کے دن رکھے۔ اگر اس سے روزے بھی جاتے رہے نہ رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو اب اسے قربانی کے علاوہ کوئی چیز کفایت نہیں کر سکے گی۔ پھر جب اپنے گھر واپس آ جائے تو سات روزے رکھے۔ اب اگر اس نے یہ روزے حج سے فارغ ہو کر کے مکہ مکرمہ میں ہی رکھ لئے تو بھی جائز ہے۔ پھر اگر حج

قران والا آدمی مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو اور عرفات چلا جائے تو وہ وقوف کی وجہ سے عمرہ کو چھوڑنے والا قرار پائے گا۔ اب اس سے دمِ قران تو ساقط ہو جائے گا۔ مگر عمرہ کو چھوڑ دینے کی وجہ سے اس پر ایک خون بہر حال لازم ہو گا۔ اور اس پر اس عمرہ کی قضاء بھی لازم ہو گی۔

باب التمتع

حج تمتع مع اقسام

ہمارے نزدیک حج تمتع حج افراد سے افضل ہے اور حج تمتع دو طرح کا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو ھدی' قربانی لے جائے اور دوسرا اس کے برعکس۔ وہ جو ھدی نہ لے جائے۔ حج تمتع اس طرح کیا جاتا ہے کہ آدمی میقات سے شروعات کرے پھر عمرہ کے لئے احرام باندھے۔ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے۔ اب عمرہ کے لئے طواف کرے' سعی کرے' سر منڈوا دے یا بال کتروا دے اور اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے۔ اور جب طواف شروع کرے تو تلبیہ کہنا منقطع کر دے۔ اور حلال ہونے کی حالت میں مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرا رہے۔ پھر جب یومِ ترویہ ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہو تو مسجد حرام شریف سے حج کے لئے احرام باندھے اور وہی افعال کرے گا جو حج مفرد کرنے والا کرتا ہے اور اس پر حج تمتع کا دم لازم ہے۔ اب اگر وہ کوئی جانور نہ پا سکے جسے وہ ذبح کرتا۔ تو وہ حج کے دنوں کے اندر ہی تین روزے رکھے اور سات روزے جب اپنے گھر واپس آئے تب رکھے۔ اگر کوئی حج تمتع کرنے والا ھدی لے جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ احرام باندھے اور اپنی ھدی لے جائے۔ پس اگر وہ اونٹ ہو تو اس کے گلے میں پرانا چمڑا یا جوتا ڈال دے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے اشعار کر دے کوئی علامت' نشانی وغیرہ لگا دے اور وہ اس طرح سے ہے کہ دائیں طرف سے اس کی کوہان میں زخم لگا دے اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اشعار نہیں کرے گا۔ پھر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور یوم ترویہ کو حج کے لئے احرام باندھنے تک حلال نہ ہو۔ اب اگر اس نے

اس سے قبل ہی احرام باندھ لیا تو اس طرح بھی جائز ہے اور اس پر حج تمتع کا دم لازم ہوگا پھر جب قربانی کے دن وہ سر منڈائے گا تو اب وہ دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا۔

نہ تمتع نہ قران

اہل مکہ کے لئے نہ تو حج تمتع ہے اور نہ ہی حج قران ہے۔ ان کے لئے خالص حجِ افراد ہی ہے اور حج تمتع کرنے والا اپنے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے شہر کی طرف لوٹ آیا اور وہ ھدی بھی لے کر نہیں گیا تھا تو اس کا حج تمتع باطل ہو جائے گا اور جس نے حج کے مہینوں سے پہلے ہی عمرہ کے لئے احرام باندھ لیا۔ اپنے اس عمرہ کے لئے چار چکروں سے کم میں طواف کیا۔ پھر حج سے مہینوں کا بھی آغاز ہو گیا پس اس نے اپنے عمرہ کے لئے طواف کے ان چکروں کو مکمل کر لیا اور اس کے بعد حج کے لئے احرام باندھا تو اب یہ آدمی بھی متمتع قرار پائے گا۔ پھر اگر کسی آدمی نے حج کے مہینوں سے قبل ہی اپنے عمرہ کے لئے طواف کر لیا اور وہ طواف اس نے چار چکروں میں یا اس سے زیادہ چکروں میں کیا تھا۔ پھر اس نے اسی سال ہی حج کیا تو ایسا آدمی حج تمتع کرنے والا قرار نہیں پائے گا اور حج کے مہینے یہ ہیں۔ ماہ شوال' ماہ ذیقعد اور دس دن ذوالحجہ کے مہینے سے ہیں۔ پس اگر کسی آدمی نے حج کے ان مہینوں سے قبل ہی احرام باندھ لیا تو ایسی صورت میں بھی اس کا احرام باندھ لینا جائز ہوگا اور اس کا حج منعقد ہو جائے گا۔ اور جب کوئی عورت احرام کی حالت میں حائضہ ہو جائے تو وہ غسل کرے اور پھر احرام باندھ لے اور حاجی حضرات کے افعال جیسے افعال کرے مگر پاک ہونے تک وہ بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گی اور جب کوئی عورت وقوف عرفہ کے بعد حائضہ ہو گئی اور اس طرح طواف زیارت کے بعد اور مکہ مکرمہ سے وہ چلی گئی تو اسے طوافِ صدر چھوڑنے کی وجہ سے کوئی چیز بھی لازم نہیں ہو گی۔

باب الجنایات

جرائم بحالت احرام

۱

جب کسی آدمی نے بحالت احرام خوشبو لگائی تو اس پر کفارہ لازم ہوگا پھر اگر اس نے ایک کامل عضو سے زیادہ کو خوشبو لگائی تو اس پر دم لازم ہوگا اور اگر اس نے ایک عضو سے بھی کم جگہ پر خوشبو لگائی تو اس پر صدقہ لازم ہوگا اور اگر کسی نے سلا ہوا کپڑا پہن لیا یا پورا دن اپنے سر کو ڈھانپے رکھا تو اس پر دم ہوگا اور اگر اس سے تھوڑا وقت ایسا کیا تو اس صورت میں اس پر صدقہ لازم آئے گا اور کسی نے اپنے سر کا چوتھائی حصہ منڈوا لیا یا اس سے زیادہ تو ایسی صورت میں بھی اس پر دم ہوگا اور اگر چوتھائی سر سے کم منڈوایا تو اس پر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر محرم نے اپنی گردن پر سے پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال صاف کرا لیئے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر دم لازم آئے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس پر صدقہ دینا لازم ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کسی محرم نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن کاٹ ڈالے تو اس پر دم لازم ہو جائے گا اور اگر صرف ایک ہاتھ یا ایک پاؤں سے ناخنوں کو کاٹا تو اس صورت بھی اس پر دم ہی لازم ہوگا اور اگر کسی نے پانچ ناخنوں سے کم ناخن کاٹے تو اس پر صدقہ ہوگا اور اگر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں سے مختلف انگلیوں سے پانچ ناخن کاٹ ڈالے تو اس صورت میں اس پر صدقہ ہی لازم آئے گا۔ یہ مسئلہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر دم لازم ہوگا اور اگر کسی نے کسی مجبوری کی بناء پر خوشبو لگالی یا بال منڈوا لئے یا سلا

ہوا کپڑا پہن لیا۔ تو ایسے آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو بکری ذبح کر لے یا چاہے تو چھ مسکینوں پر تین صاع گندم کو صدقہ کر دے اور یونہی اگر اس کی مرضی ہو تو تین دن تک روزے رکھ لے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے بحالت احرام چوم لیا یا شہوت کی حالت میں چھو لیا تو اس پر دم لازم ہوگا اور یہاں انزال ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

جماع، حج اور قضاء

اور جس نے وقوف عرفہ سے قبل جماع کر لیا اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی جبکہ اس کے لئے اپنی بیوی سے جدا ہونا کوئی ضروری نہیں اس وقت کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کی قضاء کر رہا ہو۔ یہ مسئلہ ہمارے نزدیک ہے اور جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا اس کا حج تو فاسد نہیں ہوگا۔ البتہ اس پر ایک ''بدنہ'' ضرور لازم ہوگا اور جو سر منڈانے کے بعد جماع کر لے اس پر ایک بکری ہوگی اور جس نے عمرہ طواف کے چار چکروں سے قبل ہمبستری کر لی تو اس نے اسے فاسد کر دیا۔ اب اس کے باقی ماندہ افعال سر انجام دے ڈالے اور اس کی قضاء کرے گا اور اس پر بکری بھی لازم آئے گی اور اگر کسی نے طواف کے چار چکروں کے بعد ہمبستری کی تو اس پر بکری تو ہوگی لیکن اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے اس کی قضاء کرنا لازم ہوگی اور جس نے بھول کر جماع کر لیا تو وہ جان بوجھ کر ارادۃً جماع کرنے والے آدمی کے ہی حکم میں ہوگا۔

طوافوں کی کمی اور علاج

اور جس نے طواف قدوم بے وضوگی کی حالت میں کر لیا اس پر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر وہ جنبی حالت میں تھا تو اسے اس کی پاداش میں بکری دینا ہوگی اور اگر کسی نے طواف زیارت بے وضوگی کی حالت میں کر لیا تو اس پر بکری ہوگی اور اگر وہ جنبی تھا

تو اسے ایک اونٹ یا گائے کی قربانی کرنا ہوگی اور افضل یہ ہے کہ جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ طواف دوبارہ کرلے اور اس صورت میں اس پر قربانی نہیں ہوگی اور جس نے طواف صدر بے وضوگی کی حالت میں کرلیا تو اسے صدقہ دینا ہوگا اور اگر وہ جنبی تھا تو اسے بکری ذبح کرنا ہوگی اور اگر کسی نے طواف زیارت کے تین یا اس سے کم چکر لگائے ہی نہیں تو اسے بھی بکری ذبح کرنا ہوگی اور اگر کسی نے چار چکر چھوڑ دیئے تو وہ طواف کرنے تک ہمیشہ محرم ہی رہے گا تو جس نے طواف صدر کے تین چکر چھوڑ دیئے اسے صدقہ دینا پڑے گا اگر طواف صدر یا طواف صدر کے چار چکر چھوڑ دیئے تو اس کے مرتکب کو بکری ذبح کرنا پڑے گی۔ جس نے صفاء مروہ کے درمیان سعی چھوڑ دی اسے بکری تو ذبح کرنا ہی ہوگی۔ حج اس کا بہر حال مکمل ہوگیا اور جو آدمی امام سے پہلے میدان عرفات سے چلا گیا اس پر دم ہوگا جس نے وقوف مزدلفہ ترک کیا اس پر بھی دم ہوگا اور جس نے تمام دنوں کی رمی جمار ترک کی اس پر بھی دم ہوگا۔ اگر کسی نے تینوں جمروں میں سے ایک کی رمی چھوڑی۔ تو ایسے شخص کو صدقہ دینا ہوگا اگر قربانی کے روز جمرہ عقبہ کی رمی چھوڑ دی تو اس پر دم آئے گا اور جس نے سر منڈانے کو اتنا مؤخر کیا کہ قربانی کے دن ہی گزر گئے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے آدمی پر دم ہے۔ اگر کسی نے طواف زیارت کو لیٹ کردیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے۔

خطاء مع جزاء

جب محرم نے کوئی شکار کرلیا یا شکاری کے لئے شکار کی طرف رہنمائی کردی تو اس پر اس کا بدلہ چکانا واجب ہوگا۔ اب اس میں یہ کوئی لحاظ نہیں کہ وہ یہ کام جان بوجھ کر کرنے والا ہے یا بھول کر۔ پہلی مرتبہ بتانے والا ہے یا دوسری مرتبہ بتانے والا ہے اور بدلہ و جزا شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ ہے کہ جہاں وہ جانور شکار کیا گیا۔ اسی جگہ یا اس سے قریب کی جگہ کے جانوروں یا اگر اس جانور کو جنگل میں شکار

کیا گیا تھا چاہے تو اس رقم سے ھدی خرید کر اسے ذبح کر دے۔ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور قیمت دو انتہائی انصاف پسند و منصف آدمی لگائیں گے۔ اگر اس جانور کی قیمت ھدی کی قیمت جتنی ہو جائے' تو اسے اس قیمت میں اختیار ہے۔ اگر چاہے تو اس رقم سے ھدی خرید کر اسے ذبح کر دے۔ چاہے تو اس رقم سے غلہ خرید کر کے ہر مسکین کو نصف صاع دیتے ہوئے صدقہ کر دے یا ایک ایک صاع کھجوروں یا جوؤں کا ہر مسکین کو صدقہ کرے گا۔ اگر چاہے تو نصف صاع گندم اور ایک صاع کھجوروں اور ایک صاع جوؤں کے بدلے روزہ رکھ لے۔ اب اگر نصف صاع سے کم گندم باقی رہ گئی تو ایسے آدمی کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو اسے بھی صدقہ دے دے اگر چاہے تو اس کے بدلے بھی ایک روزہ رکھ لے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا شکار جس میں اس کی مثال ممکن ہو۔ تو اس میں اس کی مثل کے ساتھ ہی بدلہ دینا واجب ہوگا۔ تو ہرن اور ہنڈار کے شکار کی صورت میں بکری ہوگی اور خرگوش کے شکار میں عناق اور شتر مرغ کے شکار میں بدنہ آئے گا اور جنگلی چوہے کے شکار میں جفرہ ہوگا۔ جس نے کسی شکار کو زخمی کر دیا۔ یا اس کے بال اکھاڑ ڈالے یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو وہ آدمی اس جانور کی قیمت میں جو کمی ہوگی اس کا ضامن ہوگا۔ اگر کسی نے کسی پرندے کے پر اکھیڑ دیئے یا اس کے پاؤں کاٹ ڈالے پس وہ شکار اپنے تحفظ سے محروم ہو گیا تو ایسے آدمی کے لئے اس جانور کی پوری پوری قیمت دینا لازم ہے۔ جس نے شکار کے انڈے توڑے تو اسے ان کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ اگر انڈے سے مردہ بچہ بھی نکلا تو اسے بہر حال زندہ کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

کاٹ کھانے والے

اور کوے' چیل' بھیڑیئے' سانپ' بچھو' چوہے اور کاٹ کھانے والے کتے کو جان سے مار دینے پر کوئی جزاء و بدلہ نہیں ہے اور مچھر' پسو اور چچڑوں کو مار دینے میں بھی کوئی جزاء و سزا نہیں اور جو کوئی جوں مار ڈالے تو وہ جس قدر چاہے صدقہ کر دے اور

اگر کوئی ٹڈی مار بیٹھے وہ بھی جتنی مقدار چاہے صدقہ کر دے۔ ٹڈی سے ایک کھجور بہتر ہے اور جو کوئی ایسے جانور کو مار ڈالے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا مثلاً درندوں میں سے کوئی جانور یا اس کی مثل کوئی اور جانور تو ایسے آدمی پر اس کا بدلہ دینا لازم ہوگا۔ جو ایک بکری کی قیمت سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اگر کسی درندے نے کسی محرم پر حملہ کیا تو اس محرم نے اسے جان سے مار ڈالا تو اس محرم پر اس کے بدلے میں کوئی چیز بھی لازم نہیں ہوگی۔ اگر کسی محرم نے شکار کا گوشت کھانے کی مجبوری کی وجہ سے اس شکار کو مار ڈالا تو اب اس پر اس کا بدلہ ہوگا۔

محرم' حرم اور شکار

محرم کے بکری' گائے' اونٹ' مرغی اور کسکری بطخ کو ذبح کر ڈالنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر کسی نے پردار پاؤں والے کبوتر یا مانوس ہرن کو مار دیا تو اس پر بھی جزاء ہوگی۔ اگر محرم شکار کو ذبح کر ڈالے تو اس کا ذبح کیا ہوا مردار ہے اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا اور محرم کے کسی ایسے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی خرابی نہیں ہے جسے کسی غیر محرم آدمی نے شکار کر کے ذبح کیا ہو۔ جبکہ اس شکار پر محرم نے رہنمائی نہ کی ہو اور نہ ہی اسے شکار کرنے کا حکم دیا ہو حرم شریف کے شکار میں جب اسے کسی غیر محرم آدمی نے ذبح کیا ہو تو بدلہ ہوگا۔ جب کسی محرم نے حرم شریف کی گھاس یا درخت جو کسی کی ملکیت میں نہیں کاٹ ڈالا۔ گھاس اور درخت ایسے بھی نہ ہوں جنہیں لوگ اگاتے ہوں۔ تو اس پر ان کی قیمت ادا کرنا لازم ہوگی۔ ہر وہ کام جو حج قران' کرنے والا کرے جن کے بارے ہم بیان کر چکے کہ ان کے کرنے سے حج مفرد کرنے والے پر ایک دم ہے۔ ان کے ہی کرنے سے قارن پر دو دم ہوں گے۔ ایک دم تو اس کے حج کا اور دوسرا اس کے عمرہ کا۔ مگر جب وہ احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے اور اس کے بعد جا کر کے حج اور عمرہ کا احرام باندھے۔ تو اس پر ایک ہی دم لازم ہوگا اور جب حرم شریف کا کوئی شکار کرنے میں دو محرم ایک ساتھ شریک ہو گئے تو

بہر حال ان میں سے ہر ایک پر پوری پوری جزاء ہوگی۔ مگر جب دو غیر محرم حرم شریف کے شکار کو مارنے میں شریک ہوں تو ان دونوں پر ایک ہی جزاء لازم آئے گی اگر کسی محرم نے شکار کو بیچ ڈالا یا خرید لیا تو اس خرید و فروخت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ باطل ہوگی۔

باب الاحصار

حج وعمرہ میں رکاوٹ

جب کوئی محرم کسی دشمن کے سبب روک دیا جائے یا اسے کوئی ایسی مرض لاحق ہو جائے جو اسے جانے سے روک دے۔ تو ایسے آدمی کے لئے حلال ہو جانا جائز ہے۔ اور اس آدمی کو کہا جائے گا کہ ایک بکری بھیج دو۔ جو وہاں حرم شریف میں ذبح کی جائے گی اور جو لے جا رہا ہے اس سے کسی خاص دن کا وعدہ کر لو جس دن وہ اس بکری کو وہاں ذبح کرے گا تب تم حلال ہو جانا' احرام اتار دینا۔ اگر وہ آدمی حج قران کرنے والا ہو تو دو بکریاں بھیجے گا اور دم احصار کو حرم شریف کے علاوہ کہیں ذبح کرنا جائز نہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے اس جانور کو قربانی کے دن سے پہلے ذبح کر دینا بھی جائز ہے۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج سے رکنے والے کی خاطر قربانی کے دن کے علاوہ ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جبکہ عمرہ سے رکنے والے آدمی کی خاطر ایسا کر لینا جائز ہو جائے گا اور حج قران کرنے والے نے ایک حج اور دو عمرے کرنے ہوتے ہیں۔ جب حج وعمرہ سے رکنے والا آدمی ھدی قربانی کا جانور بھیج دے اور لے جانے والوں سے وعدہ بھی کر بیٹھے کہ وہ اس جانور کو مقررہ دن ہی ذبح کریں گے پھر جس وجہ سے وہ رکا تھا وجہ رہ جاتی رہی۔ اب اگر وہ ھدی اور حج دونوں کو حاصل کر لینے پر قدرت رکھتا ہو تو ایسی صورت میں تو اس کے لئے احرام کھولنا حلال ہونا جائز نہیں۔ بلکہ بہر حال اسے چلے جانا ہی لازم ہے۔ اگر وہ حج کے علاوہ صرف ھدی کو حاصل کرنے پر ہی قادر ہو تو ایسی صوت میں وہ احرام کھول

دے۔ اور حلال ہو جائے۔ اگر ھدی کے علاوہ حج کو پانے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے استحساناً حلال ہونا جائز ہے۔ اور جسے مکہ مکرمہ میں روک دیا گیا ہو اور اسے وقوف اور طواف سے منع کر دیا گیا ہو تو ایسا آدمی محصر ہے۔ اگر وہ وقوف اور طواف میں سے کسی ایک پر بھی طاقت رکھتا ہو تو وہ محصر نہیں ہو گا۔

باب الفوات

حج نہ ہونا

جس نے حج کے لئے احرام باندھا اور اس سے وقوفِ عرفہ رہ گیا یہاں تک کہ قربانی کے دن کی فجر طلوع ہوگئی تو اس کا حج بالتحقیق فوت ہوگیا۔ اب اس پر لازم ہے کہ وہ طواف اور سعی کرے۔ پھر احرام کھول کر حلال ہو جائے اور آنے والے سال میں حج کی قضاء کرے گا اور اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہوگا اور عمرہ فوت نہیں ہوا کرتا۔ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے صرف ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ ان دنوں میں سے ایک تو عرفہ کا دن ہے ایک قربانی کا دن، ایام تشریق تکبیر کہنے کے دن۔ عمرہ کرنا سنت ہے۔ احرام، طواف اور سعی کرنے کا نام عمرہ ہے۔

باب الھدی

قربانی کا جانور

ھدی کا سب سے نچلا درجہ بکری ہے اور یہ ھدی تین طرح کے جانوروں سے دی جا سکتی ہے۔ اونٹ، گائے اور بکری ان سب میں ثنیٰ، وہ اونٹ جو چھٹے سال میں ہو، اور گائے جو تیسرے سال میں اور بکری جو دوسرے سال میں لگی ہو کافی ہوگی۔ یا اس سے زیادہ عمر کا جانور ان میں سے ہی۔ مگر دنبہ نہیں کیونکہ اس کا چھ ماہ کا بچہ بھی اس معاملہ میں کفایت کر جاتا ہے اور ھدی میں مکمل کان کٹا یا اکثر کان کٹا ہوا جانور، دم کٹا، ہاتھ اور پاؤں کٹا اور یک چشم گل جانور جائز نہیں اور نہ ہی کمزور اور نہ اتنا لنگڑا کہ جو خود چل کر مذبحہ خانہ تک بھی نہ جا سکتا ہو اور ہر قسم کی جنایت میں صرف دو مقامات کے علاوہ بکری جائز ہے۔ وہ دو مقامات ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جنایت کی حالت میں طواف زیارت کرے۔ ایک یہ کہ وقوف عرفہ کے بعد صحبت کر لے۔ ان میں بطور بدلہ بکری جائز نہیں بلکہ صرف اونٹ جائز ہے۔

سات افراد

اونٹ اور گائے میں سے سات افراد کی طرف سے کوئی ایک جانور کافی ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں شریک ہونے والے سات کے سات آدمیوں کی نیت قربانی کی ہی ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنے حصے کے گوشت کا ارادہ کر لیا تو اس کی وجہ سے باقی افراد کی بھی قربانی نہیں ہو سکے گی اور حج نفلی، تمتع اور قران کی ھدی کے گوشت سے کھا لینا جائز ہے جبکہ باقی ھدیوں میں سے کھانا جائز نہیں اور حج نفلی، حج تمتع اور حج قران کی ھدی کے جانور کو قربانی کے دن کے علاوہ کسی دن ذبح

کرنا جائز نہیں ہے جبکہ باقی ھدیوں کو کسی بھی وقت جب چاہے ذبح کر لینا جائز ہے۔ ھدیوں کو حرم شریف کے علاوہ کسی جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ ان ھدیوں کے گوشت کو حرم شریف کے مساکین اور کچھ اس قسم کے ہی ان کے علاوہ لوگوں پر صدقہ کر دینا جائز ہے۔ قربانی کے جانوروں کو میدان عرفات کی جانب لیجانا کوئی ضروری نہیں اور اونٹوں میں نحر کرنا اور گائے اور بکری میں ذبح کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ اگر آدمی اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو آدمی کا اپنی قربانیوں کو خود ذبح کرنا زیادہ بہتر ہے اور ان جانوروں کی جھولیں اور نکیلیں صدقہ میں دے دے مگر قصاب کی اجرت کے طور پر نہیں دے سکتا جو آدمی "بدنہ" قربانی کا جانور اونٹ وغیرہ لے جا رہا ہو۔ پھر اس پر سواری کرنے پر کسی وجہ سے مجبور ہو جائے تو اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے بے نیاز ہو ضرورت نہ ہو گزارہ ہو سکتا ہو تو ایسی حالت میں اس پر سوار نہ ہو۔ اگر اس جانور کا دودھ ہو تو اسے نہیں نکالے گا بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ وہ دودھ ختم ہو جائے منقطع ہو جائے۔ کسی نے ھدی کا جانور بھیجا وہ راستے میں ہلاک ہو گیا اب اگر تو وہ نفلی تھا تو پھر تو اس پر اس کے بدلے دوسرا جانور بھیجنا واجب نہیں ہو گا لیکن اگر وہ واجب تھا تو پھر اس کے ذمے اس کی جگہ دوسرا جانور بھیجنا واجب ہو گا۔ اگر ھدی کے لئے بھیجے جانے والے جانور میں کوئی عیب آ جائے تو اس کی جگہ دوسرا جانور تیار کر لے اور اس عیب دار جانور کا جو چاہے کرے اور جب بدنہ رستے میں ہلاک ہونے لگے تو اب اگر وہ نفلی تھا تو اسے نحر کرے۔ اس کے کھروں کو اس کے خون میں رنگ دے۔ اس کے خون کو اس کے شانے پر لگا دے اور اس کے گوشت میں سے نہ تو وہ خود کھائے اور نہ ہی مالدار لوگوں میں سے کوئی کھا سکتا ہے۔ اگر یہ بدنہ واجب تھا تو اس کی جگہ دوسرا بدنہ تیار کرے گا اور پہلے کا جو جی میں آئے کر لے اور نفلی، تمتع اور حج قران کی ھدی کے قلاوہ گلے میں کوئی ہار وغیرہ ڈالا جائے گا۔ جبکہ دم احصار میں دینے والے جانور کے گلے میں ہار نہیں ڈالا جائے گا۔

باب البیوع

خرید وفروخت

بیع ایجاب وقبول کے ساتھ واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ ایجاب اور قبول دونوں بالفاظ ماضی ادا کیے گئے ہوں۔ جب دو عقد کرنے والوں خریدنے اور بیچنے والے میں سے کسی ایک نے بھی ایجاب بیع کر لیا تو دوسرے کو اختیار ہے مگر اس مجلس میں اگر چاہے تو اسے قبول کر لے اگر چاہے قبول نہ کرے۔ اب ان دونوں میں سے قبول بیع سے پہلے ہی کوئی بھی اس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا پھر جب ایجاب اور قبول دونوں حاصل ہو جائیں تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی کو بھی نقص یا بیع کو نہ دیکھے ہوئے ہونے کی صورت کے علاوہ کوئی اختیار نہیں رہتا۔

نقد اور ادھار

جن عوضوں کی طرف سے اشارہ کیا جا چکا ہو تو ایسے عوضوں کی بیع کے جواز کے معاملہ میں مقدار معلوم کرنے کی حاجت نہیں رہتی اور مطلق ثمنوں کے ساتھ بیع کرنا بھی صحیح نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ جب ان ثمنوں کی مقدار اور وصف معلوم ہو جب وقت مقرر ہو تو نقد اور ادھار ثمنوں کے ساتھ بھی بیع جائز ہو جاتی ہے۔ اور جو آدمی بیع کے دوران ثمنوں کو مطلق رکھے تو وہ ثمن شہر میں کثیر الاستعمال نقدی پر محمول ہوں گے۔ اگر اس شہر میں مختلف قسموں کے سکے چلتے ہوں تو اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔ مگر جب ان دونوں میں سے کسی بھی ایک نے ثمنوں کو بیان کر دیا ہو۔ تو پھر بیع فاسد نہیں ہو گی۔ اور اندازے کے ساتھ اور کسی مقررہ برتن یا مقررہ پتھر جن کی

مقدار کا علم نہ ہو ان کے ساتھ ہر طرح کے غلے اور دانوں کی بیع جائز ہے۔

بکریاں اور کپڑا

جو گندم کا ڈھیر بیچے اس حساب سے کہ ہر قفیز مثلاً ہر ایک بوری ایک درہم کی ہو گی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقط ایک قفیز میں ہی بیع جائز قرار پائے گی اور باقیوں میں باطل ہو جائے گی۔ مگر اس آدمی کے گندم کے اس ڈھیر کے تمام قفیزوں کو واضح کر دینے کی صورت میں بیع باطل نہیں ہو گی۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ہی بیع جائز رہے گی۔ جس نے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا اس طرح کہ ہر بکری ایک درہم کی ہے۔ تو تمام کی تمام بکریوں میں بیع فاسد ہو گی اور ایسے ہی جب کسی نے گزوں کے ساتھ کپڑا بیچا اور کہا کہ ہر ایک گز ایک درہم کا ہو گا۔ اگر اس نے سارے گزوں کا نام نہ لیا تو بھی یہی حکم ہو گا جو ابھی گزرا ہے۔ جب کسی نے گندم کا ڈھیر اس شرط کے ساتھ بیچا کہ سو بوری سو درہم کی ہو گی۔ مگر وہ اس سے کم ہوں تو خریدنے والے کو اختیار ہو گا اگر چاہے تو جو غلہ موجود ہے اسے اس کے حصے کی قیمت ادا کر کے حاصل کر لے اگر اس کی مرضی ہو تو بیع فسخ کر دے۔ اور اگر ان سو بوریوں کو اس سے زیادہ پائے۔ تو جو بوریاں سو سے زائد ہوں گی وہ بائع کی ہوں گی۔ کوئی آدمی کوئی کپڑا اس شرط پر بیچے کہ یہ دس گز دس درہموں کا ہے یا کوئی زمین اس شرط پر فروخت کرے کہ سو گز سو درہموں کے بدلے میں ہیں۔ پھر انہیں اس سے کم پائے تو خریدنے والے کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن جتنی رقم طے پائی تھی وہ دے کر کے مبیع لے لے اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے۔ اور اگر اسے بتائے گئے گزوں سے زیادہ پائے تو جتنی بھی زائد مقدار ہو گی وہ خریدنے والے کے لئے ہو گی۔ بیچنے والے کو کوئی اختیار نہ ہو گا۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ سو گز تم پر بیچے اس شرط پر کہ ایک گز ایک درہم کا ہو گا۔ پھر انہیں اس سے کم پایا تو مشتری کو اختیار حاصل ہو گا کہ چاہے تو جو گز ہیں ان کے حصے کی قیمت دے کر انہیں

خریدے لے اگر چاہے تو انہیں ترک کر دے۔ اگر اس سے زیادہ یا لے تو بھی مشتری کو اختیار حاصل ہوگا۔ اگر چاہے تو ایک گز ایک درہم کے حساب سے خرید لے اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے یہ گٹھڑی تیرے ہاتھ بیچ دے۔ اس بنیاد پر کہ اس میں سو درہموں کے بدلے میں دس تھان ہیں اور وہ اس طرح کہ ہر ایک تھان دس درہم کا ہے۔ اب اگر انہیں اس سے کم پائے تو موجودہ تھانوں کے حصے کی قیمت کے ساتھ بیع جائز ہوگی اگر انہیں اس سے زیادہ پائے تو فسادِ بیع لازم آ جائے گا۔

گھر بیچنا

کوئی آدمی کوئی گھر بیچے تو اس کی بیع اس گھر کی بنیادوں کو اگرچہ ان کا نام نہ بھی لے تب بھی شامل ہوگی۔ جو کوئی زمین بیچے تو اس زمین کی بیع میں کھجور وغیرہ کے وہ درخت جو اس زمین میں ہوں اگرچہ ان کا نام نہ بھی لیا گیا تھا تو بھی وہ شامل ہوں گے۔ مگر پیداوار نام لئے بغیر زمین کی بیع میں شامل نہیں ہوگی۔ کوئی پھلدار کھجور کا درخت بیچے تو اس کے خریدنے والے کے شرط قرار دینے کے علاوہ اس کا پھل بیچنے والے کے لئے رہے گا اور بائع سے کہا جائے گا کہ اسے کاٹو اور مبیع سونپ دو۔ جس نے ایسے پھل بیچے جن کا موافق ہونا ابھی ظاہر نہ ہوا تھا یا ظاہر ہو گیا تھا تو اس کی یہ بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ان پھلوں کو فوراً کاٹ لینا واجب ہوگا کیونکہ اگر پھلوں کے درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگا لی تو بیع فاسد قرار پائے گی اور بیچنے کے دوران ان میں سے کچھ گنے چنے رطلوں کو علیحدہ کر لینا جائز نہیں ہے۔ گندم کو گندم کے خوشوں سٹوں میں اور لوبیے کو اس کے چھلکے میں بیچنا جائز ہے۔ کسی نے اگر کوئی گھر بیچا تو اس گھر کی بیع میں اس کے تالوں کی چابیاں بھی داخل ہوں گی۔ ماپنے اور روپے پیسے کو پرکھنے والے کی اجرت بائع ادا کرے گا۔

جبکہ قیمت کی جانچ کرنے والے کی اجرت مشتری ادا کرے گا اور جو کچھ ثمنوں

کے بدلے کوئی سامان بیچے تو مشتری کو ثمن پہلے ادا کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ تو جب مشتری ثمن ادا کر دے تو اب بائع کو مبیع سونپنے کو کہا جائے گا اور جو سامان کے بدلے سامان اور ثمن کے بدلے ثمن بیچیں۔ تو ان کو کہا جائے گا کہ تم دونوں اکٹھے ہی ایک دوسرے کے حوالے کرو۔

باب خیارِ الشرط

اختیار کی شرط

بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لئے خیار شرط جائز ہے۔ ان دونوں کا یہ اختیار تین دن یا اس سے کم وقت تک کے لئے ہوگا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ وقت تک کا اختیار جائز نہیں۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے مگر یہ اس وقت ہوگا جب مدت مقرر کی جا چکی ہو۔ بائع کا خیار مبیع کو اس کی ملک سے خارج ہونے سے مانع ہوتا ہے۔ اگر مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا تھا پھر وہ اس کے ہاتھوں اس کے پاس عرصہ خیار کے دوران ہی ہلاک ہوگیا۔ تو وہ قیمت کے ساتھ اس کا تاوان دے گا۔ جبکہ مستری کا خیار مبیع کے لئے بائع کی ملک سے نکلنے میں رکاوٹ نہیں۔ مگر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری بھی اس مبیع کا ابھی مالک نہیں ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس کا مالک ہوگا تو یوں اگر اب مشتری کے ہاتھوں مبیع ہلاک ہوگیا تو ثمنوں کے بدلے میں ہلاک ہوگا۔ یعنی اب ثمن واپس نہ ہوں گے۔ اسی طرح اگر مبیع میں کوئی عیب آ گیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ وہ آدمی جس کے لئے شرط کی وجہ سے خیار ہو اسے مدتِ خیار میں بیع کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر وہ بائع کی عدم موجودگی میں بھی بیع کو نافذ کردے گا تو بھی بیع جائز رہے گی۔ لیکن اگر اس کی عدم موجودگی میں بیع فسخ کر دی تو یہ بائع کی موجودگی کے علاوہ جائز نہیں ہوگا۔ جب صاحب خیار فوت ہوگیا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔ اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور کسی نے کوئی غلام خریدا اس شرط پر کہ وہ روٹیاں پکانے وا ہے یا کاتب' لکھنے والا پھر اسے اس کے برعکس پایا تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا۔ اگر چاہے تو پوری قیمت ادا کر کے اسے خرید لے اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے۔

باب خیار الرؤیۃ

دیکھنے کا اختیار

جس نے دیکھے بغیر ہی کوئی شئے خرید لی۔ تو اس صورت میں بھی بیع جائز تو ہو گی ہی مگر اسے یہ اختیار حاصل ہو گا کہ جب اس شئے کو دیکھے چاہے تو خرید لے اگر چاہے تو واپس لوٹا دے اور دیکھے بغیر کوئی چیز بیچ ڈالے تو اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ اگر ڈھیر کو ظاہری طور پر دیکھ لیا یا لپٹے ہوئے کپڑے کے ظاہر کو دیکھ لیا یا سواری کے جانور کو اگلی جانب سے یا پچھلی جانب سے دیکھ لیا تو ایسے آدمی کو بھی کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ اگر گھر کے صحن کو دیکھ چکا تھا۔ اس گھر کے کمرے اگرچہ نہ بھی دیکھے تھے تو بھی اسے اختیار حاصل نہ ہو سکے گا۔ اندھے آدمی کا بھی کوئی چیز بیچنا یا خرید لینا جائز ہے۔ اندھا جب کوئی چیز خرید لے گا تو اسے اختیار حاصل رہے گا۔ مگر مبیع کو ٹٹولنے سے جب اس کا پتہ چل جاتا ہو۔ تو اس سے اس کا اختیار جاتا رہے گا۔ اسی طرح یا وہ اس چیز کو سونگھ لے اور وہ سونگھنے سے معلوم ہو جاتی ہو۔ یا اسے چکھے جب وہ چکھنے سے معلوم ہو سکے تو ان صورتوں میں بھی اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا اور زمین کا معاملہ ہونے کی صورت میں جب تک اس کی حالت واضح طور پر بیان نہ کر دی جائے اس کا اختیار ساقط نہیں ہو گا۔ جس نے کوئی ایسی چیز بیچ ڈالی جو کسی دوسرے کی ملکیت تھی تو اس چیز کے مالک کو اختیار حاصل ہو گا۔ اگر چاہے تو وہ اس بیع کو پختہ قرار دے دے۔ اگر چاہے تو اسے فسخ کر دے اور بیع کو پختہ و نافذ اسی صورت میں ہی کر سکے گا جب وہ چیز جس پر خرید و فروخت کی گئی ہے اور دونوں خرید و فروخت کرنے والے اپنی حالت پر باقی ہوں گے۔ جس کسی نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھا مگر پھر ان دونوں

کپڑوں کو خرید لیا۔ پھر اس کے بعد اس نے اس دوسرے کپڑے کو دیکھا تو اگر وہ اسے نہ لینا چاہے تو اس کے لئے دونوں کپڑوں کو ہی واپس کر دینا جائز ہوگا۔ اور وہ آدمی جسے دیکھنے کا اختیار تھا وہ فوت ہو گیا۔ تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ جس نے کوئی چیز دیکھی پھر کچھ عرصہ بعد اسے خرید لیا۔ اب اگر تو وہ چیز جس حالت پر اس نے دیکھی تھی اسی حالت پر تھی تب تو اسے کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اگر اس نے اسے تبدیل شدہ پایا تو پھر اسے اختیار حاصل ہوگا۔

باب خیار العیب

عیب کی وجہ سے اختیار

جب مشتری کو مبیع میں کسی عیب کا علم ہو جائے تو اسے اختیار حاصل ہو گا۔ اگر چاہے تو پوری قیمت دے کر اسے خرید لے اگر چاہے تو اسے واپس کر دے۔ اس کے لئے مبیع کو رکھ لینا اور نقصان برداشت کرنا جائز نہیں ہے اور ہر وہ شئے جو تاجروں کی عادت کے مطابق قیمت میں کمی کا باعث بنے تو وہ شئے عیب قرار پاتی ہے اور بچے میں جب تک وہ بالغ نہ ہو بھاگنا' بستر پر پیشاب کر دینا اور چوری کرنا عیب ہیں۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو یہ چیز اس کے بالغ ہونے کے بعد اس کے اپنی کسی ایسی عادت کو دوبارہ کرنے تک عیب نہیں ہو گی اور لونڈی میں منہ اور بغلوں کا گندہ ہونا عیب ہے جبکہ غلام میں ان چیزوں کا ہونا عیب نہیں ہے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب یہ چیز بیماری کی وجہ سے ہو۔ زانی اور حرامی ہونا نوکرانی میں تو عیب شمار ہوتا ہے۔ مگر غلام میں نہیں۔ جب مبیع میں مشتری کے پاس کوئی عیب ظاہر ہو اس کے بعد مشتری اس مبیع میں کسی ایسے عیب پر باخبر ہو جو بائع کے ہاں تھا۔ تو اسے یہ تو حق ہو گا کہ وہ عیب کی کمی کے مطابق اس سے اپنی رقم واپس کرا لے۔ مگر اسے بائع کی مبیع کو لے لینے کی رضا مندی کے علاوہ مبیع کو واپس کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ اگر مشتری نے کپڑا کاٹا پھر اسے سلائی کر لیا یا رنگدار بنا لیا یا ستوؤں میں گھی ملا دیا۔ پھر ان اشیاء میں اسے کسی عیب کا علم ہو گیا تو وہ عیب کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا بدل لینے کا حقدار ہو گا جبکہ بائع کو بعینہ اس چیز کو واپس لینے کا کوئی حق نہ ہو گا۔

عیب دار غلام

جو کوئی غلام خرید ے پھر اسے آزاد کر دے یا وہ غلام اس کے ہاں فوت ہو جائے پھر اسے اس غلام میں کسی عیب کا علم ہو تو وہ نقصانِ عیب لے سکتا ہے۔ اب اگر مشتری نے غلام کو مار ڈالا یا مبیع کھائی جانے والی چیزوں میں سے تھا پس وہ اسے کھا گیا۔ پھر اسے اس شئے کا کوئی عیب معلوم ہو گیا تو اب وہ کوئی چیز بھی اس نقصان کے بدلے میں واپس نہیں کرا سکے گا۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ عیب کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا بدلہ لے گا۔ ایک آدمی نے غلام بیچا پس مشتری نے وہی غلام آگے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے اس غلام کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کر دیا۔ اب اگر خریدار وہ غلام قاضی کے فیصلہ کرنے سے قبول کر لے تب تو وہ اس غلام کو پہلے بائع پر لوٹا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے وہ غلام قاضی کے فیصلے کے بغیر قبول کیا۔ تو پھر اسے اس غلام کو پہلے بائع پر لوٹانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔ کسی نے کوئی غلام خریدا اور بائع نے اس غلام کے ہر قسم کے نقص سے بری ہونے کی شرط لگا دی تو اب مشتری کو کسی عیب کی وجہ سے وہ غلام واپس کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اگرچہ بائع نے ایک ایک عیب کا نام لے کر گنتی نہ بھی کرائی۔ ہو تب بھی اسے غلام واپس کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔

باب بیع الفاسد

خراب خرید وفروخت

خرید وفروخت میں جب عوضین میں سے ایک یا دونوں ہی حرام ہوں تو وہ بیع فاسد ہوگی۔ مثال کے طور پر جیسے مردار، خون شراب یا خنزیر کے ساتھ بیع کرنا حرام ہے اور جب مبیع کسی کی ملکیت نہ ہو تو تب بھی یہی حکم ہوگا۔ مثال کے طور پر آزاد آدمی ہے کہ آزاد آدمی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اور امِ ولد اپنے مالک کے بچے کی ماں، مدبر اور مکاتب غلام کو بیچ دینا فاسد ہے اور شکار کرنے سے قبل ہی پانی میں مچھلی کو بیچنا جائز نہیں اور نہ فضاء میں اڑتے ہوئے پرندے کو بیچنا جائز ہے۔ کسی جانور کے حمل کو اس کے پیٹ میں ہی بیچنا بھی ناجائز ہے۔ حمل کے حمل کو بیچنا بھی جائز نہیں۔ اون کو بکری کی پشت پر بیچ دینا بھی درست نہیں ہے۔ نہ ہی دودھ کو تھنوں میں بیچ ڈالنا درست ہے۔ ایک پورے تھان میں سے ایک گز کپڑے کو بیچنا بھی جائز نہیں۔ چھت میں شہتیر کو بیچنا جائز نہیں۔ نہ ہی ایک مرتبہ جال پھینکنے سے اس میں آنے والے شکار کی بیع جائز ہے۔ بیع مزابنہ یعنی اٹکل پچو کی بیع بھی ناجائز ہے اور مزابنہ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ وہ کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تر پکی کھجوروں کو کٹی ہوئی خشک کھجوروں کے بدلے میں بیچنا ہے۔

ناجائز طریقے

پتھر پھینکنے اور چھونے والے طریقہ سے بیع کرنا بھی ناجائز ہے۔ کپڑے کے دو تھانوں میں سے ایک تھان کی بیع کرنا بھی جائز نہیں۔ کسی نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اسے آزاد کر دے گا۔ نہیں تو اسے مدبر یا مکاتب بنا دے گا یا کسی نے کوئی

لونڈی اس شرط کے ساتھ بیچی کہ مشتری اسے ام ولد بنا لے گا تو ایسی بیع فاسد ہے۔ ایسے ہی اگر بائع نے ایک غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اس غلام سے ایک مہینے تک خدمت کروائے گا۔ یا کوئی مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اتنی مدت تک بائع اس میں رہے گا یا یہ شرط رکھی کہ مشتری بائع کو کچھ درہم' رقم قرضہ میں دے گا۔ یا کوئی شئے ھدیہ کے طور پر دے گا ان صورتوں میں بھی بیع فاسد ہوگی۔ جس نے کوئی شئے اس شرط کے ساتھ بیچی کہ وہ اس شئے کو ایک ماہ تک مشتری کے سپرد نہ کرے گا تو یہ بیع فاسد ہے۔ جس نے لونڈی یا چوپائے کی بیع کی مگر ان سے ان کے حمل کو نکال لیا علیحدہ قرار دے دیا تو یہ بیع بھی فاسد ہوئی۔ جس نے اس شرط پر کپڑا خریدا کہ بائع اسے کاٹ کر کے علیحدہ کر کے دے گا یا بائع مشتری کو اس کپڑے کی قمیض یا قباء سی کر کے دے گا یا کسی نے کوئی جوتا اس شرط پر خریدا کہ بائع اسے برابر کر کے یا تسمے لگا کر کے دے گا۔ تو اس قسم کی بیع فاسد ہے اور نو روز مہرجان اور یہودیوں کی عید تک کچھ فروخت کرنا جبکہ دو سودا کرنے والوں کو اس کا علم نہ ہو تو یہ بیع فاسد ہوگی۔ کھیتی کاٹنے' گاہنے' انگوروں کے اترنے اور حاجیوں کے واپس آنے تک بیع کرنا جائز نہیں ہے پھر اگر خریدنے اور بیچنے والا دونوں لوگوں کے کھیتی کاٹنے' گاہنے یا حاجیوں کے آنے سے پہلے تک کی مدت کو ساقط کرنے پر باہم راضی ہو گئے تو اس صورت میں بیع جائز قرار پا جائے گی اور جب مشتری نے بیع فاسد میں بائع کے حکم سے مبیع چیز پر قبضہ کر لیا اس صورت میں کہ عقد کے دونوں عوضوں مین ہر ایک عوض ایک مال ہو تو مشتری اس مبیع کا مالک بن جائے گا اور اسے اس مبیع کی قیمت لازماً ادا کرنی ہوگی اور متعاقدین میں سے ہر ایک کو اس بیع کے فسخ کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ اب اگر اس مبیع کو مشتری نے فروخت کر دیا تو اس کی بیع نافذ ہو جائے گی۔ جس کسی نے آزاد اور غلام کو ذبح کی جانے والی اور مردار بکری کو بیع میں جمع کر دیا تو ان دونوں میں ہی بیع باطل ہو جائے گی اور جس کسی نے عبد محض اور مدبر یا اپنے اور کسی دوسرے آدمی کے غلام کو جمع

کیا تو غلام میں اس کے حصے کی قیمت کے مطابق بیع صحیح ہو گی۔ ''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے ارادہ قیمت خرید بڑھانے' دوسروں کے ریٹ پر ریٹ لگانے' تاجروں سے میل ملاپ کر لینے اور دیہات میں رہنے والے کا مال کسی شہر میں بسنے والے کے فروخت کرنے سے اور جمعہ کی اذان کے وقت بھی خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا''۔

یہ سب باتیں مکروہ تو ہیں لیکن ان سے بیع فاسد نہیں ہوتی اور وہ آدمی جو دو چھوٹے غلاموں کا مالک ہو اور ان میں سے ایک دوسرے کا ذی رحم محرم ہو۔ تو وہ انہیں الگ الگ نہ کرے گا۔ اور اسی طرح جب ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہو۔ اب اگر اس نے انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا تو یہ مکروہ ہو گا۔ البتہ بیع جائز ہی رہے گی۔ اگر دونوں ہی بڑے ہوں تو پھر انہیں آپس میں جدا کر دینے سے کوئی حرج واقع نہ ہو گا۔

صحیح بخاری کتاب البیوع باب نمبر ۶۰ ص ۲۸۷ مطبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی (۱۹۶۱ء،۱۳۸۱ھ)
صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳ مطبع فرینڈز اون پریس' پی ۱۰۴۷ اصغر مال روڈ راولپنڈی (۱۹۸۵ء،۱۴۰۵ھ)
جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ مطبع مجتبائی لاہور (۱۹۸۵ء،۱۴۰۵ھ)
سنن نسائی جلد نمبر ۲ ص ۲۰۰' ۲۰۹ مطبع مکتبہ سلفیہ لاہور (۱۹۵۶ء،۱۳۷۶ھ)

باب الاقالۃ

بیع توڑ دینا

بائع اور مشتری کے لئے بیع میں پہلی قیمت کے ساتھ اقالہ کر لینا جائز ہے۔ لیکن اگر اس سے زیادہ یا اس سے تھوڑی قیمت کی شرط لگا لی تو ایسی شرط باطل قرار پائے گی اور مبیع پہلی قیمت کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ اور یہ اقالہ متعاقدین کے حق میں تو فسخ کرنا ہوتا ہے جبکہ ان دونوں کے علاوہ تیسرے آدمی کے حق ہی یہی اقالہ نئی بیع قرار پاتا ہے۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے اور ثمنوں کی ہلاکت اقالہ کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہوگی جبکہ مبیع کا ہلاک ہو جانا اقالہ کے درست ہونے سے مانع ہے لیکن اگر مبیع کا کچھ حصہ ہلاک ہوا تو بقیہ مبیع میں اقالہ جائز رہے گا۔

باب المرابحۃ والتولیۃ

نفع بخش خرید وفروخت

بیع مرابحہ وہ شئے جس کا مشتری عقد اول کے ساتھ پہلی قیمت سے مالک بنا تھا اب اس قیمت پر کچھ قیمت نفع کے طور پر بڑھا کر کے نقل کر دینا مرابحہ ہے۔ اور بیع تولیہ یہ وہ بیع ہے کہ مشتری جس شئے کا عقد اول میں پہلی قیمت کے ساتھ مالک ہوا تھا۔ اس قیمت میں بطور نفع زیادتی کیے بغیر اس مبیع کو نقل کر دینا بیع تولیہ ہے اور بیع مرابحہ اور تولیہ کا بدل جب تک مثلی چیزوں میں سے کسی کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک یہ صحیح نہیں ہو سکتی ہیں۔ دھوبی، رنگساز، نقاش، کناری لگانے والا اور غلہ اٹھانے والے کی اجرت کو اصل داموں کے ساتھ ملا لینا جائز ہے اور وہ کہے کہ یہ مجھے اتنی قیمت میں پڑی ہے اور یوں نہ کہے کہ میں نے یہ اتنی قیمت میں خریدی ہے۔ بیع مرابحہ میں اگر مشتری کو خیانت کا علم ہو جائے۔ تو امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے اختیار حاصل ہے اگر چاہے تو پوری قیمت ادا کر کے وہ شئے لے سکتا ہے۔ اگر چاہے تو اسے واپس بھی کر سکتا ہے۔ اگر بیع تولیہ میں کسی خیانت کے بارے میں معلوم ہو تو جس قدر خیانت ہو اس کے مطابق قیمت میں کمی کر دے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں قیمت میں کمی کر سکتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ کمی تو نہیں کرے گا البتہ اختیار اسے دونوں صورتوں میں حاصل ہوگا۔ وہ آدمی جس نے نقل کی جانے والی اشیاء میں سے کوئی چیز خریدی۔ تو اس چیز پر قبضہ کر لینے کے وقت اس کا بیچنا جائز نہیں ہوگا۔ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین قبضہ سے قبل فروخت کر دینا جائز ہے۔

وزن کی شرط

امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔ جس نے کوئی کیلی شئے ناپنے کی شرط یا کوئی وزن کی جانے والی چیز وزن کرنے کی شرط پر خرید لی۔ پھر اس نے اس چیز کو ناپنے اور وزن کرنے کے بعد پیمانہ کے طور پر یا وزن کے لحاظ سے ہی آگے بیچ ڈالا تو مشتری کے لئے جائز نہیں ہوگا یہ کہ وہ اس شئے کو بیچ دے۔ اس کا کھانا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ اس چیز کا دوبارہ ناپ اور وزن کرے۔ قبضہ سے قبل قیمت میں تصرف کر لینا جائز ہے۔ مشتری کے لئے بائع کی خاطر قیمت میں زیادتی کر دینا جائز ہے۔ بائع کے لئے مبیع کو بڑھا دینا بھی جائز ہے۔ قیمت میں کمی کرنا بھی جائز ہے۔ استحقاق ان تمام باتوں کے ساتھ متعلق ہوگا۔ جس نے نقد قیمت کے ساتھ کوئی شئے فروخت کی لیکن پھر اسے ایک مدت معلومہ تک کے لئے مہلت دے دی تو اب یہ میعادی ہوگی۔ ہر وہ عقد جس میں قیمت فوری طور پر ادا کرنا قرار پائی تھی۔ جب اس قیمت کا مالک خود ہی اس کے لئے ایک مدت مقرر کر دے۔ تو میعادی ہو جاتی ہے۔ مگر قرض نہیں کیونکہ اس کی مدت مقرر کرنا درست نہیں۔

باب الربوا

بیانِ سود

ہر کیلی اور موزونی چیز جب اپنی جنس کے مقابلے میں ہی زیادہ کر کے بیچی جائے تو اس میں سود و زیادتی حرام ہو گی۔ پس علت اس میں جنس کے ساتھ کیل یا جنس کے ساتھ وزن کرنا ہے۔ تو جب کیلی چیز اس کی جنس کے ساتھ یا وزنی چیز اس کی جنس کے بدلے ہی برابر برابر بیچی گئی تو اس صورت میں تو بیع جائز ہو گی۔ لیکن اگر زیادتی کے ساتھ بیع ہو گی تو جائز نہیں۔ وہ چیزیں جن میں ربٰوی پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اعلیٰ چیز کو کمتر چیز کے بدلے سوائے برابری کے طریقے کے بیچنا جائز نہیں ہے۔ جب جنس اور وہ شئے جو اس کے ساتھ ملائی گئی دونوں وصف ہی ختم ہو گئے تو اس صورت میں زیادتی اور ادھار دونوں ہی جائز ہوں گے۔

دونوں حرام؟

اور جب دونوں وصف جنس اور اس کے ساتھ ملائی گئی شئے پائی جا رہی ہوں تو اس صورت میں زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک پایا جا رہا ہو اور دوسرا نہ پایا جا رہا ہو تو اس صورت میں زیادتی تو جائز ہو گی لیکن ادھار حرام ہو گا۔

ہر وہ شئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادتی کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی وہ کیل کے اعتبار سے تو ہمیشہ کیلی ہی رہے گی۔ اگرچہ لوگوں نے اس چیز میں کیل کو چھوڑ بھی دیا ہو۔ مثلاً گندم، جو، کھجور، نمک اور ہر وہ شئے جس میں رسول

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزن کے لحاظ سے زیادتی کے حرام ہونے کی وضاحت فرمائی وہ شے ہمیشہ وزنی ہی رہے گی۔ اگرچہ عوام اس چیز میں وزن کو چھوڑ چکے ہوں۔ مثلاً سونا اور چاندی اور وہ چیز جس کے بارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تصریح نہ فرمائی ہو تو وہ عرفِ عام پر قیاس کی جائے گی اور وہ عقدِ صرف جو اثمان' قیمتوں کی جنس پر واقع ہو تو اس عقد میں اس کے دونوں عوضوں پر مجلس میں قبضہ کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ وہ اشیاء جن میں ربوٰی پایا جاتا ہے۔ ان میں تعیین تو معتبر ہوگی لیکن دونوں طرف سے قبضہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

گندم' ستو' زیتون اور تل

گندم کو آٹے اور ستوؤں کے بدلے بیچنا جائز نہیں اور اسی طرح آٹے کو ستوؤں کے عوض بیچ دینا بھی جائز نہیں۔ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوشت کو زندہ جانور کے بدلے میں بیچ دینا جائز ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ گوشت اس حیوان کے گوشت سے زیادہ نہ ہو کیونکہ اس طرح گوشت گوشت کے بدلے میں ہو جائے گا۔ جو گوشت زیادہ ہوگا وہ ہڈی اور کھال وغیرہ کے عوض میں آجائے گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ کھجوروں کو پکی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں برابر برابر بیچنا جائز ہے۔ اور اسی طرح انگور کو کشمش کے عوض بیچنا بھی جائز ہوگا۔ زیتون کی بیع زیتون کے تیل کے بدلے اور تلوں کی تلوں کے تیل کے عوض جائز نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ روغن زیتون اور تلوں کا تیل زیتون اور تلوں سے نکلنے والے تیل سے زیادہ ہو۔ پس اس طرح تیل' تیل کے بدلہ میں ہو جائے گا اور باقی تیل جو زائد ہوگا وہ کھل وغیرہ کے عوض میں قرار پائے گا۔ اور مختلف قسموں کے گوشت میں سے کچھ قسموں کے گوشت کی بیع کچھ اور قسموں کے گوشت کے بدلے میں کمی زیادتی کی صورت میں بھی جائز ہوگی۔

اور اسی طرح اونٹ' گائے اور بکری جیسے جانوروں کے مختلف قسم کے دودھ کی

بعض کی بیع بعض کے بدلے میں جائز ہوگی۔ کھجور کے سرکہ کی بیع انگوری سرکہ کے مقابلہ میں کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہوگی۔ اور روٹی کی گندم اور آٹے کے بدلہ میں بھی بیع کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہے۔ اور دار حرب' میدان جنگ میں مالک اور نوکر کے درمیان اور مسلمان اور حربی کافر کے درمیان کوئی سود نہیں ہوتا۔

باب السلم

قیمت پہلے دینا

کیلی' موزونی اور گنی جانے والی وہ اشیاء جو متفاوت کم اور زیادہ نہیں ہوتی ہیں۔ ان میں بیع سلم جائز ہے۔ مثلاً اخروٹ' انڈے اور گزوں کے ساتھ ناپی جا سکنے والی اشیاء۔ حیوان میں اس کے اعضاء کے لحاظ سے' چمڑوں میں ان کی گنتی کے اعتبار سے لکڑیوں میں ان کے گٹھوں کے اعتبار سے اور سبزیوں میں ان کے گٹھڑیوں کے اعتبار سے بیع سلم کرنا جائز نہیں ہوگی۔ بیع اس وقت تک جائز نہیں ہوتی' جب تک اس میں ہونے والے عقد میں سپرد کی جانے والی چیز عقد کے وقت سے لے کر موت کے وقت تک موجود نہ ہو۔ بیع سلم مہلت دینے کی صورت کے علاوہ جائز نہیں۔ مقررہ مدت کے علاوہ کے ساتھ بھی بیع سلم جائز نہیں ہوگی۔ ایک خاص آدمی کے ناپنے والے آلے کے ساتھ اور کسی خاص آدمی کے ہی گز کے ساتھ بیع سلم کرنا جائز نہیں۔ کسی معین گاؤں کے اناج اور کسی خاص کھجور کے پھل میں بھی بیع سلم جائز نہ ہوگی۔

شرائط سلم

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سات شرائط کے بغیر بیع سلم کرنا جائز نہیں۔ شرائط بھی وہ جو عقد بیع سلم میں بیان کر دی جائیں۔ وہ شرائط یہ ہوں گی۔ جنس' قسم' صفت' مقدار اور جب عقد کا اصل قیمت کے ساتھ تعلق ہو تو اس کی مقدار معلوم ہونا مثال کے طور پر وزنی اور عددی اشیاء۔ جب اس میں باربرداری اور مشقت والا معاملہ ہو تو وہ جگہ جہاں وہ اسے ادا کرے گا اس جگہ کا بھی علم ہونا۔ یہ سات شرائط ہیں۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل قیمت جب مقرر کی جا چکی ہو تو اس کا

اور ادا کرنے کی جگہ کا نام لینے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ وہ اسے عقد کرنے کی جگہ میں سپرد کر دے گا اور بیع سلم جب تک علیحدہ ہونے سے قبل رأس المال (اصل قیمت) پر وہ قبضہ نہ کر لے جائز نہ ہوگی۔

تصرف

رأس المال میں اصل قیمت میں اور عقد بیع سلم میں سونپی جانے والی چیز میں قبضہ سے قبل تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا اور بیع تولیہ اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے قبل شرکت جائز نہیں ہوتی۔ جب کپڑوں کی لمبائی' چوڑائی اور موٹائی واضح طور پر بتا دی جائے تو ان میں بیع سلم جائز ہو جاتی ہے۔ ہیروں اور موتیوں میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ جب کچی پکی اینٹوں کا سانچہ مقرر کر دیا جائے تو ان میں بیع سلم کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ وہ اشیاء جن میں ان کی صفت کی پختگی اور ان کی مقدار کی پہچان ہو سکتی ہے۔ ان میں بیع سلم جائز ہے۔ وہ اشیاء جن میں ان کی ضبط صفت اور ان کی مقدار کی معرفت نہیں ہو سکتی ان میں بیع جائز نہیں۔ کتے' چیتے اور چیرنے پھاڑنے والے درندوں کی بیع کرنا بھی جائز ہے۔ مگر شراب اور خنزیر کی بیع کرنا جائز نہیں۔ ریشمی کیڑوں اور شہد کی مکھیوں کی بیع کرنا جائز نہیں۔ مگر جب ریشمی کیڑے ریشم کے ساتھ اور شہد کی مکھیاں چھتوں کے ساتھ ہوں تو اس صورت میں ان کی بیع کرنا جائز ہو گی۔ ذمی کافر لوگ بھی خرید و فروخت میں مسلمانوں کے سے احکام کے حامل ہوں گے۔ مگر شراب اور خنزیر میں نہیں کیونکہ ان کا شراب پر عقد کرنا کسی مسلمان کے شربت پر عقد کرنے کی طرح ہے اور ان کا خنزیر پر عقد کرنا کسی مسلمان کے بکری پر عقد کرنے جیسا ہے۔

باب الصرف

دست بدست خرید وفروخت

عقدِ صرف وہ بیع ہے۔ جس کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض ثمنوں کی جنس میں سے ہو۔ اب اگر ایک آدمی نے چاندی چاندی کے بدلے اور سونا سونے کے بدلے میں بیچا تو یہ بیع جائز نہیں ہوگی۔ مگر برابر برابر ہونے کی صورت میں جائز ہوگی۔ نفاست اور گھڑائی میں وہ اگرچہ مختلف ہی ہوں۔ اس بیع میں بائع اور مشتری کے علیحدہ علیحدہ ہونے سے قبل دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب ایک آدمی نے سونے کو چاندی کے بدلے میں بیچا تو اس صورت میں زیادتی جائز ہوگی اور دونوں طرف سے قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔ اگر عقد صرف میں دونوں عوضوں پر یا دونوں میں سے کسی ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا۔ قبضہ سے قبل ثمن' قیمت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا۔ جبکہ اندازے سے سونے کو چاندی کے بدلے بیچنا جائز ہے۔

وہ آدمی جس نے زیور سے آراستہ پیراستہ تلوار سو درہموں میں بیچ دی۔ حالانکہ اس کے زیور کی قیمت پچاس درہم ہو۔ اب لینے والے نے اس تلوار کی قیمت سے پچاس درہم ہی ادا کیے تو یہ بیع جائز قرار پائے گی۔ اگرچہ اس نے اس بات کو بیان نہ بھی کیا ہو تب بھی وہ درہم چاندی کے حصہ کے لحاظ سے ہوں گے۔

عقد باطل

اسی طرح اگر کسی نے کہہ دیا کہ ان دونوں کی قیمت سے پچاس درہم لے لو۔ پھر جدا ہونے تک کسی نے بھی قبضہ نہ کیا تو زیور میں یہ عقد باطل ہو جائے گا۔ اگر وہ

زیور بغیر کسی نقصان کے اس تلوار سے الگ کیا جا سکتا ہو تو تلوار میں بیع جائز رہے گی۔ لیکن زیور میں باطل ہو گی۔ جس نے چاندی کا کوئی برتن بیچا۔ پھر بائع اور مشتری الگ ہو گئے اور تحقیق بائع نے اس برتن کی قیمت میں سے کچھ قیمت پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔ باقی وہ قیمت جس میں قبضہ نہیں ہوا اس میں عقد باطل ہو جائے گا۔ وہ قیمت جس میں قبضہ ہو چکا تھا اس میں صحیح ہو گا اور برتن بائع اور مشتری دونوں کے درمیان مشترک رہے گا۔ اب اگر کوئی آدمی برتن کے بعض حصہ کا مستحق پایا گیا۔ تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس کے حصہ کی قیمت دے کر باقی برتن کو بھی حاصل کر لے۔ اگر چاہے تو پہلے کو بھی واپس کر دے۔ ایک آدمی نے چاندی کا ایک ٹکڑا بیچا پھر کوئی آدمی چاندی کے اس ٹکڑے کے بعض حصہ کا مستحق نکل آیا۔ تو اس کے باقی حصہ کو بھی لے سکتا ہے۔ مگر اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ ایک آدمی نے دو درہم اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے بدلہ میں بیچا۔ تو یہ بیع جائز ہو گی اور دونوں جنسوں میں سے ہر ایک جنس کو دوسری جنس کا بدل قرار دے دیا جائے گا۔ اگر ایک آدمی نے گیارہ درہموں کو دس درہموں اور ایک دینار کے بدلہ میں بیچا تو یہ بیع جائز ہو گی۔ اس صورت میں دس درہموں کے مقابلے میں تو دس درہم ہو جائیں گے۔ جبکہ ایک درہم کے مقابلہ میں وہ ایک دینار ہو جائے گا۔ دو صحیح و کھرے اور ایک کھوٹے درہم کی ایک صحیح درہم اور دو کھوٹے درہموں کے بدلے میں بیع جائز ہے۔

غلبہ

اگر درہموں پر چاندی غالب ہو تو چاندی کے حکم میں شمار ہوں گے۔ اگر دیناروں پر سونا غالب آ رہا ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہوں گے۔ پس وہ چیز جس کا کمی اور زیادتی کی صورت میں گھروں میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کا ان دونوں میں بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اب اگر ان دونوں پر کھوٹ غالب ہو گا تو وہ درہموں اور دیناروں کے حکم میں نہیں ہوں گے بلکہ اب وہ سامان کے حکم میں ہوں گے۔ پھر جب انہیں

انہی کی جنس کے بدلے میں زیادتی کے ساتھ لے جایا جائے گا تو یہ بیع جائز ہوگی۔ کسی آدمی نے ان درہموں یا دیناروں کے ساتھ سامان خرید لیا۔ اسی دوران ان کا رواج جاتا رہا اور قبضہ سے قبل ہی لوگ ان کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ چکے تھے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ بیع باطل ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر بیع کے دن والی قیمت دینا لازم ہوگا۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس قیمت کے ساتھ لوگوں نے آخری دن معاملہ کیا تھا۔ اسے وہ قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ رائج الوقت سکوں سے بیع کرنا جائز ہوگا۔ اگرچہ ان سکوں کو مقرر نہ بھی کیا تھا۔ تب بھی بیع جائز ہی ہوگی۔ اگر سکے کھوٹے ہوں تو انہیں اس کے مقرر کرنے تک بیع جائز نہیں ہوگی۔ جب کوئی چیز رائج الوقت پیسوں کے ساتھ بیچ دی۔ اس کے بعد ان کا قبضہ سے قبل ہی رائج ہونا جاتا رہا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔ جس نے نصف درہم کے ساتھ کوئی شئے خرید لی۔ یہ بیع جائز ہوگی لیکن اس پر نصف درہم قیمت کے ساتھ بیچی جانے والی شئے لازم ہوگی۔ جس نے سنارے کو ایک درہم دیا اور اسے کہا کہ اس نصف درہم کے بدلے میں پیسے اور نصف کے بدلے ایک رتی وزن کی کمی والی اٹھنی دے دے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام میں بیع فاسد ہو جائے گی۔ لیکن صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیسوں میں تو بیع جائز ہوگی۔ لیکن باقی جو معاملہ ہوگا۔ اس میں بیع باطل قرار پائے گی۔ اگر ایک آدمی نے کہا کہ نصف درہم کے بدلے میں پیسے دے دو جن میں سے اس درہم کے مقابلے میں رتی برابر کمی ہو تو بیع جائز ہوگی۔ اگر کہا کہ رتی برابر کمی والا چھوٹا درہم اور باقی پیسے دے دو تب بھی بیع جائز ہے اور اس صورت میں رتی برابر کمی والا نصف درہم چھوٹے درہم کے مقابلے میں اور باقی فلوس' پیسوں کے مقابلے میں آ جائے گا۔

باب الرھن

کسی حق میں کوئی مالی شے رکھنا

رہن ایجاب وقبول سے واقع ہو جاتا ہے اور قبضہ کرنے سے مکمل ہو جاتا ہے۔

تو جب مرتہن نے رہن رکھی جانے والی چیز کے مجتمع ہونے، حقِ راہن کے ساتھ مشغول نہ ہونے والی اور تقسیم کی جا سکنے والی ہونے کی صورت میں اس پر قبضہ کر لیا۔ تو اس میں عقد مکمل ہو جائے گا۔ راہن کو اختیار ہوتا ہے۔ اگر چاہے تو وہ شئے اس کے سپرد کرے چاہے تو رہن سے رجوع کر لے۔ پھر جب اس نے اسے اس کے سپرد کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہو چکی اور رہن ضمان دی جانے والی چیز کے قرض ہونے کے ساتھ ہی درست ہوتا ہے اور وہ ضمان دی جانے والی چیز اپنی قیمت اور قرض سے کم کے بدلہ میں ہی ہو گی۔ تو جب رہن رکھی گئی چیز مرتہن کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی۔ اس حال میں اس کی قیمت اور قرض برابر تھے۔ تو مرتہن حکمی طور پر اپنا قرض وصول کر چکنے والا قرار پائے گا۔ اگر رہن رکھی گئی چیز کی قیمت قرض کی مقدار سے زیادہ تھی۔ تو وہ زائد مقدار امانت کے طور پر باقی رہے گی۔ اگر رہن رکھی گئی چیز کی قیمت قرض سے کم ہو گی تو اس کے مطابق اتنی مقدار میں قرض اتر جائے گا اور مرتہن باقی قرض کے لئے مطالبہ کر سکے گا۔

رہن کی تفصیل

مشترک چیز کو درختوں کے علاوہ صرف ان پر لگے ہوئے پھلوں کو اور زمین کے علاوہ اس پر کھڑی ہوئی فصل کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ درخت اور زمین کے بغیر پھل اور فصل کو بھی رہن میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ امانتیں رہن رکھنا بھی درست نہیں۔ مثال

کے طور پر جیسے ودیعت کی گئی اشیاء' ادھار مانگی ہوئی چیزیں' مال مضاربت' اور مال شرکت وغیرہ کو رہن رکھنا صحیح نہیں۔ مال تجارت' ثمن صرف اور مسلم فیہٗ کے بدلے میں رہن رکھنا درست ہے۔ پھر مجلس عقد میں ہی اس کی ہلاکت ہوگئی۔ عقد صرف' اور عقد سلم تو بہر حال مکمل ہو جائے گا۔ لیکن مرتہن بھی حکمی طور پر اپنا حق وصول کر لینے والا شمار ہوگا۔ جب دونوں ایک عادل انصاف پسند آدمی کے پاس کسی شئے کے رہن رکھنے پر متفق ہو گئے تو وہ چیز رہن میں رکھنا جائز ہوگی اور مرتہن یا راہن دونوں کو اس چیز سے کچھ لینے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ پھر اگر وہ مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی۔ تو وہ مرتہن کی ضمان سے ہلاک ہوگی۔ درہموں' دیناروں' مکیلی اور موزونی اشیاء کو رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ اگر کوئی شئے اپنی جنس کے مقابلے میں ہی رہن میں رکھی گئی وہ چیز ہلاک ہوگئی تو اتنی ہی مقدار قرض بھی اگرچہ وہ گھٹیا اور اعلیٰ ہونے میں مختلف ہو کم ہو جائے گا۔ وہ آدمی جس کا کسی دوسرے پر کوئی قرض تھا۔ اس نے اس سے اپنے قرض کی مقدار لے کر خرچ کر دیا۔ لیکن پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ روپے تو کھوٹے تھے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے اب کوئی شئے بھی باقی نہیں ہو گی۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ایسے ہی کھوٹے روپے واپس دے کر کھرے روپے لینے کے لئے مطالبہ کرے گا۔ جس نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں دو غلام رہن رکھے۔ پھر اس نے ان میں سے ایک غلام کے حصہ کا قرض ادا کر دیا تو وہ باقی قرض ادا کرنے کے وقت تک اس غلام پر قبضہ نہیں کر سکے گا۔ پھر جب قرض کی مدت گزر جانے کے بعد راہن مرتہن کو یا کسی انصاف پسند آدمی کو یا ان دونوں کے علاوہ کسی کو رہن میں رکھی گئی چیز کو بیچنے کیلئے وکیل بنائے تو یہ وکالت جائز ہوگی۔ پھر اگر عقد رہن میں وکالت کو شرط رکھا گیا تھا۔ تو اب راہن وکیل کو اپنی وکالت سے بے اختیار نہیں کر سکے گا۔ پس اگر اس نے اسے معزول کر دیا۔ تو بھی وہ معزول نہ ہوگا۔ اگر راہن فوت ہو جائے تب بھی وہ وکالت سے معزول نہیں ہوگا۔ اور مرتہن راہن

سے اپنے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر رہن کی شے مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے قرض کی قیمت وصول کرنے کر لینے تک اسے بیچنے سے باز رہے۔ پس جب وہ مرتہن کو اس کا قرض ادا کر دے تو اب اسے رہن میں رکھی گئی چیز راہن کے سپرد کرنے کو کہا جائے گا۔

بیع موقوف ہوگی

جب راہن نے رہن رکھی گئی چیز مرتہن کی اجازت کے بغیر بیچ دی۔ تو یہ بیع موقوف رہے گی۔ اگر مرتہن نے اس بیع کو جائز قرار دے دیا تو یہ بیع جائز ہو جائے گی اور اگر راہن مرتہن کا قرض ادا کر دے تب بھی یہ بیع جائز ہو جائے گی۔ اگر راہن نے رہن میں رکھا ہوا غلام مرتہن کی اجازت کے بغیر آزاد کر دیا تو آزادی نافذ ہو جائے گی۔ پھر اگر راہن مال و دولت والا ہے اور قرض اسی وقت لینا ہو۔ تو قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر قرض کی کوئی مدت مقرر کی جا چکی ہو۔ تو اس سے اس غلام کی قیمت لی جائے گی۔ اور شے رہن اس غلام کی جگہ رہن رکھ دی جائے گی۔ یہاں تک کہ قرض کی مدت آ جائے۔ اگر راہن غریب و نادار ہو تو غلام خود اپنی قیمت کمائے گا۔ اور اس قیمت سے وہ قرض ادا کرے گا۔ اس کے بعد غلام اپنے مالک پر رجوع کرے گا۔ یوں ہی راہن اگر رہن میں رکھی گئی شئے کو ہلاک کر دے یا کوئی اجنبی آدمی اس شئے کو ہلاک کر دے تو اس کا ضمان لینے میں مرتہن ہی مدمقابل ہوگا۔ پس وہ اس شئے کی قیمت لے گا جو رہن کے طور پر اس کے پاس رہے گی۔

راہن کی جنایت رہن پر ضمان واجب کرتی ہے اور مرتہن کی جنایت رہن پر سے اس کی جنایت کے مطابق قرض کو ساقط کر دیتی ہے اور راہن و مرتہن پر اور ان کے مال پر رہن میں رکھی گئی شئے کی جنایت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ وہ مکان جس میں رہن کی حفاظت کی جاری رہی ہو اس کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہوگا۔ جبکہ چرواہے کی تنخواہ اور رہن کے اخراجات وغیرہ یہ سب راہن کا ذمہ ہے۔

رہن کی افزائش

رہن کی افزائش راہن کے لئے ہوگی۔ جو اصل کے ساتھ ہی رہن رہتی ہے۔ اگر یہ افزائش' بڑھوتری ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اگر اصل شئے ہلاک ہوگئی اور بڑھوتری باقی رہ گئی تو راہن اس بڑھوتری کو اس کے حصہ کی ادائیگی کے ساتھ چھڑا لے گا۔ قرض کو رہن کی اس قیمت پر جو قبضہ کے دن تھی اور بڑھوتری کی اس قیمت پر جو چھڑانے کے دن ہو تقسیم کیا جائے گا۔ جو اصل کے مقابلے میں آئے گا وہ مقدار قرض سے ساقط ہو جائے گی اور جو بڑھوتری کے مقابلہ میں آئے گا راہن قرض کی وہ مقدار ادا کر کے اس بڑھوتری کو چھڑا لے گا۔ طرفین رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک رہن میں تو اضافہ کرنا جائز ہے۔ لیکن قرض میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان دونوں کے بدلے میں رہن نہیں ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے پاس رہن میں رکھی گئی چیز اگر ان میں سے ہر ایک کے قرض کے بدلے میں ہو تو یہ جائز ہے۔ اور وہ شئے مکمل طور پر ان میں سے ہر ایک کے پاس رہن رہے گی۔ یونہی ضمان بھی ان دونوں میں ہر ایک پر اس کے قرض کے حصہ کے مطابق ہوگا۔ پھر اگر راہن ان میں سے ایک کا قرض ادا کر دے تو اب وہ شئے پوری کی پوری دوسرے آدمی کے پاس رہن رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اپنا قرض وصول کر لے۔ کوئی آدمی اپنا غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اس غلام کی قیمت کے بدلے میں اس کے پاس اپنی کوئی خاص چیز رہن رکھے گا۔ لیکن اگر وہ رہن رکھنے سے مانع رہا تو اس پر زبردستی نہیں کی جائے گی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ وہ رہن کو چھوڑ دینے پر راضی ہو یا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے لیکن یہ بات مشتری کے فوراً قیمت ادا کرنے یا رہن کی قیمت دے دینے جو کہ رہن ہو جائے گی' کے علاوہ ہوگی۔

رہن کی حفاظت

رہن کی حفاظت مرتہن خود کرے گا۔ یا اپنی بیوی' اولاد اور اس ملازم سے کروائے گا جو اس کے زیر کفالت ہے۔ اگر کسی ایسے آدمی سے حفاظت کرائی جو اس کی عیالداری میں نہیں ہے یا کسی کے پاس اس چیز کو ودیعت رکھ دیا تو جب راہن مرتہن پر تعدی کرے گا تو مرتہن اسے غصب جیسا سامان یعنی پوری قیمت ادا کرے گا۔ جب مرتہن نے رہن رکھی گئی چیز راہن کو ادھار کے طور پر دے دی اور راہن نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ شئے مرتہن کے ضمان سے خارج ہو جائے گی۔ اب اگر وہ راہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو اس کے بدلے میں کوئی شئے نہیں ہوگی اور مرتہن اپنی طرف اس کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ پس جب مرتہن نے اس چیز کو واپس لے لیا تو ضمان بھی اسی پر لوٹ آئے گا۔ جب راہن فوت ہو جائے تو اس کا وصی رہن کی چیز بیچ کر قرض ادا کر دے۔ اگر اس کا کوئی آدمی بھی وصی نہ ہو تو قاضی آدمی کو وصی مقرر کرے گا۔ اسے اس کے بیچنے کا حکم دے گا۔

باب الحجر

قولی تصرفات سے روکنا

حجر کو واجب کرنے والے تین اسباب ہیں۔ عمر چھوٹی ہونا' غلام ہونا اور پاگل ہونا۔ بچے کا تصرف اس کے والد کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور غلام کا تصرف اس کے مالک کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور جس آدمی کی عقل پر جنون کا غلبہ ہو اس کا تصرف تو کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

بچہ اور پاگل

ان لوگوں میں سے جس نے بھی کوئی چیز اس حالت میں بیچی یا خریدی کہ وہ بیع کی سمجھ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بھی کرتا ہے۔ تو اس کے ولی کو اختیار ہے کہ جب اس بیع میں کوئی بہتری ہو تو اگر چاہے تو اس بیع کو پختہ قرار دے دے اگر چاہے تو اسے فسخ کر دے۔ پس یہ تین حالتیں افعال میں نہیں بلکہ اقوال میں حجر کو واجب کرتی ہیں۔

بچہ اور پاگل کا عقد اور اقرار صحیح نہیں ہوگا اور نہ ہی ان دونوں کا طلاق دینا اور آزاد کرنا واقع ہوگا۔ لیکن اگر یہ دونوں کوئی شئے ضائع کر دیں تو ان دونوں پر اس کی ضمان لازم آئے گی۔ غلام کے اقوال ذاتی طور پر اس کے اپنے حق میں نافذ ہیں۔ اس کے مالک کے حق میں نافذ نہیں ہیں۔ اب اگر اس نے مال کا اقرار کر لیا تو فی الحال تو نہیں مگر آزادی کے بعد یہ مال اسے لازم ہوگا۔ اگر حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو یہ چیزیں اسے فوراً لازم ہوں گی اور اس کی طلاق بھی نافذ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے مالک کی طلاق اس کی بیوی پر واقع نہیں ہوگی۔

عاقل بالغ بے وقوف

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیوقوف جب عاقل بالغ آزاد ہو تو اس پر حجر نہیں کیا جائے گا یعنی اسے روکا نہیں جائے گا۔ اور اس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہے۔ اگر وہ ایسا فضول خرچ اور فسادی ہو کہ ان چیزوں میں مال کو خرچ کرتا ہو۔ جن میں اس کی کوئی غرض ہو نہ کوئی بہتری ہو۔ مثال کے طور پر اپنے مال کو دریا میں تلف کر دیتا ہو یا آگ میں جلا دیتا ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کوئی لڑکا بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہو تو اس کے پچیس برس کا ہو جانے تک مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر اس سے قبل اس نے اپنے مال میں کچھ تصرف کر لیا تھا تو وہ نافذ ہو گا۔ اب جب وہ پچیس برس کا ہو گیا تو مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اگرچہ اب بھی اس سے سمجھداری کی علامات نظر نہ آتی ہوں۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیوقوف پر حجر کیا جائے گا اور اسے اس کے مال میں تصرف کرنے سے منع کیا جائے گا۔ اگر اس نے کوئی شئے بیچ ڈالی تو اس کے مال میں بیچ نافذ نہ ہو گی۔ ہاں اگر اس بیع میں کوئی بہتری ہو تو حاکم اس بیع کو پختہ قرار دے گا۔ اگر اس نے کوئی غلام آزاد کر دیا تو اس کا یہ آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا اور غلام پر لازم ہو گا کہ وہ اپنی قیمت کما کر دے۔ اگر اس نے کسی عورت سے شادی کی۔ تو اس کا نکاح جائز ہو گا اور جتنا مہر وہ مقرر کرے گا۔ اس میں سے مہر مثل کی مقدار کے مطابق تو جائز ہو گا اور باقی اس کے علاوہ اگر کچھ زائد ہو گا تو وہ باطل ہو جائے گا اور ایسا آدمی جو بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہوا ہو۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے عقلمندی کے آثار ظاہر ہونے تک کسی صورت بھی اس کا مال اسے نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس مال میں اس کا تصرف کرنا جائز ہو گا اور بیوقوف کے مال کی زکوۃ نکال کر اسے اس کی اولاد پر خرچ کیا جائے گا۔ اسی طرح اس کی بیوی اور وہ لوگ جن کے اخراجات اس کے ذمہ واجب ہیں اس مال زکوۃ کو ان پر خرچ کیا جائے

گا اور وہ ذوی الارحام میں سے ہوں گے۔ اگر وہ حج کرنے کا ارادہ کرے گا تو اسے اس بات سے منع نہیں کیا جائے گا اور قاضی تمام اخراجات اس کے سپرد بھی نہیں کرے گا بلکہ کسی اور بااعتماد حاجی کو سونپے گا۔ جو حج کے راستے میں اس پر خرچ کرتا رہے گا۔ اگر وہ بیمار پڑے اور اچھے کاموں اور نیک موقعوں پر اپنا مال خرچ کرنے کے بارے کچھ وصیتیں کرے تو اس کی ان وصیتوں کو اس کے تہائی مال سے پورا کرنا جائز ہوگا۔

لڑکے لڑکی کا بالغ ہونا

احتلام ہونا' انزال ہو اور جب جماع سے عورت کو حاملہ کر دینا لڑکے کا بالغ ہونا ہے۔ پس ان علامات میں سے کوئی بھی نہ پائی جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اٹھارہ برس کا ہو جانے پر بالغ متصور ہوگا۔ حیض آنا' احتلام ہونا اور حاملہ ہو جانا یہ لڑکی کا بالغ ہونا ہے۔ اگر ان علامتوں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر وہ سترہ برس پورے ہونے پر بالغہ تصور ہوگی۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑکا اور لڑکی جب پندرہ برس کے ہوں تو وہ بالغ ہوں گے۔ جب لڑکا اور لڑکی بلوغت کے قریب ہوں پس ان دونوں کا معاملہ بالغ ہونے یا بالغ نہ ہونے میں مشکل ہو رہا ہو۔ لیکن وہ دونوں خود کہیں کہ ہم بالغ ہیں۔ تو ان کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور ان کے احکام بالغوں کے احکام کی طرح ہوں گے۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رہن کی وجہ سے کسی مفلس آدمی پر حجر نہیں کروں گا اور ایک مفلس آدمی پر جب بہت سا قرض واجب ہو جائے گا اور اس کے قرض خواہ اسے قید کرانا اور حجر کرانا طلب کریں گے۔ تو بھی اس پر حجر نہیں کروں گا۔ اگر اس کے پاس کچھ مال ہوگا تو حاکم اس میں تصرف نہیں کرے گا۔ ہاں اسے اپنے پاس بہر صورت قید میں رکھے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اس مال کو قرض ادا کرنے کے لئے بیچ دے۔ اگر اس کے پاس مال درہموں کی صورت میں ہو اور قرض بھی درہم ہی ہوں۔ تو قاضی اس کی اجازت کے بغیر ہی اس کا قرض ادا کر دے گا اور

اگر اس کا مال دیناروں کی صورت میں ہو اور قرض درہموں کی صورت میں ہو یا اس کا عکس ہو تو قاضی اس کے قرض کو ادا کرنے کی خاطر اس کے مال کو بیچ دے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مفلس آدمی کے قرض خواہ جب اس پر حجر کا مطالبہ کریں گے تو قاضی اس پر حجر کر دے گا اور اسے کچھ بیچنے' مال میں تصرف کرنے اور اقرار کرنے سے روک دے گا۔ قاضی قرض اس لئے ادا کر دے گا تاکہ قرض خواہوں کا نقصان نہ ہونے پائے۔ اگر مفلس خود اپنا مال نہ بیچے تو پھر قاضی بیچ دے گا اور قرض خواہوں میں ان کے حصوں کے مطابق اس مال کی قیمت تقسیم کر دے گا۔ اب اگر اس مفلس نے حجر کی حالت میں ہی کسی مال کا اقرار کر لیا تو یہ مال اسے قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد ہی لازم ہو گا۔

مفلس کے مال سے اس پر اس کی بیوی' اس کے چھوٹے بچوں اور اس کے ذوی الارحام پر مال خرچ کیا جائے گا۔ اگر مفلس کے پاس مال کا پتہ نہ چل سکے اور اس کے قرض خواہ اسے قید کرنے کا مطالبہ کریں اور وہ یہی کہتا رہے کہ میرے پاس تو کوئی مال وغیرہ نہیں ہے۔ تو حاکم اسے ہر ایسے قرض میں قید کر لے گا جو اسے ایسے مال کے بدلے میں لازم ہوا ہو جو اس کے پاس ہے۔ مثال کے طور پر بیع کی قیمت اور قرض کا بدل اور حاکم اسے ہر ایسے قرض میں بھی قید کر لے گا جس قرض کو اس نے کسی عقد کے ساتھ لازم کیا ہو۔ جیسے مہر اور کفالہ اس کے علاوہ کی صورت میں حاکم اسے قید نہیں کرے گا۔ مثال کے طور پر ایک غصب شدہ چیز کے عوض اور جنایتوں کا تاوان وغیرہ۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب گواہی قائم کرنے سے یہ ثابت ہو جائے کہ بے شک مال اس کے پاس ہی ہے۔ حاکم اسے دو یا تین مہینے قید رکھے گا اور اس کے بارے سوال یعنی تحقیق و تفتیش کرتا رہے گا۔ اگر اس کے پاس کوئی مال ظاہر نہ ہو تو حاکم اس کے راستے کو خالی کر دے گا۔ یعنی اسے رہا کر دے گا اور جب اس پر گواہی قائم ہو جائے کہ اس کے پاس کوئی مال نہیں۔ تب بھی یہی حکم ہو گا۔ اس کے قید خانے سے

رہائی کے بعد حاکم اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان رکاوٹ نہیں بنے گا۔ اس کے قرض خواہ اس کے پیچھے پڑے رہیں گے۔ لیکن اسے تصرف کرنے اور سفر کرنے سے منع نہیں کریں گے اور جو کچھ اس کی کمائی سے بچا کرے گا وہ آپس میں تقسیم کرتے رہیں گے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حاکم نے اس پر مفلس کا حکم لگا دیا ہو تو اب وہ اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ مگر صرف اس صورت میں کہ وہ اس بات پر کوئی دلیل قائم کر دیں کہ اسے کوئی مال حاصل ہو چکا ہے اور فاسق جب اپنے مال کو درست طریقے سے صرف کرنے والا ہو تو اس پر حجر نہیں کیا جائے گا۔ اس کا فسق اصلی ہو یا طاری اس بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور کوئی ایسا آدمی مفلس ہو جائے جس کے پاس کسی آدمی کا مال بالکل ایسے ہی موجود ہو۔ جیسے اس نے اس مال کے مالک سے خریدا تھا۔ تو اس صورت میں اس سامان کا مالک بھی دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہی ہوگا۔

باب الاقرار

بیان اقرار

جب کوئی عاقل بالغ کسی حق کا اقرار کر لے۔ تو وہ اقرار اسے لازم ہو گا۔ جس چیز کا اس نے اقرار کیا ہے وہ چاہے مجہول یا معلوم۔ اسے مجہول شئے کو بیان کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ بیان نہ کرے تو حاکم وقت اسے بیان کرنے پر مجبور کرے گا۔ اب اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کی کوئی شئے ہے۔ تو اس پر ایسی شئے بیان کرنا لازم ہو گا جس کی کوئی قیمت ہو۔ وہ آدمی جس کے لئے اقرار کیا گیا اگر وہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے گا تو اس صورت میں اقرار کرنے والے کی قسم کے ساتھ اس کی بات ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

تفصیلی احکام

جب اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کا مال ہے تو اس کی وضاحت کے لئے اس کی طرف رجوع ہو گا اور تھوڑے اور زیادہ میں اس کے قول کو قبول بھی کیا جائے گا۔ اگر اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کا بہت بڑا مال ہے۔ تو دو سو درہم سے کم میں اس کی بات کی تصدیق نہیں جائے گی۔ اگر کہے کہ فلاں آدمی کے مجھ پر بہت سے درہم ہیں تو اس کی دس درہموں سے کم میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر اس نے کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر درہم ہیں۔ تو ان (تین) سے زیادہ بیان کر دینے کی صورت کے علاوہ تین درہم ہوں گے۔ اگر یوں کہے کہ فلاں آدمی کے مجھ پر اتنے اتنے درہم ہیں۔ تو گیارہ سے کم درہموں میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر کہا کہ فلاں آدمی کے مجھ پر اتنے اور اتنے درہم ہیں۔ تو اس صورت میں اس کی اکیس سے کم

درہموں میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر اس طرح کہے کہ فلاں آدمی کے مجھ پر یا میری طرف ہیں تو اس نے قرض کا اقرار کر لیا۔ اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے پاس یا میرے ساتھ ہیں۔ تو اس بات کے ساتھ اپنے پاس امانت کا اقرار کر رہا ہے۔ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ میرے تم پر ایک ہزار درہم ہیں اور اس نے اس کے جواب میں کہا کہ تو انہیں تول کر لے یا انہیں پرکھ لے یا مجھے ان کو ادا کرنے کے لئے کچھ مہلت دے دے یا یہ کہا کہ میں تمہیں درہم ادا کر چکا ہوں۔ تو بہر حال یہ اس نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ جس نے قرض مقررہ کا اقرار کیا اور جس کے لئے اقرار کیا گیا۔ اس نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور قرض کے مؤجل مقرر ہونے کو جھٹلا دیا تو وہ قرض اسے فوری طور پر ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور وہ آدمی جس کے لئے اقرار کیا گیا ہو مدت کی تعیین میں اس سے قسم لے لی جائے گی۔

استثناء اور اس کا قائم مقام

جو کسی قرض کا اقرار کرے اور اقرار کے ساتھ ہی کسی چیز کا استثناء بھی کر لے تو وہ استثناء صحیح ہوگا۔ اب چاہے اس نے تھوڑے کا استثناء کیا یا زیادہ کا ہر حال باقی قرض اسے لازم ہو جائے گا۔ پس اگر اس نے سارے کے سارے قرض کا استثناء کیا تو اس کا اقرار اسے لازم ہوگا۔ اور اس کا استثناء باطل ہو جائے گا۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کے ایک دینار کے علاوہ سو درہم ہیں۔ اگر یہ نہیں تو گندم کی ایک بوری ہے۔ تو اس صورت میں اسے دینار یا ایک بوری گندم کی قیمت نہیں بلکہ سو درہم ہی لازم ہوں گے۔ اگر اس نے کہا کہ مجھ پر فلاں آدمی کے سو اور کچھ درہم ہیں تو سو درہم وہ تمام درہم شمار ہوں گے۔ اگر اس نے کہا کہ مجھ پر سو درہم اور کپڑا ہے تو اسے ایک کپڑا لازم ہوگا اور سو درہموں کی وضاحت کے لئے اس کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ کسی نے کسی حق کا اقرار کیا اور اقرار کے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہہ دیا۔ تو اسے یہ اقرار لازم نہیں ہوگا وہ آدمی جس نے کوئی اقرار کیا اور اپنی ذات کے لئے خیار کی شرط

کا اظہار بھی کیا تو اقرار تو لازم ہوگا۔ مگر خیار باطل قرار پائے گا۔ جس کسی نے کسی گھر کا اقرار کیا مگر اپنی ذات کے واسطے اس کی عمارت کا اس گھر سے استثناء کر دیا تو وہ آدمی جس کے لئے اقرار کیا گیا تھا عمارت اور مکاں سب کچھ اس کا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ اس گھر کی عمارت میری ہے اور صحن فلاں آدمی کا ہے تو اس کا یہ قول ایسے ہی ہوگا جیسے اس نے کہا۔

صور مختلفہ

جس آدمی نے ٹوکری میں کھجوروں کا اقرار کیا۔ تو ایسے آدمی کو کھجوریں اور ٹوکری دونوں چیزیں ہی لازم ہوں گی اور جس نے اصطبل میں گھوڑے کا اقرار کیا تو ایسے آدمی پر صرف گھوڑا ہی لازم ہوگا۔ اگر اس نے کہا کہ میں نے رومال میں کپڑا غصب کیا ہے تو اسے کپڑا اور رومال دونوں چیزیں لازم ہوں گی اگر کہا کہ فلاں آدمی کا کپڑے میں کپڑا میرے ذمے ہے تو اسے دو کپڑے لازم ہوں گے۔ اگر اس نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں آدمی کے لئے دس کپڑوں میں ایک کپڑا ہے تو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا جبکہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر گیارہ کپڑے لازم ہوں گے۔ جس کسی نے کوئی کپڑا غصب کرنے کا اقرار کر لیا پھر وہ عیب دار کپڑا لے آیا تو اس معاملہ میں اس سے قسم لیتے ہوئے اس کی بات کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے درہموں کا اقرار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ کھوٹے ہیں تو وہی مذکورہ بالا حکم ہوگا اگر اس نے کہا کہ فلاں آدمی کے پانچ میں پانچ میرے ذمہ ہیں اور اس بات کے ساتھ اس نے ضرب اور حساب کا ارادہ کیا تو اس پر صرف پانچ ہی لازم ہوں گے اگر وہ کہے کہ میری مراد تو پانچ کے ساتھ پانچ تھی۔ تو اس صورت میں اس پر دس لازم آئیں گے اگر کہے کہ فلاں آدمی کے ایک سے لے کر دس تک کے درہم میرے ذمے ہیں۔ تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر نو درہم یعنی ابتداء لازم ہوگی اور جو کچھ

اس کے بعد ہو گا وہ بھی لازم آئے گا۔ جبکہ غایت کا اعتبار ختم ہو جائے گا لیکن صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر وہ سارے یعنی دس کے دس درہم ہی لازم آئیں گے اگر وہ کہے کہ فلاں آدمی جس سے میں نے ایک غلام خریدا تھا۔ لیکن میں نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ اس غلام کی قیمت سے مجھ پر اس آدمی کے ایک ہزار درہم میرے ذمہ ہیں۔ تو اب اگر اس نے تعیین کے ساتھ اس غلام کا ذکر کیا تو وہ آدمی جس کے لئے ایک ہزار درہموں کا اقرار کیا گیا ہے۔ اسے کہا جائے گا کہ وہ اگر پسند کرے تو وہ غلام دے کر کے ایک ہزار درہم لے سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر تیرے لئے اس آدمی پر کوئی چیز بھی لازم نہیں ہو گی۔ اگر کہے مجھ پر ایک غلام کی قیمت سے ایک ہزار درہم قرض ہیں۔ لیکن غلام معین نہ ہو تو امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک اس پر ایک ہزار درہم ہی لازم ہوں گے۔ اگر کہے کہ خنزیر یا شراب کی قیمت سے فلاں آدمی کے ایک ہزار درہم میرے ذمہ ہیں تو اسے ایک ہزار درہم تو لازم ہوں گے۔ مگر اس کی تفسیر قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر اس نے کہا کہ فلاں آدمی کے لئے سامان کی قیمت سے اس پر ایک ہزار درہم ہیں۔ لیکن وہ کھوٹے ہیں۔ مگر جس کے لئے اس نے اقرار کیا ہو وہ کہے کہ کھرے ہیں۔ تو اس پر کھرے ہی لازم ہوں گے۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات اگر تو اس نے اقرار کے بالکل متصل ہی کہی تھی تو پھر تو اس کی بات سچ مان لی جائے گی اور اگر اس نے متصل نہیں کہی تھی۔ تب اس کی بات سچ نہیں مانی جائے گی۔ جس آدمی نے کسی دوسرے آدمی کے لئے لفظ خاتم کہتے ہوئے انگوٹھی کا اقرار کیا تو اس آدمی کے لئے پر حلقہ اور نگینہ دونوں چیزیں لازم ہوں گی اور جس نے اپنے پاس کسی کی تلوار کا اقرار کیا تو اس پر تلوار، پر تلہ اور میان تینوں اشیاء ہی لازم ہوں گی اور جس نے کسی آدمی کے لئے اپنے پاس ڈولی کا اقرار کیا۔ تو اس پر پردہ اور لکڑیاں بھی لازم ہوں گی۔ اگر کہے کہ فلاں عورت کے حمل کی وجہ سے ایک ہزار درہم میرے ذمہ ہیں۔ پھر

یوں کہے کہ فلاں آدمی نے اس کے لئے وصیت کی تھی یا وہ آدمی جس کا وہ وارث ہے اس کا باپ مر گیا ہے۔ تو اس کا یہ اقرار درست ہوگا اور اگر اس نے اپنے اقرار کو خلط ملط رکھا اور واضح نہ کیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات درست نہیں ہوگی۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ درست ہے۔ جس نے کسی کے لئے نوکرانی لونڈی یا بکری کے حمل کا اقرار کیا تو یہ اقرار درست ہوگا اور وہ چیز جس کا اس نے اقرار کیا وہ اسے لازم ہوگی۔

بیمار اور اقرار

جب کوئی آدمی اپنی موت کی بیماری میں قرضہ جات کا اقرار کر لے اور اس کی تندرستی کے زمانہ کے کچھ قرضے اس پر ہوں اور کچھ قرضے اس کی موت کی بیماری میں اسباب معلومہ کے ساتھ اس پر لازم ہوئے ہوں۔ تو اس کے زمانۂ تندرستی والے قرضے اور اس کی مرض الموت میں اسباب معلومہ سے لازم ہونے والے قرضے یہ تمام قرضہ جات مقدم ہوں گے۔ اور باقی مؤخر ہوں گے۔ جب انہیں ادا کر دیا جائے اور اس کے مال میں سے کچھ مال بچ بھی جائے تو اب وہ قرضے جن کا اس نے موت کی بیماری کے عالم میں اقرار کیا تھا یہ باقی ماندہ مال ان میں استعمال ہوگا۔ اگر اس کے زمانہ تندرستی میں اس پر لازم ہونے والے قرضے نہ ہوں۔ تو اس کا اقرار جائز ہوگا۔ اور وہ جس کے لئے اقرار کیا گیا تھا وہ ورثاء سے زیادہ بہتر ہوگا اور مریض کے وارث کے لئے مریض کا اقرار اس سے باقی ورثاء کی تصدیق کر دینے کے علاوہ باطل قرار پائے گا۔

جس کسی نے کسی اجنبی آدمی کے لئے کوئی اقرار کیا پھر کہہ دیا وہ میرا بیٹا ہے تو اس آدمی کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور اس کے لئے اس کا قرار باطل قرار پائے گا۔ جس نے کسی اجنبی عورت کے لئے کوئی اقرار کیا۔ پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس سے اس کا اقرار باطل نہیں ہوگا۔ جس نے اپنی موت کی بیماری میں اپنی بیوی کو

تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس کے لئے کسی قرض کا اقرار کرلیا اور خود فوت ہو گیا تو اس عورت کے لئے اس کی وراثت سے بہت قلیل حصہ ہو گا۔ کسی آدمی نے کسی ایسے لڑکے کے بارے میں اقرار کیا کہ اس جیسا لڑکا اس کے ہاں بھی پیدا ہو سکتا ہے اور وہ لڑکا ایسا ہے کہ اس کا کوئی سلسلہ نسب بھی معلوم نہیں کہ یہ اس آدمی کا بیٹا ہے مگر وہ لڑکا اپنے بارے اس کا بیٹا ہونے کی تصدیق کر دے تو یوں اس لڑکے کا نسب اس آدمی سے ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ لڑکا بیمار ہو اور وہ لڑکا بھی ورثاء کے ساتھ وراثت میں شامل ہو گا۔ اور کسی انسان کا ماں' باپ' بیوی' بچہ اور مالک و آقا ہونے کا اقرار کرنا جائز ہے۔ اور عورت کا کسی کے بارے ماں' باپ' شوہر اور آقا ہونے کا اقرار قبول کرلیا جائے گا۔ لیکن کسی کے بارے عورت یہ اقرار کرے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس معاملہ میں شوہر کی تصدیق کرنے اور دایہ عورت کے اس بچے کی ولادت کی گواہی دینے کے علاوہ عورت کا اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔ کوئی آدمی ماں باپ اور اولاد کے علاوہ کسی کے نسب کا اقرار کرے مثال کے طور پر چچا یا بھائی کے نسب کا اقرار کر دے تو ایسے آدمی کے اقرار کو نسب کے ساتھ ہی مانا جائے گا۔ پس اگر اس کا کوئی دور یا نزدیک کا رشتہ ہو تو وہ آدمی جس کے لئے اقرار کیا گیا تھا۔ یہ اس سے میراث کا زیادہ مستحق ہو گا۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو گا تو پھر وہی آدمی جس کے لئے اقرار کیا گیا تھا۔ وہی اس کی وراثت کا زیادہ مستحق ہو گا۔ وہ آدمی جس کا باپ فوت ہو گیا ہو پس وہ کسی کے بارے اپنا بھائی ہونے کا اقرار کر دے تو اس کا اس کے ساتھ بھائی ہونے کا نسب تو ثابت نہ ہو گا جبکہ وہ میراث میں اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔

کتاب الاجارۃ

اجرت پر ہونے والے امور

اجارہ منافع پر عوض کے ساتھ ایک عقد ہے اور یہ صرف منافع معلوم ہونے کی صورت میں ہی درست ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اجرت کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ وہ شئے جس کا بیع میں ثمن ہونا جائز ہے۔ اس کا اجارہ میں اجرت ہونا بھی جائز ہے اور منافع کا علم کبھی مدت کے ذریعے سے بھی ہو جاتا ہے مثال کے طور پر گھروں کو رہائش کے لئے کرائے پر لینا اس طرح زمین کو کاشت کاری کے لئے ٹھیکے وغیرہ پر لے لینا۔ پس عقد اجارہ مدت معلومہ پر جیسا بھی ہو صحیح ہوگا۔ کبھی منافع عمل اور نام کی وضاحت کے ذریعے معلوم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ایک آدمی کو کپڑا رنگ کرنے یا کپڑا سینے کے لئے اجرت پر لیا یا کوئی چوپایہ ایک معلوم جگہ تک کچھ وزن لادنے کے لئے کرائے پر لیا۔ یا سفر میں ایک معلوم مسافت تک سوار ہونے کے لئے اجرت پر لینا وغیرہ وغیرہ اور یونہی کبھی معین کرنے اور اشارہ کرنے کے ساتھ بھی منافع معلوم ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی آدمی نے ایک مزدور۔ اس لئے اجرت پر حاصل کیا تا کہ وہ اناج فلاں جگہ پر منتقل کر دے۔

جائز اجارہ

رہنے کے مکانوں اور دکانوں کو کرائے پر لینا اگرچہ وہ کام جو وہ وہاں کرے گا وہ بیان نہ بھی کرے تب بھی جائز ہے وہاں لوہار، دھوبی اور پسائی کے کام کے علاوہ ہر کام کر سکتا ہے۔ کاشت کاری کے لئے زمینیں بھی ٹھیکے پر کرائے پر لینا جائز ہے اور راستہ اور پانی کی باری کے بارے اگرچہ شرط نہ بھی لگائی ہو تب بھی یہ زمینیں کرائے پر دینے

والے کے لئے ہوگی اور جب تک وہ یہ بیان نہ کر دے کہ وہ یہ فصل اس میں کاشت کرے گا یا یہ شرط لگا دے کہ وہ جو چاہے گا اس میں کاشت کرے گا۔ اس وقت تک یہ عقد اجارہ درست نہ ہوگا۔ کنارہ کی کشادہ زمین کھجور کے پودے لگانے یا کوئی اور درخت لگانے کے لئے کرائے پر لینا جائز ہے۔ پھر جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے تو اب اجارہ پر لینے والے کے لئے درخت اور عمارت اکھاڑ کر کے خالی زمین اس کے سپرد کرنا لازم ہوگا۔ مگر صرف اس صورت میں وہ درختوں اور عمارت کو اکھاڑے گا' جب زمین کا مالک اکھڑے ہوئے مال کی قیمت دے کر کے اس کا مالک بننا پسند کرے یا اسے اسی حال میں چھوڑنے پر راضی ہو جائے۔ پس عمارت اس کی ہوگی اور زمین اس کی ہوگی۔ اور سواری کرنے یا وزن لادنے کے لئے چوپاؤں کو کرائے پر لینا جائز ہے۔ پھر اگر سوار ہونے والی بات کو مطلق رکھا کوئی قید وغیرہ نہیں لگائی تو وہ جسے چاہے سوار کر سکتا ہے۔ یونہی پہننے کے لئے کپڑا اجرت پر لیا اور پہننے کو مطلق رکھا تو جسے چاہے پہنا سکتا ہے لیکن اگر اس نے اسے کہا کہ چوپایا کپڑا اس شرط پر کرائے پر ہے کہ اس پر فلاں سوار ہوگا یا فلاں پہنے گا۔ پھر کوئی اور اس پر سوار ہو گیا یا کپڑا کسی اور نے پہن لیا تو اگر چوپایہ ہلاک ہو گیا یا کپڑا ضائع ہو گیا تو اس پر اس کی ضمان ہوگی اور ہر وہ چیز جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے بدل جاتی ہے۔ اس کا بھی یہی حکم ہو گا اور بہر حال زمین اور وہ اشیاء جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے تبدیل نہیں ہوتی ہیں۔ اب اگر کسی معین آدمی کی رہائش کی شرط بھی لگائی۔ تب بھی وہ کسی اور آدمی کی رہائش رکھوا سکتا ہے۔ لیکن اگر وزن کی وہ قسم اور مقدار جو وہ جانور پر لادے گا اسے بیان کر دیا مثال کے طور پر یہ کہہ دینا کہ پانچ بوری گندم تو وہ جو چیز مشقت میں گندم جیسی ہو وہ بھی لاد سکتا ہے۔ یا اگر وہ مشقت میں گندم سے کم بھی ہو تب بھی لاد سکتا ہے۔ مثلاً جو اور تل وغیرہ اور ایسی کوئی شئے جو گندم سے زیادہ تکلیف دہ ہو وہ اس پر نہیں لاد سکتا۔ مثلاً نمک' لوہا اور سیسہ وغیرہ۔ پھر اگر کوئی جانور روئی لادنے کے

لئے کرائے پر لیا تو روئی کے وزن کے برابر بھی اس پر لوہا نہیں لاد سکتا۔ اگر کسی نے کوئی جانور سواری کرنے کے لئے کرائے پر لیا۔ پھر اپنے پیچھے اس جانور پر ایک اور آدمی کو سوار کر لیا پس وہ چوپایہ ہلاک ہو گیا تو یہ آدمی اس جانور کی آدھی قیمت بطور تاوان ادا کرے گا۔ اگرچہ چوپایہ ان دونوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا بھی تھا۔ لیکن بوجھ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اگر گندم کی ایک مقدار لادنے کے لئے ایک چوپایہ کرائے پر لیا۔ لیکن اس پر اس مقدار سے زیادہ وزن لاد لیا پس وہ چوپایہ ہلاک ہو گیا۔ تو جس قدر اس مقدار سے بوجھ زائد تھا۔ وہ اس کا ضمان دینے والا ہو گا۔ اگر چوپائے کو لگام سے کھینچا یا اسے مارا پس وہ ہلاک ہو گیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کی ضمان دے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ضامن نہیں ہو گا۔

اقسام اجیر

اجیر یعنی مزدور دو قسموں کے ہوتے ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص۔ اجیرِ مشترک تو وہ ہوتا ہے جو کام کر دینے سے پہلے پہلے تک اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر رنگساز' دھوبی وغیرہ اور سامان ان میں سے کسی کے پاس بھی امانت کے طور پر ہوتا ہے۔ اگر ہلاک ہو جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کا ضمان نہیں دے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سامان کی ہلاکت کی صورت میں وہ اس سامان کا ضمان دے گا۔ اور وہ چیز جو اس کے عمل کی وجہ سے ضائع ہو جائے مثلاً کپڑے کا پھاڑ دینا' مزدور کا پھسلنا اور وہ جس کے ساتھ اسے کرائے پر دینے والا وزن (سامان وغیرہ) باندھتا ہے اس کا ٹوٹ جانا اور کشتی کا اس کے کھینچنے سے تباہ ہو جانا یہ سب ایسی اشیاء ہیں جن کا ضمان دیا جاتا ہے۔ مگر بے شک آدمی کا ضمان نہیں دیا جائے گا۔ پس جو آدمی کشتی میں ہلاک ہو گیا یا چوپائے سے گر پڑا اس کا بھی ضمان لازم نہیں ہو گا۔ جب فصد کھولنے والے نے فصد کھولی یا داغ لگانے

والے داغ لگا دیا اور وہ مقررہ جگہ سے آگے بھی نہ بڑھا پھر بھی اس وجہ سے کوئی فوت ہو گیا تو ان دونوں پر کسی قسم کا کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ اگر اس نے مقررہ حد سے تجاوز کیا تھا۔ تو پھر اسے تاوان دینا پڑے گا۔

اجرت کا مستحق

اور اجیر خاص وہ ہوتا ہے جو اس عرصہ میں اپنی ذات کو سپرد کر دینے کے ساتھ اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کام اگرچہ اس نے ابھی نہ بھی کیا ہو تب بھی وہ اجرت کا مستحق ہو ہی جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی آدمی نے ایک مزدور کو ایک ماہ تک کی خدمت کے لئے اجرت پر لیا یا بکریاں چرانے کے لئے لیا۔ اور وہ شئے جو اجیر خاص کے ہاتھوں ضائع ہو جائے۔ اس پر کوئی تاوان وغیرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی ایسی شئے پر تاوان ہو گا جو زیادتی کرنے کے علاوہ اس کے عمل سے ضائع ہو جائے اور شروطِ فاسدہ جیسے بیع کو فاسد کر دیتی ہیں۔ ایسے ہی اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں۔ کوئی آدمی کسی غلام کو خدمت کے لئے اجرت پر حاصل کرے تو وہ اسے عقد میں ساتھ لے جانے کی شرط لگائے بغیر اسے اپنے ساتھ سفر میں نہیں لے جا سکتا۔ ایک آدمی اونٹ پر کجاوہ رکھ کر مکہ تک دو آدمی سوار کرانے کے لئے اجرت پر لے تو یہ اجارہ جائز ہے اور وہ اس پر معتاد بھی یعنی وہ جو عام طور پر رکھا جاتا ہے رکھ سکتا ہے۔ اگر اونٹ کا مالک کجاوے کا مشاہدہ کر لے تو یہ زیادہ صحیح بات ہے۔ اگر کسی نے زادِ راہ کی کچھ مقدار لادنے کیلئے اونٹ کرائے پر لیا پھر وہ راستے میں اس مقدار سے کچھ کھا گیا تو جس قدر اس نے کھایا ہو اسی قدر اس پر مزید رکھ لینا اس کے لئے جائز ہے۔

تین شرائط

عقد کے ساتھ اجرت واجب نہیں ہوتی بلکہ تین باتوں یعنی پہلے دینے کی شرط کے ساتھ یا پہلے دینے کی شرط کے بغیر یا وہ چیز جس پر عقد ہوا ہو اس کے حاصل کر لینے کے ساتھ ان تین باتوں میں کسی ایک کے بھی پائے جانے کے ساتھ وہ اجرت کا

مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ جس آدمی نے کوئی گھر کرائے پر لیا ہو تو اجرت پر دینے والے کو عقد میں اپنا حق طلب کرنے کا وقت بیان کر دینے کے علاوہ روزانہ اجرت مانگنے کا حق حاصل ہوگا۔ جس کسی نے مکہ شریف تک کے لئے کوئی اونٹ کسی سے کرائے پر لیا تو اونٹ کے مالک کو ہر منزل کا کرایہ مانگنے کا حق حاصل ہوگا۔ جبکہ دھوبی اور درزی حضرات کو اجرت پہلے دینے کی شرط کر لینے کے علاوہ کام سے فارغ ہو جانے تک اجرت مانگنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کسی نے نان (روٹی) پکانے والا آدمی اپنے گھر کے لئے مزدوری پر حاصل کیا طے یہ پایا کہ ایک بوری آٹا وہ ایک درہم میں لگائے' تو وہ تندرو سے روٹی نکال لینے پر ہی اجرت کا مستحق ہوگا۔ جس نے ولیمہ کا کھانا پکانے کے لئے کسی باورچی کو کرائے پر طلب کیا تو اس کھانے کو برتنوں میں ڈالنا بھی اس باورچی کی ذمہ داری ہوگی اور جس کسی نے ایک آدمی کو اینٹیں بنانے کے لئے مزدوری پر طلب کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی ان اینٹوں کو کھڑا کر دینے پر ہی اجرت کا مستحق ہوگا۔ لیکن صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان تمام اینٹوں کو ایک جگہ اکٹھا رکھ دینے پر بھی اجرت کا مستحق ہو جائے گا۔

فارسی و رومی سلائی

جب کسی آدمی نے درزی سے کہا کہ اگر تو یہ کپڑے فارسی طریقے کی سلائی سے سیئے گا تو تیری یہ سلائی ایک درہم کے مقابلہ میں ہوگی۔ اگر رومی طریقے کی سلائی سے سیئے گا تو تب تیری سلائی دو درہموں کے مقابلے میں ہوگی۔ تو یہ جائز ہے اب وہ درزی جس قسم کا کام کر دے گا۔ اسی قسم کی اجرت کا مستحق ہوگا۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہ کپڑا تو نے آج یعنی اسی دن ہی سی کر دے دیا تو پھر اس کی اجرت ایک درہم ہوگا۔ اگر دوسرے روز سی کر دیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجرت مثلی یعنی جو عام طور پر اس طرح کے کپڑے سینے کی اجرت لی جاتی ہے۔ وہ ہوگی۔ لیکن وہ اجرت نصف درہم سے تجاوز نہیں کرے گی۔ ایک آدمی اگر کسی سے کہے کہ اگر تو اس دکان

میں عطار کو رکھے تو ماہانہ کرایہ ایک درہم ہو گا۔ اگر لوہار کو ٹھہرائے تو پھر ایک مہینے کے دو درہم ہوں گے تو یہ جائز ہے۔ اب وہ کرائے پر لینے والا آدمی ان دو باتوں میں سے جو کام کرے گا کرائے پر دینے والا امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی کے مطابق اجرت کا مستحق ٹھہرے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

مکان کرائے پر

جس کسی نے کوئی مکان ہر ماہ ایک درہم کرائے کے حساب سے حاصل کیا تو یہ عقد صرف ایک مہینے میں ہی درست قرار پائے گا۔ باقی مہینوں میں فاسد ہو گا لیکن اس صورت میں کہ جب وہ مہینے معین کر کے بیان کر دے تو اب یہ عقد فاسد نہ ہو گا۔ اب اگر اس مکان کو کرائے پر حاصل کرنے والا دوسرے مہینے کی ایک گھڑی بھی رہا تو اس میں عقد درست ہو جائے گا اور مکان کرائے پر دینے والا طے شدہ مہینہ ختم ہونے تک اسے اس مکان سے نکال نہیں سکتا۔ اور ایسے ہی وہ مہینہ جس کے شروع میں وہ ایک دن یا ایک گھڑی ٹھہر جائے تو اب اس کے لئے بھی یہی حکم ہو گا اور جب کسی نے ایک ماہ پر ایک درہم کے حساب سے کوئی مکان کرائے پر لیا پھر دو ماہ تک اس میں ٹھہرا رہا تو اس پر پہلے مہینے کا تو کرایہ ہو گا۔ لیکن دوسرے مہینے کے کرائے سے اس پر کچھ بھی نہیں ہو گا۔ جب کسی نے کوئی مکان ایک سال کے لئے دس درہموں کے حساب سے کرائے پر لیا تو اگرچہ ہر ماہ کی اجرت بیان نہ بھی کرے تو یہ عقد جائز ہے۔

جہاں اجرت جائز ہے

حمام کی اور پچھنے لگانے کی مزدوری لینا جائز ہے۔ مگر نر کو مادہ پر چھوڑنے کی مزدوری لینا جائز نہیں ہے اور اذان، تکبیر، قرآن پاک پڑھانے پر اور حج پر مزدوری طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ گانے اور رونے پیٹنے پر نوحہ کرنے پر بھی اجرت مانگنا

جائز نہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سانجھی شئے کا اجارہ ہی جائز نہیں۔ مگر صاحبین رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سانجھی شئے کا اجارہ جائز ہے اور دودھ پلانے والی عورت کو اجرت معلومہ کے ساتھ مزدوری پر حاصل کرنا جائز ہے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے کھانے پینے اور اس کے لباس وغیرہ کے بدلے بھی اسے حاصل کرنا جائز ہے اور اجرت پر لینے والے کو اس کے شوہر کو اس سے جماع کرنے سے روکنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوتا اور اگر وہ حاملہ ہو جائے تو انہیں اجارہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ جب بچے والوں کو بچے پر اس کے دودھ کے بارے کوئی خدشہ ہو تو اس دودھ پلانے والی عورت پر اس بچے کی خوراک کو درست کرنا لازم ہے۔ اگر وہ اجارہ کے عرصہ کے دوران بچے کو بکری کا دودھ پلاتی رہی۔ تو ایسی صورت میں اس کے لئے کوئی اجرت نہیں ہو گی۔

مزدوری میں اصل شے رکھنا

اور ہر ایسا کاریگر جس کے کام کا اثر شئے میں ظاہر ہو۔ مثال کے طور پر دھوبی اور کپڑے رنگنے والا تو ایسا آدمی یعنی دھوبی اور رنگریز وغیرہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی مزدوری لینے تک اس چیز کو اپنے پاس روک سکتا ہے۔ اور ایسا کاریگر جس کے کام کا اثر چیز میں ظاہر نہ ہو تو اپنی مزدوری کی وجہ سے کسی چیز کو اپنے پاس نہیں روک سکتا۔ مثلاً بوجھ اٹھانے والا اور ملاح جب کاریگر خود ایک کام کرنے کی شرط لگا چکا ہو تو پھر اس کے لئے کسی دوسرے آدمی سے کام کرانا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر اس نے کام کو مطلق رکھا تو اس صورت میں وہ اپنی خاطر کرانے کے لئے کوئی نوکر رکھ سکتا ہے۔ جب درزی کپڑا رنگنے والے اور کپڑے کے مالک کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے۔ پس کپڑے کا مالک درزی سے کہے کہ میں نے تو جبہ بنانے کو کہا تھا اور درزی کہے کہ قمیص سینے کے لئے کہا تھا یا کپڑے کا مالک کپڑا رنگنے والے سے کہے کہ میں نے تو تمہیں سرخ رنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ کہے کہ تو نے زرد رنگ کرنے کو کہا

تھا۔ تو بات کپڑے کے مالک کی اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ اگر اس نے قسم کھالی تو درزی نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر کپڑے کا مالک کہے تو نے میرے لئے یہ کام بغیر اجرت کے کیا لیکن کاریگر کہے کہ نہیں اجرت سے کیا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کپڑے کے مالک کی بات کا قسم کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر اس کا پیشہ وہی کام ہو تب تو اس کے لئے مزدوری ہوگی۔ لیکن اگر اس کا پیشہ وہ کام کرنا نہیں تو تب اس کے لئے کوئی مزدوری وغیرہ نہیں ہوگی۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تو وہ کاریگر ایسا کام مزدوری پر کرنے میں مشہور ہے تو پھر اس کی قسم کے ساتھ اس کی بات کا اعتبار ہوگا۔ کہ بے شک اس نے یہ کام اجرت پر ہی کیا ہے اور اجارہ فاسدہ میں مثلی اجرت واجب ہوا کرتی ہے جو مقرر کی ہوئی اجرت سے تجاوز نہیں کیا کرتی۔ جب کوئی مکان کرائے پر لینے والا اس مکان پر قابض ہو جائے تو اب اس پر اس مکان کا کرایہ واجب ہوگا اگر چہ وہ اس مکان میں رہ نہ بھی رہا ہو۔ تب بھی کرایہ اس پر واجب ہوگا لیکن اگر کسی غاصب نے اس کے ہاتھ سے وہ مکان غصب کر لیا۔ تو اس صورت میں کرایہ اس سے ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ اس مکان میں وہ رہائش کے لئے کوئی مضر چیز کوئی نقص پالے تو اسے اس اجارہ کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اجارہ کا ختم ہونا

جب کوئی گھر ویران ہو جائے یا پانی دی جانے والی زمین کا پانی یا آٹا پیسنے والی چکی کا پانی بند ہو جائے تو یہ اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ جب دو عقد کرنے والوں میں سے ایک فوت ہو جائے اور صورت یہ ہو کہ وہ اجارہ اس نے ذاتی طور پر ہی کیا تھا۔ تو اس صورت میں یہ اجارہ بھی فسخ ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی دوسرے کے لئے اجارہ کیا تھا۔ تو پھر وہ اجارہ فسخ نہیں ہوگا اور خیار کی شرط جیسے بیع میں درست ہوتی ہے ایسے ہی اجارہ میں بھی درست ہوگی۔ اور عذروں کے ساتھ اجارہ فاسد ہو جاتا ہے مثلاً وہ آدمی

جس نے تجارت کی خاطر بازار میں کوئی دکان کرائے پر لی۔ پھر اس کا مال ضائع ہو گیا۔ اور اس آدمی کی مثال جو اپنا مکان یا دکان کرائے پر دینے کے بعد تنگ دست ہو گیا۔ اس پر اتنا قرضہ چڑھ گیا کہ جسے وہ کرائے پر دی ہوئی ہر چیز کی قیمت کے بغیر ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو قاضی اس عقد کو فسخ کرتے ہوئے اس چیز کو قرضہ ادا کرنے کے لئے بیچ ڈالے گا۔ وہ آدمی جس نے سفر کرنے کے لئے چوپایہ کرائے پر حاصل کیا پھر اس کا سفر کا ارادہ بدل گیا تو یہ بات بھی ایک عذر ہے۔ لیکن وہ آدمی جس نے کرائے پر کوئی چیز، جانور وغیرہ دیا ہے۔ اس کا سفر کا ارادہ تبدیل ہونا کوئی عذر و مجبوری نہیں ہے۔

کتاب الشفعۃ

ہمسائیگی کی وجہ سے حق خرید

بیع کی ذات میں دخل رکھنے والے آدمی کے لئے شفعہ کرنا واجب ہے۔ پھر آدمی جو مبیع کے حق میں دخل رکھتا ہو اس کے لئے بھی شفعہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پانی اور راستے کا حق۔ اس کے بعد پھر پڑوسی کے لئے حق شفعہ ہے۔ بیع کی ذات میں دخل رکھنے والے آدمی اور پڑوسی کے لئے شفعہ کا حق ثابت نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس حق کو سپرد کر دے تو پھر شفعہ کا حق راستے میں شرکت کرنے والے آدمی کے لئے ہوگا۔ اگر وہ بھی اپنے اس حق کو سونپ دے تو پھر پڑوسی لے سکتا ہے۔ شفعہ عقدِ بیع ہو جانے کے بعد ثابت ہوا کرتا ہے اور گواہ بنا لینے سے پختہ ہو جاتا ہے اور جب مشتری اسے سونپ دے یا حاکم اس کے بارے حکم دے دے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔

گواہ قائم کرنا

جب شفعہ کرنے والے کو بیع کے بارے میں معلوم ہو تو اس بات پر مجلس میں مطالبہ پر گواہ قائم کر لے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر کے بیع کرنے والے پر اگر بیع اس کے قبضہ میں ہو تو اس پر گواہ قائم کرے۔ یا خریدنے والے پر گواہ قائم کرے یا جائیداد زمین وغیرہ پر گواہ قائم کرے۔ پس جب اس نے یہ سب کچھ کر لیا تو اس کا حق شفعہ مستحکم ہو گیا۔ اب یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تاخیر سے ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر گواہ قائم کر لینے کے بعد ایک ماہ تک اس نے بغیر کسی مجبوری و رکاوٹ شفعہ کو چھوڑے رکھا تو ایسی صورت میں اس کا شفعہ باطل

ہو جائے گا۔

جائیداد میں شفعہ

شفعہ جائیداد میں اگرچہ وہ تقسیم نہ بھی کی جا سکتی ہو ثابت ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حمام گرم غسل خانہ آٹے کی چکی کنواں اور چھوٹے مکانات وغیرہ۔ عمارت اور باغ وغیرہ جب بغیر صحن کے فروخت کیے جائیں۔ تو ان میں شفعہ نہیں ہوتا سامان وغیرہ اور کشتیوں میں بھی شفعہ نہیں ہوتا اور شفعہ کے معاملہ میں ذمی اور مسلمان برابر ہوں گے۔ جب وہ کوئی ایسی شئے جو مال ہو اس کے بدلے میں جائیداد کا مالک بنے تو اس میں شفعہ واجب ہو جاتا ہے۔ "وہ مکان جس کے بدلے کوئی آدمی شادی کرے یا اس مکان پر عورت کے ساتھ خلع کرے یا اس کے عوض کوئی مکان کرائے پر حاصل کرے یا عمداً قتل کرنے کی صورت میں وہ اس مکان کو صلح کرنے میں دے دے یا اس کے مقابلے میں غلام آزاد کر دے یا انکار یا خاموشی کے بعد اس پر صلح کر لی جائے تو ان صورتوں میں شفعہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس پر اقرار کرنے کے ساتھ صلح کر لی تو اس صورت میں اس میں شفعہ واجب ہوگا۔

مدعی شفعہ اور قاضی

جب شفعہ کرنے والا قاضی کے پاس جائے اور کوئی شئے خریدنے کا دعویٰ کرتے ہوئے شفعہ کا مطالبہ کر دے تو قاضی وہ چیز جس پر شفعہ کا دعویٰ کیا گیا۔ اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ اب اگر تو اس نے وہ آدمی جس پر دعویٰ کیا گیا ہے وہ اس مکان کی ملکیت کا اعتراف کر لے تو بہتر اور اگر اس نے اعتراف نہیں کیا تو قاضی دعویٰ کرنے والے سے دلیل قائم کرنے کا مطالبہ کرے۔ پھر وہ دلیل قائم کرنے سے عاجز رہے تو پھر مشتری سے ان الفاظ کے ساتھ قسم لے کہ "اللہ کی قسم جس مکان کے شفعہ کا یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ میں اس کے بارے کچھ نہیں جانتا"۔ اگر وہ قسم دینے سے

انکاری ہو یا شفعہ کرنے والے کے لئے کوئی دلیل قائم ہو جائے۔ تو قاضی اس آدمی سے جس پر کسی چیز کے خریدنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ معلوم کرے گا کہ تو نے وہ چیز خریدی بھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اس کی خرید سے انکار کر دے تو اب شفعہ کرنے والے سے کہا جائے گا کہ دلیل قائم کرے۔ اگر وہ دلیل قائم نہ کر سکے تو پھر قاضی مشتری سے قسم لے اور وہ اس طرح کہ وہ کہے ''اللہ کی قسم میں نے وہ چیز نہیں خریدی''۔ یا کہے کہ اللہ کی قسم اس مکان پر جیسے اس نے ذکر کیا ایسے وہ شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ شفعہ کے معاملے میں جھگڑا کرنا جائز ہے۔ اگر چہ شفعہ کرنے والا قیمت قاضی کے پاس نہ بھی لے کر آیا ہو۔ جب قاضی نے اس کے لئے شفعہ کا فیصلہ کر دیا تو اب اس پر قیمت حاضر کرنا لازم ہو جاتا ہے اور شفعہ کرنے والا خیارِ رویت یا خیارِ عیب کی وجہ سے مکان واپس لوٹا سکتا ہے۔ اگر شفعہ کرنے والا بائع کو حاضر کر دے اور صورت یہ ہو کہ مبیع اس کے ہی قبضے میں ہو تو شفعہ کرنے والا اس سے شفعہ کے متعلق جھگڑا کر سکتا ہے۔ مگر قاضی مشتری کے حاضر ہونے تک کوئی دلیل سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ اب اس کی موجودگی میں قاضی بیع کو فسخ قرار دے دے گا۔ اور بائع پر شفعہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اخراجات بھی بائع کے ہی ذمہ لگا دے گا۔

شفعہ باطل

جب شفعہ کرنے والا مکان کی بیع کے بارے علم ہونے کے باوجود گواہ قائم کرنا ترک کر دے۔ اور وہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو یوں اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اس صورت میں بھی یہی حکم ہو کہ اگر وہ مجلس میں تو گواہ قائم کرے لیکن بائع یا مشتری اور جائیداد پر گواہ قائم نہ کرے۔ اگر اس نے کسی چیز کے بدلے میں اپنے شفعہ سے صلح کر لی۔ تو اس کا شفعہ باطل قرار پائے گا اور وہ اس عوض کو واپس کر دے گا۔ شفعہ کرنے والا اگر فوت ہو جائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ لیکن مشتری کے فوت ہونے سے شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔ اگر وہ اس مکان کو جس پر وہ شفعہ کرنے والا تھا۔ اس

کے لئے شفعہ کا فیصلہ کئے جانے سے قبل ہی اسے بیچ ڈالے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اور جب بائع کا وکیل اس مکان کو بیچ ڈالے اور شفعہ کرنے والا وہی ہو۔ تو بھی اس کے لئے حق شفعہ نہیں رہے گا اور یونہی جب شفعہ کرنے والا بائع کی طرف سے عارض ہونے والی چیزوں کا ضامن ہو جائے اور پھر جب مشتری کا وکیل کوئی مکان خریدے گا اس حال میں کہ شفعہ کرنے والا وہی بائع ہی ہوگا۔ تو اب اس صورت میں اس کے لئے شفعہ کا حق ہوگا وہ آدمی جس نے خیارِ شرط کے ساتھ بیع کی ہو اس میں شفعہ کرنے والے کے لئے شفعہ نہیں ہوتا۔ پھر اگر بائع اس خیار کو ساقط کر دے تو بایں صورت شفعہ واجب ہو جاتا ہے اور اگر اس نے خیار کی شرط کے ساتھ کوئی چیز خریدی تو شفعہ واجب ہو جائے گا اور جس نے شراءِ فاسد کرتے ہوئے کوئی گھر خریدا تو اس میں کوئی شفعہ نہ ہوگا اور متعاقدین میں ہر کسی کے لئے اس عقد کو فسخ کرنے کی وسعت ہوگی پھر اگر عقد کا فسخ ہونا ساقط ہو جائے تو شفعہ واجب قرار پائے گا۔ جب کسی ذمی نے خنزیر یا شراب کے عوض کوئی مکان خریدا اور اس پر شفعہ کرنے والا بھی کوئی ذمی ہی ہو تو وہ اسی قدر شراب یا خنزیر کی قیمت دے کر کے وہ مکان حاصل کر لے گا۔ لیکن اگر شفعہ کرنے والا کوئی مسلمان ہو تو خنزیر اور شراب دونوں کی قیمت دے کر مکان لے سکے گا اور ہبہ میں مشروط کے عوض کے ساتھ ہونے کی صورت کے بغیر کوئی شفعہ نہیں ہے۔

قیمت میں جھگڑا

جب شفعہ کرنے والے اور خریدنے والے کا ثمن میں اختلاف ہو جائے تو خریدنے والے کی بات کا اعتبار ہوگا پھر اگر دونوں نے ہی دلیل قائم کر دی تو طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفعہ کرنے والے کی دلیل کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خریدنے والے کی دلیل کا اعتبار کیا جائے گا۔

جب خریدنے والا زیادہ قیمت کا اور بیچنے والا اس سے تھوڑی قیمت کا دعویٰ کرے اور

بائع نے ابھی اس قیمت پر قبضہ بھی نہ کیا ہو تو شفعہ کرنے والا اسے مشتری سے بیچنے والے کی بتائی ہوئی قیمت کے ساتھ لے لے گا اور اس طرح سے یہ خریدنے والے کے ذمہ سے قیمت کا کم کرنا واقع ہو گا۔ اگر بائع اس قیمت پر قبضہ کر چکا تھا تو اب شفعہ کرنے والا اسے مشتری کی بتائی ہوئی قیمت کے ساتھ لے گا۔ اور اب وہ بائع کے کہنے پر توجہ نہیں دے گا۔ جب بائع مشتری سے کچھ قیمت کم کرے گا۔ تو اتنی ہی قیمت شفعہ کرنے والے سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر بائع نے مشتری کو ساری کی ساری قیمت ہی معاف کر دی تو شفعہ کرنے والے کے ذمہ سے تمام قیمت ساقط نہ ہو گی۔ جب مشتری نے بائع کے لئے قیمت میں اضافہ کر دیا تو یہ زیادتی شفعہ کرنے والے کے ذمہ میں لازم نہیں آئے گی۔

متعدد مدعیان شفعہ

جب متعدد شفعہ کرنے والے اکٹھے ہو جائیں تو ان سب کے درمیان ان کی تعداد کے مطابق ہی شفعہ ہو گا۔ ملکیتوں سے مختلف ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ وہ آدمی جس نے سامان کے عوض کوئی گھر خریدا۔ تو شفعہ کرنے والا اس مکان کو قیمت کے بدلے میں اس سے لے سکے گا۔ اگر اس نے اس مکان کو کیلی یا وزنی شئے کے بدلے میں خریدا تھا تو شفعہ کرنے والا بھی اس سے اس مکان کو اسی کی مثل کے بدلے ہی لے پائے گا اگر اس نے زمین کو زمین کے عوض بیچ دیا تو شفعہ کرنے والا ان میں سے ہر ایک زمین کو دوسری زمین کی قیمت ادا کرنے کے عوض لے سکتا ہے۔ جب شفعہ کرنے والے کو خبر پہنچی کہ فلاں مکان ایک ہزار میں بیچ دیا گیا ہے۔ پس اس نے شفعہ چھوڑ دیا لیکن پھر اسے معلوم پڑا کہ ایک ہزار سے کم میں یا اتنی گندم یا اتنے جوؤں کے بدلے میں بیچا گیا جن کی قیمت ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اب اس کا تسلیم کرنا باطل ہو گا اور اس کے لئے شفعہ کا حق ہو گا۔ اگر اسے خبر ملی کہ وہ مکان تو اتنے دیناروں کے بدلے میں بیچا گیا ہے۔ جن کی قیمت ایک ہزار بنتی ہے۔ تو اس صورت

میں اس کے لئے شفعہ نہیں ہوگا۔ جب شفعہ کرنے والے سے کہا جائے کہ خریدنے والا تو فلاں آدمی ہے۔ پس وہ شفعہ ترک کر دے لیکن پھر اسے علم ہو کہ کوئی اور آدمی ہے تو اس کے لئے شفعہ ہوگا اور وہ آدمی جس نے کسی دوسرے کے لئے کوئی گھر خریدا تو اس کے لئے شفعہ ہوگا اور وہ آدمی جس نے کسی دوسرے کے لئے کوئی گھر خریدا تو شفعہ کے معاملہ میں اس وکیل بنانے والے کو گھر سونپ دینے کی صورت کے علاوہ مدعی علیہ خریدار ہی ہوگا۔ اگر اس نے مکان کو اس کی لمبائی کی جہت جو کہ شفعہ کرنے والے سے ملتی ہے اس ایک گز رقبہ کے علاوہ اس مکان کو بیچ دیا تو اب اس کے لئے شفعہ نہیں رہے گا۔

اگر اس نے مکان کا کچھ حصہ قیمت کے ساتھ بیچا پھر خریدنے والے نے اس کا باقی حصہ بھی خرید لیا۔ تو اب ہمسائے کے لئے اس مکان کے پہلے حصے میں تو شفعہ کا حق ہوگا لیکن دوسرے حصہ میں نہیں ہوگا۔ جب کسی نے قیمت کے اعتبار سے کوئی مکان خریدا لیکن پھر قیمت کے بدلے کپڑا دے دیا تو اب شفعہ قیمت کے ساتھ تو ہو سکے گا۔ جبکہ کپڑے کے ساتھ شفعہ نہیں ہوگا۔

مزید تفصیل

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفعہ ساقط کرنے میں کوئی حیلہ بہانہ کر لینا مکروہ نہیں ہے۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکروہ ہے۔ جب مشتری نے مکان بنا لیا یا باغ لگا لیا پھر شفعہ کا فیصلہ شفعہ کرنے والے کے حق میں کر دیا گیا تو اب اس شفعہ کرنے والے کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اس مکان، اکھڑے ہوئے باغ اور عمارت کی قیمت ادا کر کے سب کچھ لے لے۔ اگر چاہے تو اس مشتری کو اس کے اکھاڑنے پر مجبور کر دے۔ اگر شفعہ کرنے والے نے کوئی زمین لی۔ پھر اس میں مکان بنا لیا یا باغ لگا لیا۔ اس کے بعد اس زمین کا حقدار کوئی اور نکل آیا تو اب یہ شفعہ کرنے والا اپنی زمین کی قیمت تو لے گا لیکن عمارت اور باغ کی قیمت نہیں لے

گا۔ جب کسی کے کچھ عمل کرنے کے بغیر ہی مکان گر پڑا۔ اس کی چھت جل گئی یا باغ کے درخت خشک ہو گئے تو شفعہ کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پوری قیمت ادا کر کے لے لے اگر چاہے تو چھوڑ دے۔ اگر مشتری نے عمارت کو توڑ ڈالا تو شفعہ کرنے والے سے کہا جائے گا۔ کہ اگر تو چاہتا ہے تو میدان کو اس عمارت کے توڑ پھوڑ کے حصے کے بدلے میں لے لے اگر چاہتا ہے تو چھوڑ دے لیکن اسے توڑ پھوڑ لینے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ وہ آدمی جس نے پھل دار درختوں والا کوئی باغ خرید لیا۔ تو شفعہ کرنے والا اس باغ کو پھل سمیت لے سکتا ہے۔ اگر مشتری نے پھل توڑ لئے تو شفعہ کرنے والے سے ان پھلوں کے حصے موافق قیمت بھی ساقط ہو جائے گی۔ کوئی ایسا مکان جسے شفعہ کرنے والے نے نہ دیکھا ہوا تھا۔ اس کا فیصلہ شفیع کے حق میں کر دیا گیا۔ تو اسے خیارِ رؤیت حاصل ہو گا کہ اگر اس مکان میں کوئی عیب پائے تو اسے واپس کر سکتا ہے اور اگر مشتری نے اس سے بری الذمہ ہونے کی شرط بھی کر لی ہو تب بھی عیب کی صورت میں اسے مکان واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ جب کسی نے ثمن مؤجل یعنی ادھار پر کوئی مکان خریدا تو شفعہ کرنے والے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو فوراً قیمت ادا کر کے وہ مکان حاصل کر لے۔ اگر چاہے تو مدت گزر جانے تک صبر کرے۔ اور اس کے بعد لے لے۔ جب متعدد شرکاء کوئی جائیداد تقسیم کریں تو ہمسائے کو اس تقسیم کے سبب شفعہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ اگر کوئی مکان خریدے اور شفعہ کرنے والا شفعہ چھوڑ دے لیکن اس مکان کو خریدنے والا اس مکان کو خیار رؤیت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے فیصلے پر اس مکان کو واپس کر دے تو شفعہ کرنے والے کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اگر اس نے قاضی کے فیصلے کے بغیر مکان واپس کیا یا کسی کی طرف بلا کہے کوئی بات منسوب کر دی تو اب شفعہ کرنے والے کو شفعہ کا حق حاصل ہوگا۔

باب الشرکۃ

باہم شریک ہونا

شرکت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک املاک کی شرکت اور دوسری عقود کی۔ املاک کی شرکت تو یہ ہے کہ ایک چیز کے دو آدمی وارث بنیں یا وہ دونوں اسے باہمی طور پر یعنی مل کر خریدیں۔ تو ان میں سے کسی بھی ایک کے لئے دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اس کی اجازت سے کر سکتا ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے دوسرے ساتھی کے حصے میں ایک اجنبی آدمی کی طرح ہوگا۔

شرکت عقود مع اقسام

اور دوسری قسم یعنی عقود کی شرکت چار طرح کی ہے:

(۱) مفاوضہ (۲) عنان (۳) شرکت صناع (۴) شرکت وجود۔

شرکت مفاوضہ تو وہ یہ ہے۔ کہ ان دونوں کے مال میں ان دونوں کے تصرف اور ان دونوں کے قرضے دونوں صورتوں میں ان کے مال میں برابری رہے گی۔ پس یہ شرکت ایسے دو آدمی جو آزاد عاقل بالغ مسلمان ہوں ان کے مابین جائز ہوگی۔ جبکہ آزاد اور غلام کے درمیان' بچے اور بالغ کے درمیان اور مسلمان اور کافر کے درمیان شرکت جائز نہیں ہوگی اور یہ شرکت وکالت اور کفالت دونوں پر منعقد ہو جاتی ہے اور ان میں سے کوئی بھی جو کوئی نئی شئے خریدے گا۔ تو وہ اہل وعیال کے کھانے اور ان کے کپڑوں کے علاوہ' شرکت پر ہوگی۔ اور ان میں سے کسی کے ذمہ بھی جو قرض لازم ہو اور وہ ایسی شئے کے بدلے میں ہو جس میں شرکت صحیح ہو جاتی ہے۔ تو دوسرا

اس کے لئے ضامن قرار پائے گا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک کسی ایسی شئے کا وارث ہو گیا۔ جس میں شرکت درست ہو جاتی ہے یا وہ شئے اس کے لئے ہبہ ہی کر دی گئی۔ اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس طرح شرکت مفاوضہ باطل ہو کر کے شرکت عنان ہو جاتی ہے۔ درہموں، دیناروں اور رائج الوقت سکوں کے بغیر شرکت نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ لوگوں کے اس سے معاملہ کر لینے کی صورت کے بغیر کسی چیز میں شرکت جائز نہیں ہوتی۔ مثلاً سونے اور چاندی کی اینٹ کہ ان دونوں کے ساتھ بھی شرکت صحیح ہو جاتی ہے اور اگر وہ سامان کے ساتھ شرکت کرنے کا ارادہ کریں تو ان میں سے ہر ایک اپنا نصف مال اپنے دوسرے ساتھی کے نصف مال کے بدلے بیچے۔ اس کے بعد عقد شرکت طے کر سکتا ہے اور رہی شرکت عنان تو وہ کفالت پر تو نہیں مگر وکالت پر منعقد ہو جاتی ہے اور مال میں کمی زیادتی کا ہونا بھی درست ہے اور ایسے ہی مال میں دونوں کا برابر ہونا اور کم زیادہ ہونا بھی درست ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے بعض مال کے ساتھ تو شرکت کا عقد کر سکتا ہے۔ مگر پورے مال سے نہیں کر سکتا اور بیع مفاوضہ کا ہم جس کے ساتھ درست ہونا بیان کر چکے ہیں۔ فقط اسی کے ساتھ صحیح ہو گی اور ان کا اس صورت میں بھی باہم شریک ہونا جائز ہو گا کہ ان میں سے ایک کی طرف سے دینار ہوں اور دوسرے کی جانب سے درہم ہوں اور ان دونوں سے جو کوئی کچھ خریدے گا تو ثمن کا مطالبہ اس خریدنے والے سے ہی ہو گا۔ دوسرے سے نہیں ہو گا۔ جب شرکت کا تمام مال برباد ہو جائے تو وہ اپنے ساتھ شرکت کرنے والے سے اپنے حصے کے مطابق مال لے سکتا ہے۔ یا ان میں سے کسی ایک کا مال ضائع ہو جائے اس سے پہلے کہ وہ دونوں کوئی چیز خریدتے تو اس صورت میں شرکت ہی باطل ہو جائے گی۔ اگر ان میں سے کسی ایک نے تو اپنے مال کے ساتھ کوئی شئے خرید لی۔ لیکن اس کے ساتھی کا مال خریداری سے قبل ہی تباہ ہو گیا تو خریدی گئی شئے جیسے کہ انہوں نے شرط رکھی ہوئی تھی اس کے مطابق ان دونوں کے مابین مشترک ہو گی اور اس کا خریدار

اپنے ساتھی سے اس کے حصے کے مطابق اس شئے کے ثمن وصول کرے گا۔ اور شرکت اگر چہ انہوں نے ابھی مال نہ بھی ملایا ہو تب بھی جائز ہو جاتی ہے جب ان میں سے کسی ایک کے لئے منافع میں سے معین درہموں کی شرط لگا لی گئی تو اس صورت میں شرکت درست نہیں ہو گی اور بیع مفاوضہ اور عنان میں دو شرکت کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے اپنا مال کسی کو بضاعت اور مضاربت کے طور پر دے دینا جائز ہے اور یہ کہ وہ اپنے اس مال میں تصرف کرنے کے لئے کسی کو وکیل کرے اور اپنے اس مال کو رہن رکھ دے یا رہن رکھ لے اور اس پر کسی اجنبی کو مزدوری پر رکھ لے۔ بطور نوکر اور نقد سے اور ادھار کے ساتھ خرید و فروخت کرے تو اس صورت میں اس کا مال پر قبضہ کرنا امانت کا قبضہ ہو گا۔ صنائع کی شرکت یہ ہے کہ درزی اور رنگریز کسی کام میں یوں شرکت کریں کہ وہ دونوں کام کو قبول کریں گے اور وہ کمائی ان دونوں کے درمیان تقسیم ہو گی۔ اب ان میں سے جو کوئی کام لے گا وہ ان میں سے ہر ایک پر یعنی کام لینے والے پر اور اس کے شریک پر دونوں پر لازم ہو گا لیکن اگر ان میں سے کام کیا کسی ایک نے ہی دوسرے نے نہ کیا تو بھی کمائی ان دونوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہو گی۔

رہی شرکت وجوہ تو یہ وہ باہمی شراکت ہے جس میں ایسے دو آدمی جن کے پاس مال وغیرہ نہ ہو اس شرط پر شرکت کریں کہ وہ دونوں اپنے اپنے طور پر ہی خرید و فروخت کریں گے تو اس طرح سے یہ شرکت درست ہو گی اور ان میں سے ہر ایک جو بھی کوئی شئے خریدے گا تو اس میں وہ دوسرے کا وکیل ہو گا۔ لیکن اگر ان دونوں نے یہ شرط لگا لی کہ وہ خریدی گئی شئے ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہو گی تو پھر نفع بھی اسی طرح سے ہی ان دونوں کے درمیان تقسیم ہوا کرے گا اور اس نفع میں کوئی کمی زیادتی جائز نہیں ہو گی اور اگر یہ شرط لگائی کہ وہ خریدی گئی شئے ان دونوں کے درمیان تین تہائی کے حساب سے ہو گی تو اس کا نفع بھی ان دونوں کے درمیان اسی طریقے

سے تقسیم ہوگا اور ایندھن، گھاس اور شکار میں شرکت جائز نہیں ہوتی ہے۔ ان میں سے جو کوئی شکار کرتا ہے یا وہ ایندھن لاتا ہے تو وہ اس کا ہی ہوگا اس کے ساتھی کے لئے نہیں ہوگا۔ جب دو آدمی شرکت کریں ان میں سے ایک کا خچر ہو اور دوسرے کا شکنجہ (رہیڑہ) ہو کہ اس پر وہ پانی لائیں گے یا لے جائیں گے۔ اس سے ہونے والی آمدن دونوں میں برابر تقسیم ہوگی تو یہ شرکت درست نہیں ہوگی اور ساری کمائی پانی کھینچ کر کے لانے والے کی ہی ہوگی۔ ہاں اس پر خچر کی عمومی طور پر دی جانی والی اجرت ضرور واجب ہوگی۔ ہر وہ شرکت جو فاسد ہو اس میں ہونے والا نفع اصل مال کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا اور اس میں زیادتی کی شرط باطل ہوگی اور جس وقت دو شرکت کرنے والوں میں سے کوئی ایک فوت ہوگیا یا دینِ اسلام سے پھر کر یعنی مرتد ہو کر کے کافروں سے جا ملا۔ جہاں اللہ عزوجل کی عبادت سے روکا جاتا ہے تو یہ شرکت باطل ہوگئی۔ شرکت کرنے والوں میں سے کسی بھی ایک کو اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت کے بغیر اس کے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ان میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کو اپنی زکوٰۃ ادا کردینے کی اجازت دے رکھی ہو۔ پس ان میں سے ہر ایک نے زکوٰۃ ادا کردی تو اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ضامن ہوگا۔ اسے پہلے کی ادائیگی کا علم ہو یا نہ ہو جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر اسے پہلے کی ادائیگی کا علم نہیں تھا تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا۔

کتاب المضاربتہ

کسی کے مال سے کاروبار کرنا

مضاربت منافع میں برابر کی شراکت داری پر ایک ایسا عقد ہے جس میں دو شریک ہونے والوں میں سے مال ایک آدمی کا ہوتا ہے۔ مگر عمل' کاروبار دوسرے آدمی کا ہوتا ہے اور وہ مال کہ جس کے ساتھ ہم نے شرکت کا صحیح ہونا بیان کیا ہے۔ عقد مضاربت بھی ایسے ہی مال کے ساتھ درست ہوگا اور مضاربت کی شرائط میں سے منافع کا ان کے دونوں کے درمیان مشترک ہونا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی معین درہموں کا حق دار نہیں ہوگا اور مال کا مضارب کو سونپا گیا ہونا بھی ضروری ہے ایسے کہ اس میں مال کے مالک کا کسی قسم کا قبضہ نہ ہو۔ جب مضاربت مطلقاً صحیح قرار پا جائے تو مضارب کے لئے خرید و فروخت کرنا' سفر کرنا' مال اور سرمایہ تجارت کے طور پر دینا اور وکیل بنانا جائز ہوتا ہے۔ مگر اس کے لئے آگے کسی کو مال والے کی اجازت کے بغیر مضاربت کے لئے مال دینا جائز نہیں ہے۔ یا اس صورت میں کہ وہ اسے یہ کہہ دے کہ تم اپنی رائے پر عمل کر سکتے ہو۔ اگر وہ آدمی جو مال کا مالک ہے۔ اس نے کسی خاص شہر یا مقررہ سامان میں تجارت کرنے کی تخصیص کر دی تو اس صورت میں مضارب کے لئے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر مال کے مالک نے تجارت کی مدت مقرر کر دی تو بھی جائز ہے۔ مدت گزرنے کے باعث عقد باطل ہو جائے گا۔ اور مضارب کے لئے مال کے مالک کے باپ اور اس کے بیٹے کو خرید لینا جو کہ مالک کی طرف سے آزاد ہو جائیں جائز نہیں۔ اب اگر اس نے انہیں خرید لیا تو وہ انہیں اپنے لئے خریدنے والا ہوگا نہ کہ مضاربت کے لئے اور مال میں اگرچہ منافع

ہو لیکن مضاربت کے لئے ایسے آدمی کو جو خود اس پر آزاد ہو جائے خریدنا جائز نہیں۔ اگر اس نے اسے خرید ہی لیا تو مالِ مضاربت کا ضامن ہوگا۔ ہاں اگر مال میں اسے خریدنے سے کوئی منافع نہ ہوتا ہو تو پھر اس کے لئے اسے خریدنا جائز ہے۔ اگر ان کی قیمت زیادہ ہوگئی تو مضارب کا حصہ آزاد ہوگیا اور مضارب مال کے مالک کے لئے کسی بھی شئے کا ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں آزاد ہونے والا آدمی مال کے مالک کے لئے اس کے حصہ کی مقدار کے مطابق جدوجہد کرے گا۔ جب مال کے مالک نے مضارب کو اجازت بھی نہ دی ہو پھر بھی مضارب آگے ایک آدمی کو مال بطور مضاربت دے دے۔ تو محض مال دے دینے اور دوسرے مضارب کے اس مال میں تصرف کرنے سے جب تک کچھ منافع نہ ہوا ہو۔ تو پہلا مضارب مالک کے لئے مال کا ضامن نہیں ہوگا۔ جب مال والے نے کسی کو نصف نفع پر مضاربت کے طور پر مال دیا اور آگے کسی کو مضاربت کے طور پر مال دے دینے کی اجازت بھی دے دی۔ اگر اس نے تیسری حصہ کی شرط کے ساتھ آگے کسی کو مضاربت کے طور پر مال دے دیا تو یہ جائز ہے۔ پھر مالک اسے کہے کہ اللہ تعالیٰ جو منافع عطا فرمائے وہ ہمارے درمیان دو نصف ہوں گے تو اس صورت میں مال والے کے کل منافع کا نصف ہوگا اور دوسرے مضارب کے منافع کا ایک تہائی حصہ ہوگا اور پہلے مضارب کے لئے اس کا چھٹا حصہ ہوگا اور اگر اس نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جو نفع عطا فرمائے گا وہ ہمارے درمیان دو نصف ہوگا۔ تو اس صورت میں ایک تہائی حصہ دوسرے مضارب کے لئے ہوگا اور جو کچھ باقی بچے گا وہ مالک اور پہلے مضارب کے درمیان دو نصف ہوگا۔ پھر اگر مالک نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو نفع عطا فرمائے گا۔ میرے لئے اس کا نصف ہوگا اس کے باوجود مضارب نے مال آگے کسی کو مضاربت کے طور پر دے دیا۔ تو اس صورت حال میں نصف نفع دوسرے مضارب کے لئے ہوگا اور نصف مال والے کے لئے جبکہ پہلے مضارب کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ پھر اگر پہلے مضارب نے دوسرے کے لئے دو

تہائی منافع کی شرط کر لی تو اب نصف نفع مالک کے لئے ہوگا اور نصف دوسرے مضارب کا ہوگا اور منافع کے چھٹے حصے کی مقدار پہلا مضارب دوسرے کو اپنے مال سے پوری کر کے دے گا۔

مسائلِ باطلہ

جب صاحبِ مال یا مضارب فوت ہو جائے تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے جب صاحب مال دین اسلام سے پھر جائے اور کافروں کے ملک میں چلا جائے تو بھی مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔ اگر صاحب نے مضارب کو معزول کر دیا تھا لیکن مضارب کو اس کا علم نہ ہو سکا اور اس نے خرید و فروخت کر لی تو اس کا یہ تصرف جائز ہو گا اگر اسے معزولی کا علم اس صورت میں ہو کہ اس کے پاس مال' سامان ہو تو وہ اس سامان کو بیچنے کا اہل ہوگا اور معزولی اسے اس بات سے مانع نہیں ہو۔ مگر اس کے بعد اس سامان کی قیمت سے کوئی اور شئے خریدنا جائز نہیں ہوگا اور اگر اس نے یعنی صاحب مال نے مضارب کو اس صورت میں معزول کیا کہ اس کے پاس مال درہموں اور نقد دیناروں کی صورت میں ہے۔ تو اب اس کے لئے اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوگا اور جس وقت دونوں صاحب مال اور مضارب جدا ہو جائیں اور مال ادھار میں پھنسا ہوا ہو۔ اور مضارب آدمی اس مال سے نفع بھی کما چکا ہو۔ تو اب حاکم مضارب کو ادھار وصول کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مال میں کوئی منافع نہیں ہوا تھا تو پھر مضارب پر ادھار وصول کرنا لازم نہیں ہوگا بلکہ اسے اتنا کہا جائے گا کہ اس ادھار کی وصولی کے لئے صاحب مال کو کوئی وکیل وغیرہ کر دے۔ جو مال مالِ مضاربت سے ضائع ہو جائے تو وہ اصل مال کے علاوہ منافع سے شمار ہوگا اگر ضائع ہونے والا مال مالِ مضاربت سے زیادہ ہو جائے تو اس میں مضارب پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اگر وہ دونوں منافع باہم بانٹ چکے ہوں اور عقد مضاربت اپنے مال پر قائم ہو تو اب جو کچھ زائد ہوگا۔ وہ ان دونوں میں برابر برابر آئے گا اور اگر اصل مال

میں کچھ کمی واقع ہوگئی تو مضارب آدمی ضامن نہیں ہوگا۔ اگر انہوں نے منافع آپس میں تقسیم کر لینے کے بعد مضاربت کو توڑ دیا۔ مگر اس کے بعد پھر ان دونوں نے ہی عقد مضاربت کر لیا۔ مگر اب کی بار مال تباہ ہوگیا۔ تو وہ دونوں پہلے منافع کو واپس نہیں لوٹائیں گے۔ اور مضارب نقد اور ادھار دونوں سے بیع کر سکتا ہے۔ مگر غلام یا لونڈی کا نکاح مال مضاربت سے نہیں کرا سکتا۔

کتاب الوکالۃ

وکیل بنانا

ہر وہ عقد یعنی کام جسے آدمی کا ذاتی طور پر انجام دے لینا جائز ہو اس کام میں کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنا لینا بھی جائز ہے۔

جھگڑے میں وکیل بنانا

جھگڑے کی صورت میں بھی تمام حقوق میں اور ان حقوق کو ثابت کرنے کے لئے وکیل بنا لینا جائز ہے اور حدود اور قصاص کے علاوہ معاملات میں اپنا حق پوری طرح وصول کرنے کی خاطر بھی وکیل بنانا جائز ہے۔ کیونکہ حدود اور قصاص جیسے معاملات میں وکیل بنانے والے کی مجلس میں عدم موجودگی کی وجہ سے ان معاملات میں وکالت درست نہیں ہوگی۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فریق مخالف کی رضا کے بغیر جھگڑے کی حالت میں بھی وکیل بنانا جائز نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ وکیل بنانے والا آدمی بیمار یا تین یا اس سے زیادہ دن کی دوری پر ہو تو اس صورت میں وکیل بنایا جا سکتا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فریق مخالف کی رضا مندی کے بغیر بھی جھگڑے میں وکیل بنانا جائز ہے۔

شرائطِ وکالت

وکیل بنانے والے آدمی کا جو لوگ تصرف کے مالک ہیں۔ ان میں سے ہونا وکالت کی شرائط میں سے ہے اور اس پر احکام لازم ہوتے ہوں اور وکیل ان لوگوں

میں سے ہو۔ جو بیع کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور اس کا ارادہ کرتے ہیں۔ جس وقت ایک بالغ سمجھدار اور آزاد آدمی یا ایسا غلام جسے مالک کی طرف سے معاملات طے کرنے کی اجازت ہو تو ان میں سے کوئی جب کسی اپنی طرح کے آدمی کو وکیل بنا لے تو یہ جائز ہے اگر اس نے مالی تصرفات سے منع کیے گئے بچے کو جو خرید و فروخت کی سمجھ رکھتا ہے۔ اسے وکیل بنا لیا یا کسی ایسے غلام کو جسے مالی تصرفات سے روکا گیا ہو وکیل بنا لیا تو بھی جائز ہے۔ لیکن اس صورت میں حقوق کا تعلق ان دونوں سے نہیں ہوگا۔ بلکہ حقوق ان کو وکیل بنانے والے دونوں آدمیوں کے متعلق ہوں گے۔

وکالت سے متعلقہ حقوق

وہ معاملات جو وکیل حضرات طے کرتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وکیل ہر معاملے کی اضافت' نسبت اپنی ذات کی طرف کرتا ہے۔ مثلاً بیچنا اور خریدنا اور اجارہ یعنی کوئی چیز کرائے پر دینا وغیرہ تو اس طرح کے معاملہ کے حقوق بھی وکیل سے متعلق ہوں گے۔ نہ کہ وکیل بنانے والے کے ساتھ۔ پس بیچی گئی شے بھی وہ ہی سونپے گا۔ قیمت پر بھی وہی قبضہ کرے گا۔ اور ثمنوں کا مطالبہ اس سے ہی کیا جائے گا۔ جس وقت وہ کوئی شئے خریدے گا تو مبیع پر قبضہ بھی وہی کرے گا اور اس چیز میں عیب ہونے کی صورت میں اس بائع سے جھگڑا بھی وہی کرے گا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وکیل ہر معاملہ کی نسبت و اضافت وکیل بنانے والے کی جانب کرتا ہے۔ مثلاً نکاح' خلع اور جان بوجھ کر قتل کرنے کے سے معاملے میں صلح ہونے کی حالت میں کیونکہ ان معاملات کے حقوق کا تعلق وکیل کے ساتھ نہیں بلکہ وکیل بنانے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو اب شوہر کے وکیل سے مہر نہیں مانگا جائے گا اور نہ ہی عورت کے وکیل پر اس عورت کا سونپنا لازم آتا ہے۔ جب وکیل بنانے والا خریدار سے ثمن مانگے تو اس خریدار کو اسے اس بات سے منع رکھنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر دیدے تو تب بھی جائز ہے اگر وہ دیدے تو اس کے بعد اب پھر وکیل کو

دوسری مرتبہ اس سے مانگنے حق نہیں ہو گا۔

خرید و فروخت کی وکالت

وہ آدمی جس نے کسی چیز کو خریدنے کے لئے کسی آدمی کو وکیل بنایا تو اس کے لئے اس وکیل کو اس چیز کی جنس، اس کی کیفیت اور اس کی قیمت کا اندازہ بتا دینا ضروری ہے۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ جب وہ اسے عام طور پر وکیل بنانے کی طرح وکیل بنائے۔ اور وکیل بنا کر کے اسے کہے کہ میرے لئے جو تو صحیح خیال کرتا ہے سمجھتا ہے وہ خرید لے اور جب وہ وکیل کوئی شئے خرید لے اور مبیع پر قبضہ بھی جما لے۔ اس کے بعد اسے مبیع میں کسی عیب یا نقص کا علم ہو۔ تو جب تک مبیع اس کے قبضہ میں ہو اسے اس مبیع کے عیب کی وجہ سے اس مبیع کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ وہ اسے واپس کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے اس مبیع کو اپنے وکیل بنانے والے کو سونپ دیا تھا تو اب وہ اس مبیع کو اس کی اجازت کے بغیر واپس نہیں کر سکتا۔ عقد صرف اور عقد سلم میں بھی وکیل بنانا جائز ہے۔ اگر وکیل اپنے صاحب یعنی اس آدمی سے جس سے معاملہ طے کیا قبضہ کرنے سے پہلے ہی علیحدہ ہو گیا تو وہ عقد باطل ہو جائے گا۔ یہاں وکیل بنانے والے کی علیحدگی معتبر نہیں ہو گی اور جس وقت خریدنے کے معاملہ میں بنائے گئے وکیل نے ثمن اپنے مال سے ادا کر دیئے اور مبیع پر قبضہ کر لیا تو اسے اس کی قیمت لینے کے لئے وکیل بنانے والے کی طرف رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ اگر مبیع وکیل کے قبضہ میں ہی اس کے روکنے سے قبل ضائع ہو گئی تو وہ وکیل بنانے والے کے مال سے ہلاک ہوئی ہے۔ اس سے ثمن ساقط نہیں ہوں گے اور ثمن وصول کرنے کے لئے وکیل کو مبیع روکنے کا حق ہے۔ اب اگر اس نے مبیع کو روکا ہوا تھا۔ پھر وہ اسی کے قبضے میں ضائع ہو گیا تو اب اسے اس کا تاوان دینا پڑے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تاوان رہن کے تاوان جیسا ہو گا۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیع کے تاوان کی طرح ہو گا۔

دو وکیل بنانا

جس آدمی نے دو آدمیوں کو وکیل بنایا۔ تو جس چیز میں انہیں وکیل بنایا گیا ہے ان دونوں میں سے کسی کے لئے بھی تنہا اس میں تصرف کرنے کا جواز نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ جب اس نے ان دونوں کو نزاع میں، اپنی بیوی کے بلاعوض طلاق کے معاملہ یا اپنے غلام کے بلاعوض آزادی کے معاملہ یا اپنے پاس رکھی گئی امانت لوٹانے کے معاملہ یا اپنا قرضہ ادا کرنے کے معاملہ میں وکیل بنایا ہو تو وکیل کو کوئی حق نہیں کہ جس کام میں اسے وکیل بنایا گیا ہے۔ اس میں کسی دوسرے کو وکیل بنائے۔ مگر اس صورت میں بنا سکتا ہے کہ اسے وکیل بنانے والے نے آگے وکیل بنا لینے کی اجازت دے رکھی ہو۔ یا اس نے اسے یہ کہا ہو کہ تو اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے۔ اب اگر وکیل نے اس کو وکیل بنانے والے کی اجازت کے بغیر آگے وکیل بنا لیا پھر اس وکیل نے اسی وکیل بنانے والے کی موجودگی میں کوئی معاملہ طے کیا تو جائز ہے اور اگر اس نے اس کی عدم موجودگی میں بھی کوئی عقد کیا لیکن پہلے وکیل نے اسے اچھا سمجھا۔ تب بھی یہ جائز ہوگا اور وکیل بنانے والے کو وکیل کو وکالت سے ہٹانے کا حق حاصل ہوگا۔ پھر اگر وکیل کو اس معزولی کی خبر نہ مل سکے تو وہ اپنی وکالت پر قائم ہوگا۔ اور اس کے اس بات کو جان لینے تک اس کا تصرف بھی جائز ہوگا۔

وکالتِ باطلہ

وہ امور جو وکالت کو باطل کر دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ وکیل بنانے والے کے فوت ہونے سے اور اس کے ہمیشہ کے لئے پاگل، مختلف الحواس ہو جانے اور مرتد ہو کر کے کافروں کے ملک میں چلے جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ جس وقت کسی مکاتب غلام نے کسی آدمی کو وکیل بنایا پھر وہ مکاتب عاجز آ گیا یا ایسے غلام نے جس کے لئے اس کے مالک کی طرف سے اختیارات ہوں اس نے وکیل بنایا پھر اس کے اس سے یہ اختیارات واپس لے گئے۔ یا دو آدمی ایک ساتھ

شریک تھے۔ وہ جدا جدا ہو گئے تو وکیل علم ہو یا نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں وکالت کو باطل کر دیتی ہیں۔ جب وکیل چل بسے یا دائمی دیوانہ ہو جائے تو اس کی وکالت جاتی رہتی ہے۔ اور اگر دین اسلام سے پھر کر کے کافروں کے ملک میں چلا جائے تو اس کے مسلمان ہو کر کے واپس لوٹ آنے کی صورت کے علاوہ اس کے لئے تصرف جائز نہیں رہتا۔ ایک آدمی جس نے کسی معاملہ میں ایک آدمی کو وکیل بنایا تھا۔ پھر اس کے اس نے اس معاملہ میں کہ جس میں اس نے کسی کو وکیل بنا رکھا تھا ذاتی طور پر ہی تصرف کرلیا تو اس وکیل کی وکالت باطل ہو جائے گی۔

امور ممنوعہ

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خرید و فروخت کے وکیل کے لئے اپنے باپ دادے، بیٹے، پوتے، اپنی بیوی، اپنے غلام اور مکاتب کے ساتھ کوئی عقد طے کرنا جائز نہیں۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وکیل کے لئے ان کے ہاتھ کوئی شئے پوری قیمت کے ساتھ بیچ دینا جائز ہے۔ مگر اس کے اپنے غلام اور مکاتب کے بارے انہوں نے بھی نفی کی ہے۔ کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کر سکتا اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وکیل فروخت کے لئے اس کا کسی چیز کو کم یا زیادہ قیمت کے ساتھ بیچ دینا جائز ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اتنی کم قیمت کے ساتھ بیچنا جس کی لوگوں میں مثال یعنی رسم ہی نہ ہو یہ جائز نہیں۔ وکیلِ خرید کے لئے اس کا برابر برابر قیمت کے ساتھ یا اتنی زیادہ قیمت کے ساتھ جس کا لوگوں میں رواج ہو ان کے ساتھ اس کا عقد کرنا جائز ہے۔ اور ایسی قیمت کے ساتھ کہ جس کے سبب لوگ اس کی مثال میں نقصان نہ اٹھاتے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی مثال ان کے درمیان نہ پائی جاتی ہو اور جس میں لوگ نقصان نہ اٹھاتے ہوں یعنی جس کا لوگوں میں رسم و رواج نہ ہو۔ اس قیمت سے مراد وہ قیمت ہوتی ہے جو قیمتیں لگانے والوں کی قیمت لگانے میں داخل ہو سکے اور وکیل فروخت ایک چیز خریدنے والے

آدمی کی جانب سے ثمنوں کا ضامن بننے لگے تو اس کا یہ ضامن بننا درست نہیں ہوگا بلکہ باطل ہوگا۔

وکالت کی مختلف صورتیں

ایک آدمی نے اپنا غلام فروخت کرنے کے لئے کسی آدمی کو وکیل بنایا۔ اب اس وکیل نے نصف غلام بیچ ڈالا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اگر خریدنے کے لئے اس نے کسی کو وکیل بنایا تھا۔ اس نے نصف غلام خرید ڈالا تو یہ خریداری معلق ہوگی یعنی موقوف رہے گی۔ اس کے بعد اگر وکیل نے باقی نصف غلام بھی خرید لیا تو اب وکیل بنانے والے کو وہ غلام لینا لازم ہوگا۔ اور جب کسی آدمی نے ایک درہم میں دس رطل گوشت خریدنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا۔ مگر اس وکیل نے ایک درہم میں ہی دس رطل گوشت لیا۔ اور گوشت بھی بالکل ویسا ہی ہو جیسا کہ ایک درہم میں دس رطل بیچا جاتا ہے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وکیل بنانے والے کو نصف درہم میں دس رطل گوشت لینا لازم ہوگا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیس رطل ہی لینے لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے کوئی خاص شئے خریدنے کی خاطر کسی کو اپنا وکیل بنایا تو اب اس وکیل آدمی کے لئے اسی شئے کو ذاتی طور پر خریدنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے کوئی عام غلام خریدنے کے لئے کسی آدمی کو وکیل بنایا تھا۔ اس وکیل نے ایک غلام خرید لیا تو وہ غلام اس وکیل کے یہ کہنے تک کہ میں نے یہ غلام وکیل بنانے والے کے لئے خریدا ہے اس وکیل کا ہی شمار ہوگا۔ یا وکیل نے وہ غلام وکیل بنانے والے کے مال سے خریدا ہو۔

وکیل قبضہ

اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وکیل نزاع قبضہ کرنے کے معاملہ میں بھی وکیل ہو سکتا ہے۔ قرض پر قبضہ کرنے کے امر میں وکالت کرنے والا امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وکیل نزاع بھی بن سکتا

ہے۔ اور جب جھگڑے کا وکیل قاضی کے پاس اپنے وکیل بنانے والے پر کسی شئے کا اقرار کر جائے تو اس کا یہ اقرار کرنا جائز ہو گا۔ لیکن امام صاحب اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی کے علاوہ کسی کے پاس اس کا یہ اقرار کرنا جائز نہیں ہو گا۔ لیکن اگر کرے گا تو پھر وہ جھگڑے کی وکالت سے خارج ہو جائے گا۔ اس کی وکالت جاتی رہے گی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی کے علاوہ کسی اور کے پاس بھی اس کا اپنے وکیل بنانے والے پر کسی شئے کا اقرار کر لینا جائز رہے گا۔ اور وہ آدمی جو یہ دعویٰ کرے کہ فلاں آدمی جو موجود نہیں میں اس کی طرف سے اس کے قرض پر قبضہ کرنے یعنی اس کے قرض کو وصول کرنے کے معاملہ میں اس کا وکیل ہوں۔ پھر وہ قرض دینے والا یعنی مقروض خود ہی اس کی تصدیق کر دے۔ تو اب اس مقروض کو قرض کا مال اس وکیل کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ آدمی جو موجود نہ تھا۔ آ موجود ہوا۔ پس اس نے بھی اپنے اس وکیل کی تصدیق کر دی تو یہ سارا معاملہ جائز ہو گا لیکن اگر وہ اس وکیل کی تصدیق نہ کرے تو پھر مقروض کو اس آدمی کو دوبارہ قرض ادا کرنا پڑے گا اور جو اس نے پہلے دیا تھا۔ وہ اگر اس وکیل کے پاس بچا ہوا ہو تو اس سے لے سکتا ہے اور اگر ایک آدمی نے ودیعت رکھی گئی شئے کے بارے کہا کہ میں اس پر قبضہ کرنے یعنی اسے وصول کرنے میں وکیل ہوں اور جس کے پاس وہ چیز ودیعت رکھی گئی تھی۔ اس نے اس آدمی کی تصدیق بھی کر دی۔ تب بھی اسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ وہ ودیعت رکھی گئی شئے اس وکیل کے حوالے کر دے۔

کتاب الکفالتہ

ذمہ داری لینا

کفالت یعنی ذمہ داری سر لینے کی دو قسمیں ہیں:

1- جان کی کفالت 2- امال کی کفالت

جان کی کفالت جائز تو ہے لیکن اس میں ضامن بنائے جانے والے آدمی پر یعنی جو اپنی رضامندی سے ضامن ہوا ہو اس پر جس کے بارے اسے کفیل بنایا گیا ہو اسے حاضر کرنا ہوتا ہے اور یہ کفالت جب وہ آدمی یہ کہہ دے کہ میں نے فلاں کی جان کی ذمہ داری لے لی' یا یہ کہہ دے کہ میں نے اس کی گردن کی یا اس کی روح کی یا اس کے جسم کی یا اس کے سر کی یا اس کے نصف کی یا اس کے تہائی حصہ کی ذمہ داری لے لی' کفالت قبول کی تو اس کے اتنا کہہ دینے سے جان کی کفالت منعقد ہو جائے گی۔ اور یونہی یعنی اگر اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس کا ضامن ہو گیا یا وہ میرے ذمہ رہا۔ یا میری طرف ہے یا میں اس کا ذمہ دار یا کفیل ہوں تو اس سے بھی کفالت منعقد ہو جاتی ہے۔ پھر اگر کفالت میں جس کا اسے کفیل ہوں تو اس سے بھی کفالت منعقد ہو جاتی ہے۔ پھر اگر کفالت میں جس کا اسے کفیل بنایا گیا ہے۔ اسے کسی خاص وقت میں حاضر کرنے کی شرط لگا لی گئی۔ تو جب وہ اس وقت میں اس کا مطالبہ کرے گا تو اس وقت اس کو حاضر کرنا لازم ہوگا۔ اب اگر اس نے اسے حاضر کر دیا تو درست' وگرنہ حاکم کفیل کو قید کر سکتا ہے۔ اگر کفیل اسے ایسی جگہ حاضر کر کے اس کے حوالے کر دے جہاں پر جس کے لئے وہ کفیل بنایا گیا ہے وہ اس کے ساتھ جھگڑے پر قادر ہو سکتا تھا۔ تو یوں کفیل اپنی کفالت سے عہدہ برآء ہو جائے گا۔ اور جب کوئی آدمی مکفول بہ یعنی

جس چیز کا اسے کفیل بنایا گیا اسے قاضی کی مجلس میں سونپنے کا کفیل بنایا۔ لیکن بعد میں اس نے مکفول بہ کو بازار میں حوالے کیا تو اس طرح بھی وہ بری ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی جنگل میں حوالے کیا تو اس سے کفیل بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اور مکفول بہ ہی وفات پا جائے تو کفیل بالنفس جان کی کفالت سے آزاد ہو جائے گا۔ اگر کوئی کسی کی جان کا اس طرح سے کفیل بنا۔ کہ اگر میں اسے فلاں وقت حاضر نہ کر سکا تو جو کچھ اس کے ذمہ ہے وہ میرے ذمہ ہوگا اور ایک ہزار اس کے ذمہ ہو۔ اس کے بعد وہ اسے اس مقررہ وقت تک حاضر نہ کر سکے تو اس مال کی ذمہ داری اب اس پر لازم ہو جائے گی اور وہ کفالت بالنفس یعنی جان کی کفالت سے بری نہیں ہوگا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدود اور قصاص میں جان کی کفالت لینا جائز نہیں ہے۔

مال کی ذمہ داری

مال کی کفالت کہ جس مال کا کسی کو کفیل بنایا جا رہا ہو وہ معلوم ہو یا مجہول کفالت بالمال بہر حال جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مال دَین صحیح ہو مثال کے طور پر کفیل بننے والا یوں کہے کہ میں اس کی طرف سے ایک ہزار درہم کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ یا کہے کہ تیرا جو مال اس کے ذمہ ہے اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ یا کہے کہ جو کچھ تجھے اس بیع میں حاصل ہو سکتا ہے میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور مکفول یعنی جس کے لئے کوئی کفیل بنایا گیا ہے۔ اسے اس بات کا اختیار رہتا ہے کہ وہ چاہے تو بنیادی طور پر جس پر قرضہ ہو اسی سے مانگ لے اور اگر چاہے تو کفیل سے طلب کر لے اور کفالت کو شرائط کے ساتھ معلق کر لینا جائز ہے۔ مثال کے طور پر جو کچھ تیرے لئے اس پر ثابت یا واجب ہوا' وہ میری ذمہ داری ہے۔ یا تیری جو شئے فلاں نے غصب کی (چھینی) وہ مجھ پر رہی تو یہ کفالت کو شرائط سے معلق کرنا ہے۔ اور جب کوئی کہے کہ تیرا جو مال اس کے ذمہ ہے اس کی ذمہ داری میں نے قبول کی پھر اس بات پر دلیل ہو گئی کہ اس پر تو اس کا ایک ہزار ہے۔ تو اب کفیل اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر کوئی دلیل

قائم نہ ہو سکے تو وہ مقدار جس کا کفیل اعتراف کرے اس میں کفیل سے قسم لیتے ہوئے اس کی بات کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ اگر جس کی طرف سے وہ کفیل بنا ہوا ہے وہ اس سے زیادہ کا اقرار کر بیٹھے۔ تو کفیل کے مقابلے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور کفالت، مکفول یعنی جس کی طرف سے کفیل بنایا جانا ہو اس کے حکم سے اور اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہو جاتی ہے۔ پس اگر تو وہ اس کے حکم سے کفیل بنا تو جو کچھ وہ اس پر لازم مال، سے ادا کرے وہ اس سے لے سکتا ہے۔ اور اگر اس کے حکم دینے کے بغیر ہی یہ اس کی طرف سے کفیل بن گیا تھا۔ تو اب اس کی طرف سے جو کچھ بھی ادا کرے گا۔ وہ اس سے لے نہیں سکتا۔ اور کفیل کو جس کی طرف سے اسے کفیل بنایا گیا ہو اس کی طرف سے آگے کچھ ادا کرنے سے قبل اس سے مانگنے کا حق نہیں ہوتا ہے۔ پس اگر کفیل کا مال کی وجہ سے پیچھا کیا جائے تو کفیل جس کی طرف سے وہ کفیل ہے اس کا پیچھا کرے گا۔ یہاں تک وہ اسے خلاصی دلا دے۔ اور جب طالب مکفول عنہ یعنی جس کی طرف سے کوئی کفیل ہوا اسے آزاد کر دے یا خود وہ کفیل کے بغیر ہی مکفول عنہ سے مال وصول کرے تو کفیل آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اگر طالب نے کفیل کو آزاد کر دیا تو اس سے مکفول عنہ آزاد نہ ہوگا اور کفالت سے آزادی کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں اور ہر وہ حق جو کفیل سے وصول نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس کی کفالت بھی درست نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر حدود یعنی شرعی سزائیں اور قصاص یعنی قتل کا بدلہ۔ اور جب کوئی کسی خریدار کی طرف سے ثمن کی ذمہ داری قبول کر لے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر فروخت کرنے والے کی طرف سے بیچی جانے والی چیز کی کفالت کرے ذمہ داری لے تو یہ درست نہیں۔ جو کوئی بوجھ لادنے کی خاطر کوئی سواری اجرت پر لے۔ اب اگر تو وہ بوجھ معین ہے تو اس صورت میں تو بوجھ لادنے کے معاملہ میں کفالت کرنا درست نہ ہوگا لیکن اگر وہ بوجھ معین نہیں تو پھر کفالت کرنا جائز ہوگا۔

کفالت کی اور صورتیں

عقد کی مجلس میں مکفول لہ یعنی جس کے لئے کسی کو کفیل بنانا ہو اس کی رضامندی

کے بغیر کفالت درست نہیں ہوتی۔ لیکن ایک مسئلہ ایسا ہے کہ جس میں درست ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی مریض اپنے کسی وارث کو کہے کہ میرے ذمے جو قرضہ ہے تو میری طرف سے اس کا کفیل ہو جا۔ پس وہ آدمی قرض خواہوں کی موجودگی کے علاوہ ہی اس کے قرضہ کا کفیل بن جائے تو یہ جائز ہے۔ اور جس وقت دو آدمی مقروض ہوں اور ان میں ہر ایک دوسرے کی کفالت بھی کر رہا ہو اور اپنے ساتھی کا ضامن بھی ہو تو ان میں سے کوئی بھی جو کچھ ادا کر دے گا۔ اس کا وہ اپنے شریک کار سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ وہ جو ان دونوں پر قرضہ ہے اس کی نصف مقدار سے زائد ادا کر دے۔ ہاں تو جب وہ یہ کر دے تو اب نصف سے جتنا زیادہ ہو اس کا وہ اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ جس وقت ایک ہی آدمی کی طرف سے ایک ہزار پر دو آدمی کفیل بن بیٹھیں اور صورت حال یہ ہو کہ آگے ان میں سے بھی ہر ایک اپنے ساتھی کا کفیل بنا ہوا ہو۔ تو ان میں سے کوئی بھی جو کچھ بھی وہ ادا کرے گا وہ کم ہو یا زیادہ وہ اس کا نصف اپنے شریک سے لے سکتا ہے۔ اور مال کتابت کی کفالت چاہے آزاد آدمی کرے یا کوئی غلام کرے جائز نہیں ہے۔ جب کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس پر بہت سے قرضے ہوں اور اس نے اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

ایسے آدمی کی طرف سے قرض خواہوں کے لئے کوئی آدمی کفیل بن جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کفالت درست نہیں مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے۔

کتاب الحوالۃ

اپنا قرض کسی پر ڈالنا

قرضہ جات میں حوالہ جائز ہے اور یہ محیل یعنی مقروض محتال یعنی قرض خواہ اور محتال علیہ جس کے حوالہ قرض کیا جانا ہو ان سب کی رضا مندی کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔ اور جس وقت حوالہ کی بات مکمل ہو جائے تو اب مقروض یعنی محیل قرضے سے آزاد ہو جائے گا اور محتال لہ یعنی جس کے لئے اس نے اپنا قرض کسی کے حوالہ کیا وہ اب محیل سے نہیں مانگ سکتا۔ لیکن اگر اس کا حق ضائع جا رہا ہو تو اس صورت میں مانگ سکتا ہے۔ اور ضیاع حق امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو باتوں میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ محتال علیہ یا تو حوالہ کا انکار کر دے اور قسم اٹھا دے اور قرض خواہ کے پاس محتال علیہ پر کوئی دلیل بھی نہ ہو یا پھر محتال علیہ غربت و افلاس کی حالت میں ہی اس دار فانی سے کوچ کر جائے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو صورتیں تو ہیں ہی ایک تیسری صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حاکم محتال علیہ کی زندگی میں ہی اس پر غربت و افلاس کا حکم جاری کر دے۔

بقیہ

جس وقت محتال علیہ نے محیل سے کہا کہ محیل نے جو قرض اس کے حوالہ کیا تھا اب وہ اس سے اسی کی مقدار مال مانگے۔ مگر محیل جواب دے کہ میرا جو قرض تیرے ذمہ تھا۔ اس کو ہی تو حوالہ کیا تھا تو اس کی بات قبول نہیں ہوگی۔ اور اس پر قرض کی مثل روپے لازم ہوں گے۔ اگر محیل یعنی مقروض محتال سے وہ مال مانگے جسے اس نے اس

کے لئے ہی حوالہ کرایا تھا۔ پس محیل کہے کہ میں نے اس مال کی تیرے لئے حوالت اس لئے کرائی تھی۔ تاکہ تو میری خاطر اس پر قبضہ کر سکے۔ محتال کہے کہ نہیں بلکہ میرا جو تم پر قرض ہے تو نے اس کی وصولی کی خاطر اس مال کو میرے لئے حوالہ کرایا تھا۔ تو اب بات محیل کی ہی اس سے قسم لینے کے ساتھ معتبر ہوگی۔ اور سفاتج (ہنڈی) مکروہ ہے اور وہ ایسا قرض ہے ہوتا جس کا دینے والا اس کے دینے کے ساتھ فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ راستے کے خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

کتاب الصلح

راضی نامہ کرانا

صلح کی تین قسمیں ہیں: اقرار کرنے کے ساتھ' خاموشی کے ساتھ اور خاموشی کے ساتھ صلح یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ یعنی جس پر معاملۂ صلح واقع ہو رہا ہو وہ نہ تو اقرار کرے اور نہ انکار کرے اور تیسری قسم صلح کی انکار کے ساتھ صلح کرنا ہے۔ صلح کی مذکورہ یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔ پس اگر اقرار کے ساتھ صلح ہو رہی ہو تو اس میں ان باتوں کا اعتبار ہوگا جن کا بیچی جانے والی چیزوں میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر مال کے دعوے میں مال کے بدلے ہی صلح ہو تو اگر منافع میں جا' رہی ہو تو پھر یہاں اجارات کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا۔ اجارہ کا تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

خاموشی اور انکار

خاموشی اور انکار کے ساتھ صلح کرنا مدعیٰ علیہ کے حق میں فدیہءِ قسم اور جھگڑا ختم کرنے کے لئے ہوتی ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ کے معنی میں ہوتی ہے۔ کوئی صلح کسی گھر سے یعنی اس کے بدلے کچھ دے کر کے صلح ہو رہی ہو تو اس گھر پر شفع واجب نہیں ہوگا۔ جب کوئی گھر پر صلح کر رہا ہو یعنی مال کا دعویٰ کیا گیا لیکن مدعیٰ علیہ نے گھر دے کر صلح کر لی۔ تو ایسے گھر پر شفعہ واجب ہوگا۔ جس وقت کوئی صلح راضی نامہ اقرار کرنے کے ساتھ ہو گیا۔ پھر صلح کی چیز میں کوئی اور بھی حصہ دار قرار پا گیا۔ تو مدعیٰ علیہ اپنے دیئے ہوئے اس عوض میں سے اس کے حصہ کے مطابق واپس لے سکتا ہے۔ جس وقت صلح خاموشی اختیار کرنے کے ساتھ واقع ہو گئی یا انکار کرنے کے ساتھ

واقع ہوگئی۔ پھر اس چیز میں کہ جو جھگڑے کا باعث تھی کوئی اور بھی اس کا حقدار ٹھہر گیا تو مدعی اس حقدار کے لئے جھگڑا کرتے ہوئے رجوع کر سکتا ہے۔ عوض کو واپس کر سکتا ہے۔ اگر کوئی اسی عوض کے کچھ حصے کا حقدار بنا تو وہ اس کا اتنا حصہ واپس لوٹا دے۔ اس معاملہ میں جھگڑے کے ساتھ مطالبہ کرے۔ اگر کسی نے کسی مکان میں اپنے حق کا دعویٰ دائر کیا لیکن وضاحت نہ کی۔ پھر اس مکان میں سے کسی شئے پر صلح کر لی گئی۔ اس کے بعد مکان کے کچھ حصہ کا کوئی اور آدمی بھی حقدار ثابت ہو گیا۔ تو اس صورت میں مدعی اس عوض میں سے کچھ بھی واپس نہیں لوٹائے گا۔

ان سے صلح جائز ہے؟

مال، منافع، جان بوجھ کر قتل کرنے اور غلطی سے قتل کر دینے جیسے امور میں سے کسی کے بھی دعوے سے صلح کر لینا جائز ہے۔ مگر حد کے دعویٰ کی وجہ سے صلح کرنا جائز نہیں۔ جب کوئی آدمی کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرتا ہو اور وہ عورت انکار کرتی ہے اس کے بعد وہی عورت اس آدمی کو کچھ مال دے کر اس سے صلح کر لے صلح یہ کہ وہ اس دعویٰ کو ترک کر دے گا تو یہ بات جائز ہے۔ کیونکہ یہ بمعنی خلع ہے۔ خلع کا حکم رکھتی ہے اور جس وقت کوئی عورت کسی آدمی پر نکاح کا دعویٰ کر دے مگر وہ مرد اس عورت کو مال دے کر کے اس سے صلح کر لے تو یہ صلح جائز نہیں ہوگی اور ایک آدمی کسی دوسرے پر اس بات کا دعویدار ہو بے شک یہ تو اس کا غلام ہے۔ پس وہ مدعی کو کچھ مال دے کر کے اس سے صلح کر لے تو یہ صلح بھی جائز ہے۔ اور یہ صورت مدعی کے حق میں مال لے کر کے آزاد کر دینے کے حکم میں ہوگی۔

قرض سے صلح

ہر وہ شئے جس پر صلح واقع ہو اور وہ عقدِ مداینت یعنی کوئی شئے ادھار بیچنے کی وجہ سے واجب ہوا ہو۔ تو اسے معاوضہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ دعویدار نے اپنے حق کا کچھ حصہ وصول کر لیا ہے اور اپنے بقیہ حق کو اس

نے ساقط کر دیا ہے۔ چھوڑ دیا ہے' معاف کر دیا ہے۔ مثلاً وہ آدمی جس کے کسی آدمی پر ایک ہزار کھرے درہم ہوں پس وہ اپنے اس مقروض سے پانچ سو کھوٹے درہموں پر صلح کر لے تو یہ جائز ہے۔ اور یہ بات اس طرح ہو جائے گی کہ گویا اس نے اسے اپنے بعض حق سے آزاد کر دیا ہے۔ اور اگر کسی مقررہ مدت پر ایک ہزار دے دینے پر صلح کی تو بھی جائز ہے۔ اور معاملہ یوں ہوگا کہ گویا اس نے اصل حق میں تاخیر کر دی ہے۔ اگر اس نے ایک ماہ تک دینار دے دینے پر صلح کی تو یہ جائز نہیں۔ اگر کسی کا قرض ایک ہزار ایک مقررہ مدت تک دینا طے ہو۔ پھر وہ پانچ سو فوری طور پر لے لینے پر صلح کر لے تو یہ جائز نہیں۔ یونہی اگر کسی کے ایک ہزار سیاہ درہم کسی پر قرض ہوں لیکن وہ پانچ سو سفید درہموں پر صلح کر لے تو یہ بھی جائز نہیں۔

وکیلِ صلح

اور وہ آدمی جس نے کسی کو اپنی طرف سے صلح کرانے کے لئے وکیل بنایا۔ پس اس وکیل نے صلح کرا دی تو اس صلح میں کوئی بدل یعنی مال وغیرہ جو کوئی چیز دینی پڑے گی اس کا دینا وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ مگر صرف اس صورت وکیل کا ذمہ ہوگا جب اس نے خود اس کی ضمانت اٹھا رکھی ہو۔ بلکہ مال' وکیل بنانے والے یعنی مؤکل کو دینا لازم ہوگا۔ پھر اگر وکیل نے اس کی اجازت کے بغیر ہی کسی چیز پر صلح کر لی تو اس کی چار قسمیں ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ اگر اس نے مال پر صلح کی تھی اور اس مال کی خود ہی ضمانت بھی قبول کر لی تھی تو اس صورت میں تو صلح مکمل ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یونہی اگر اس وکیل نے مؤکل کی طرف سے کہا: کہ میں نے اس ایک ہزار پر یا اپنے اس غلام پر تم سے صلح کی تو یہاں بھی صلح مکمل ہو جائے گی اور اس چیز کا سونپنا وہ ایک ہزار ہو یا غلام اس کا اس کے سپرد کرنا اسے ہی لازم ہوگا اور تیسری صورت یہ کہ اس طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے تمہارے ہزار پر صلح کر لی اور وہ ہزار اس کو دے بھی دیا۔ چوتھی صورت کہ ایسے ہی اگر اس نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار پر صلح

کر لی۔ تو ان آخری دو صورتوں میں صلح کا یہ معاملہ موقوف رہے گا یعنی نہ مکمل شمار کیا جائے گا اور نہ باطل۔ اس صورت میں اب اگر وہ آدمی جس پر دعویٰ دائر کیا گیا تھا۔ اس نے اجازت دے دی تو یہ صلح جائز ہو جائے گی۔ اور اگر آخری صورت ہو گی تو اسے ایک ہزار دینا لازم ہو جائے گا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو اگر پہلی صورت بھی ہو گی تب بھی صلح جائز نہیں ہو گی بلکہ باطل ہو جائے گی۔

ایک مقروض دو قرض خواہ

جس وقت کوئی قرض ایسا ہو کہ اس میں دو آدمی شریک ہوں یعنی مقروض ایک ہو اور اس پر قرض دو کا ہو۔ تو ان میں سے کوئی ایک اپنے حصے کی طرف سے اس آدمی کے ساتھ کپڑے پر صلح کرے۔ تو اس کے شریک ساتھی کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ اگر چاہے تو اپنے قرض کا اس سے باقی نصف وصول کرنے کی خاطر جس پر قرض تھا اسی کا پیچھا کرے اگر چاہے تو نصف کپڑا بھی لے سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھی نے چوتھائی قرض کا اس کے لئے مقروض کی طرف سے ضمان اٹھا لیا تھا۔ تو پھر نہیں لے سکتا اور اگر ان میں سے کسی نے قرض سے نصف اپنے حصے کے مطابق وصول کر لیا تھا تو اس کا شریک ساتھی اس وصول ہو جانے والے مال میں شریک ہو سکتا ہے کہ پھر دونوں اپنا باقی قرض بھی وصول کر لیں گے اگر ان میں سے کسی نے اپنے حصے کے ساتھ قرض سے کچھ سامان وغیرہ خرید لیا تو اس کے شریک کا یہ حق ہو گا کہ وہ اس کے لئے چوتھائی قرض کا ضامن ہو اور جب دو آدمیوں کے درمیان باہم شراکت داری سے عقد سلم طے پا گیا۔ پھر ان میں سے کوئی سرمایہ و تجارت' یا کچھ پونجی پر اپنے حصے سے صلح کر لے۔ تو طرفین یعنی امام صاحب اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ صلح جائز ہو گی۔

مشترکہ جائیداد کی تقسیم

جس وقت کوئی ترکہ' کسی کا چھوڑا ہوا مال چند ورثاء کے درمیان مشترک ہو۔

پس وہ جو شرکاء ہیں اپنے آپ میں سے کسی کو کچھ مال دے کر کے اسے اپنے آپ سے نکال دیں۔ اور وہ ترکہ زمین ہو یا کوئی مال اسباب انہوں نے علیحدہ ہونے والے کو جو دیا ہو وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ معاملہ یعنی اُن کا اپنے ایک ساتھی کو علیحدہ کر دینا جائز ہوگا۔ اگر وہ ترکہ چاندی ہو اور انہوں نے اسے سونا دیا ہو یا ترکہ سونا ہو انہوں نے اسے چاندی دی تو اس کا بھی وہی مذکورہ بالا حکم ہے۔ لیکن اگر وہ ترکہ سونا' چاندی اور اس کے علاوہ بھی کچھ ہوتو اس صورت میں پھر وہ جو کچھ اس کو دیں اس حصہ سے جو اس جنس سے ہے اس کا زیادہ ہونا ضروری ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا حصہ اس کی مثل کے برابر ہو جائے گا۔ اور زائد مقدار اس کے حق کہ جو باقی میراث میں ہے اس کا عوض بن جائے گی۔ اگر ترکہ لوگوں پر قرض ہونے کی صورت میں ہو پھر وہ کسی کو صلح کرنے کے معاملہ میں شامل کر لیں اور یہ شرط رکھیں کہ بعد میں وہ اس صلح کرنے والے کو خارج کر دیں گے اور قرض سارے کا سارا انہی کا ہوگا تو یہ صلح باطل ہوگی لیکن اگر وہ یہ شرط لگا لیں کہ وہ صلح کرنے والا قرض داروں کو اپنے حصہ سے آزاد کر دے گا۔ اور مصالح کی طرف سے وارثوں سے اپنا حصہ نہیں مانگے گا تو اس صورت میں یہ صلح جائز ہوگی۔

کتاب الھبۃ

قابل نفع شئے بلاعوض دے دینا

ہبہ ایجاب وقبول کے ساتھ درست ہو جاتی ہے اور قبضہ کر لینے کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے۔ اگر موہوب لہ یعنی جسے چیز ہبہ کی گئی ہو وہ مجلس ہبہ میں واہب کی اجازت کے بغیر ہی قبضہ کر لے تو بھی جائز ہے۔ اگر اس نے علیحدہ ہو جانے کے بعد قبضہ کیا تو پھر واہب کے قبضہ کرنے کے معاملہ میں اجازت دینے کے بغیر وہ ہبہ درست نہیں ہو گی۔

اور ہبہ ان اقوال سے منعقد ہو جاتی ہے مثلاً اس کا یہ کہنا کہ میں نے ہبہ کر دی میں نے دیدی۔ میں نے عطاء کر دیا میں نے بخش دیا۔ میں نے یہ کھانا تجھے کھلا دیا اور میں نے یہ کپڑا تیرا کر دیا میں نے یہ شئے عمر بھر کے لئے تجھے دیدی اور میں نے تجھے اس سواری پر سوار کر دیا۔ یہ آخری صورت تب ہو گی جب اس نے سوار کرانے سے ہبہ کی نیت بھی کی ہو وہ اشیاء جن میں تقسیم ہو سکتی ہو ان میں ہبہ جائز نہیں ہوتی ہے۔ مگر یہ کہ ان میں کسی کا کوئی حق نہ ہو اور وہ تقسیم کی جا چکی ہوں اب ان میں تقسیم نہ ہو ایسے ہی وہ مشترک شئے جسے تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو۔ اسے ہبہ کرنا جائز ہے۔ وہ آدمی جس نے کسی مشترک شئے کا کچھ حصہ ہبہ کیا تو اس کی یہ ہبہ فاسد ہو گی۔ لیکن اگر وہ اس شئے کو تقسیم کرے اور جتنا اس نے ہبہ کیا تھا وہ سپرد کر دے تو جائز ہو جائے گی۔ اگر کوئی آٹا گندم کی صورت اور تیل تیلوں کی صورت میں ہبہ کرے تو یہ ہبہ فاسد ہو گی۔ پھر اگر وہ گندم کو پیس ڈالے اور پھر اگلے آدمی کے حوالے بھی کر دے پھر بھی یہ

ہبہ جائز نہیں ہوگی۔ جس وقت اصل شئے جسے ہبہ کی گئی ہو اس کے قبضہ میں ہو تو وہ ہبہ سے ہی اس کا مالک بن جائے گا۔ اگرچہ وہ نئے سرے سے اس پر قبضہ نہ بھی کرے تب بھی وہ اس کا مالک ہوگا۔ جس وقت باپ نے کوئی شئے اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دی تو وہ بیٹا عقد ہبہ کے ساتھ ہی اس شئے کا مالک ہو جائے گا۔ لیکن اس بچے کو کسی اجنبی آدمی نے کوئی شئے ہبہ کی تو اس صورت میں یہ ہبہ باپ کے قبضہ کر لینے سے مکمل ہو جائے گی اور جس وقت کسی نے کسی یتیم کو کوئی شئے ہبہ کی مگر اس پر قبضہ اس کے ولی نے کیا تو یہ جائز ہے اور اگر وہ بچہ ماں کی آغوش میں ہو تو اس چیز پر بچے کی ماں کا قبضہ کر لینا بھی جائز ہے۔ یونہی اگر وہ بچہ کسی اجنبی آدمی کے آغوش میں زیر کفالت ہو اور وہ اجنبی آدمی اس کی پرورش کر رہا ہو تو اس بچے کے لئے اس شئے پر اس اجنبی کا قبضہ کر لینا بھی جائز ہوگا۔ لیکن اگر بچے نے از خود ذاتی طور پر بنفس نفیس چیز پر قبضہ کر لیا اور صورت حال یہ ہے کہ وہ سمجھ بوجھ رکھتا ہے تو یہ جائز ہے۔ جس وقت ایک آدمی کے لئے دو آدمی ایک مکان ہبہ کر دیں تو یہ جائز ہے لیکن اگر ان میں سے ایک ہبہ کرے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے لیکن صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے۔

ہبہ واپس لینا

جب کسی آدمی نے کسی اجنبی آدمی کو کوئی شئے ہبہ کی تو اسے اس سے وہ شئے واپس لے لینے کا بھی حق حاصل رہے گا مگر اس صورت میں وہ شئے اس سے وہ واپس لینے کا حقدار نہیں ہوگا کہ وہ آدمی جسے وہ شئے ہبہ کی گئی تھی۔ وہ اس میں کوئی ایسا اضافہ زیادتی کر دے جو مستقل طور پر اس ہبہ کردہ شئے سے ملنے والی ہو۔ یا یہ عقدِ ہبہ کرنے والے دو آدمیوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے یا وہ ہبہ کردہ شئے موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو جائے۔ اگر اس نے وہ شئے اپنے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کی تھی۔ تو اب اس میں واپسی کا مطالبہ نہیں ہو سکے گا اور جس وقت زوجین یعنی میاں بیوی

میں سے کوئی ایک دوسرے کوئی شئے ہبہ کر دے تو بھی مذکورہ بالا حکم ہی ہو گا۔ اگر موہوب لہ واہب سے کہے کہ اپنے ہبہ کا یہ عوض پکڑ لے یا اپنے ہبہ کا اس کے مقابلے میں یہ بدل لے لے۔ پس واہب اس پر قبضہ کر لے تو اب اس کے رجوع کا حق جاتا رہے گا۔ اگر موہوب لہ کی جانب ایک اجنبی آدمی نے واہب کو اس ہبہ کردہ چیز کا بطور نفل کوئی عوض دے دیا اور واہب نے اس عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی اس کے رجوع کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اور جس وقت ہبہ کردہ آدھی چیز کا کوئی اور بھی حقدار ثابت ہو گیا ہو۔ تو وہ عوض کا نصف واپس لے سکتا ہے۔ اگر کوئی عوض کے نصف کا حقدار ٹھہر گیا تو اس صورت میں وہ ہبہ میں کسی شئے کے ساتھ بھی رجوع نہیں کر سکتا۔ مگر صرف اس صورت میں کہ وہ باقی عوض بھی واپس کر دے تو اس صورت میں پھر پورے ہبہ میں رجوع کر سکے گا۔ اور ہبہ میں دونوں کی رضا مندی یا حاکم کے حکم کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوتا ہے اور جس وقت ہبہ کردہ اصل شئے ہی ضائع جائے۔ پھر اس کا کوئی اور آدمی بھی حقدار ثابت ہو جائے۔ پس وہ موہوب لہ سے تو اس کا ضمان لے گا مگر واہب موہوب لہ سے کچھ بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔

جب ایک آدمی نے عوض کی شرط کے ساتھ کوئی شئے ہبہ کی تو اس صورت میں دونوں عوضوں کا مکمل طور پر قبضہ میں ہونا معتبر ہو گا۔ جب دونوں قبضہ کر لیں گے تو یہ عقد درست ہو جائے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ یہ عقد بیع کے حکم ہو گا۔ کہ عیب اور خیار رؤیت کی صورت میں واپس بھی کیا جا سکے گا۔ اور اس میں شفعہ واجب ہو گا اور عمریٰ زندہ رہنے کے وقت تک تو معمر لہ کے لئے جائز ہو گا اور اس کے فوت ہو جانے کے بعد پھر اس کے لئے ورثاء کے لئے ہو گا۔ یعنی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ وہ آدمی جس نے کوئی لونڈی ہبہ کی۔ مگر اس کے حمل کو ہبہ نہ کیا تو یہ ہبہ درست ہو جائے گی اور استثناء باطل ہو جائے گا۔ صدقہ بھی ہبہ کی مثل

ہی ہے یہ قبضہ کے بغیر درست نہیں ہوتا وہ مشترک شئے جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو۔ اس میں صدقہ کرنا جائز نہیں۔ اور جب اس نے کوئی شئے دو فقیر آدمیوں پر صدقہ کر دی تو یہ صدقہ جائز ہوگا اور صدقہ میں قبضہ کے بعد واپسی کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہوتا ہے۔ وہ آدمی جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے مال سے صدقہ دے تو اسے اسی جنس کے مال کے ساتھ ہی صدقہ دینا لازم ہوگا' جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اور وہ آدمی جو یہ نذر مانے کہ وہ اپنی ملکیت کے مال سے صدقہ دے گا تو اسے تمام مال صدقہ میں دینا لازم ہوگا۔ ہاں اسے یہ کہا جائے گا کہ اس مال میں سے جو تو اپنے ذات پر اور اپنے بچوں پر مزید مال کمانے تک خرچ کرے گا اتنا مال رکھ لو۔ اس کے بعد جب وہ مال کمائی کر لے تو اسے کہا جائے گا کہ پہلے تمام مال صدقہ کرتے ہوئے تو نے جس قدر مال رکھا تھا۔ اس کی مقدار کے برابر صدقہ کر دو۔

کتاب الوقف

منافع صدقہ کرنا

کسی چیز کو وقف کرنے سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واقف یعنی وقف کرنے والے کی ملک ختم نہیں ہو جاتی ہے۔ مگر اس صورت میں کہ حاکم اس وقف کردہ شئے کے بارے فیصلہ کر دے۔ یا واقف نے اسے اپنی موت کے ساتھ معلق کر رکھا ہو۔ پس اس نے کہہ رکھا ہو کہ میرے مر جانے پر میرا گھر فلاں کے لئے وقف ہو گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محض کہہ دینے سے ہی ملک زائل ہو جائے گی۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے اپنی اس وقف کردہ شئے کا کسی کو والی، وارث بنانے اور اس چیز کو اس کے حوالے کرنے تک ملک زائل نہیں ہو گی۔ اور جس وقت ان کے اختلاف کے موافق وقف درست ہو جائے گی تو وقف کردہ شئے واقف کی ملکیت سے خارج ہو جائے گی۔ اور جس پر اسے وقف کیا گیا اس کی ملک میں داخل بھی نہیں ہو گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشترک شئے کو وقف کر دینا بھی جائز ہے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اور طرفین کے نزدیک اس وقت تک وقف تام نہ ہو گا جب تک وہ اس کے آخر کو اس طرح نہ بنا دے کہ وہ ہمیشہ غیر منقطع رہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس وقت وہ اس شئے میں کسی ایسی جہت کا نام لے جو علیحدہ ہو سکتی ہے۔ تو جائز ہے۔ اور اس جہت کے بعد وہ چیز فقراء کے لئے ہو جائے گی اور اگرچہ اس نے ان فقراء کا نام نہ بھی لیا ہو تب بھی ہو جائے گی اور وہ چیزیں جو نقل کی جا سکتی ہوں اور

بدل جاتی ہوں ان کو وقف کرنا جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کوئی بیلوں اور نوکروں چاکروں سمیت زمین وقف کر دے اور وہ نوکر اس آدمی کے غلام ہوں تو یہ جائز ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہتھیار اور گھوڑے فی سبیل اللہ وقف کرنا ہے اور جب کوئی شئے وقف کی اور اس کا وقف کرنا صحیح قرار پا گیا۔ تو اب اسے بیچنا جائز نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ ہی اس چیز کا کسی کو مالک بنانا جائز ہوگا۔ مگر صرف اس صورت میں کہ وہ شئے مشترک ہو اور اس شئے میں شریک آدمی اس کی تقسیم کا مطالبہ کرتا ہو تو اس کو تقسیم کرانا درست ہو گا۔ اور وقف کے ارتفاع یعنی اس وقف کردہ شئے سے حاصل ہونے والے منافع سے پہلے اس چیز کی مرمت کرانا ضروری ہے۔ واقف نے اس بات کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو برابر ہے۔ جس وقت کسی نے اپنی اولاد کے رہنے کے لئے کوئی گھر وقف کر دیا تو اس گھر کی مرمت اس کے رہائشیوں کے ذمہ ہی ہوگی۔ پھر اس مکان کا رہائشی اس کی مرمت نہ کرائے یا وہ مفلس ومحتاج ہو۔ تو حاکم اس مکان کو کرائے پر دے دے اور پھر کرائے کے پیسوں سے ہی اس مکان کی مرمت کرا کے جس کے لئے وہ مکان رہائش تھا اسے واپس لوٹا دے گا۔ اور جو کچھ وقف کی عمارت اور اس کے سامان وغیرہ سے منہدم ہو جائے گر جائے تو اگر تو عمارت کی مرمت میں اس کی ضرورت ہو تو حاکم اسے اس میں خرچ کر دے گا۔ اگر ضرورت نہ ہو تو حاکم اسے اپنے پاس روک رکھے گا۔ یہاں تک جب اس عمارت کی مرمت میں اس کی ضرورت پڑے تو اسے وہاں لگا دے اور اس سامان کو وقف کے مستحق حضرات میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جب واقف وقف کی آمدن کو اپنے لئے قرار دے دے یا اس کی ولایت اپنی خاطر بنا ڈالے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اور جس وقت کسی نے کوئی مسجد بنائی تو اس کے اس مسجد کو اس کے رستے کے ساتھ اپنی مِلک سے جدا کرنے تک اس کی ملک زائل نہیں ہوگی

اور اس وقت بھی کہ وہ لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے۔ پھر جب ایک آدمی نے بھی اس مسجد میں نماز پڑھ لی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی ملک زائل ہو جائے گی۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی ملک اتنا کہنے سے ہی ختم ہو گئی کہ "میں نے اسے مسجد بنا دیا ہے۔" اور وہ آدمی جس نے مسلمانوں کے لئے پانی رکھنے کی کوئی جگہ بنائی یا مسافروں کے رہنے کو کوئی سرائے یا مسافر خانہ بنایا یا اپنی زمین قبرستان کے لئے دے دی۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاکم کے اس کی زمین کے بارے جو اس نے اسے بنایا ہے اس کا حکم دینے تک اس زمین سے اس آدمی کی ملک زائل نہیں ہو گی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں کہنے سے ہی اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب لوگ اس مشک یا پانی رکھنے کی جگہ سے پانی پینا شروع کر دیں گے سرائے یا مسافر خانے میں مسافر لوگ رہنے لگیں گے اور اس زمین میں مردے دفنانا شروع کر دیں گے تو اس سے واقف کی ملک زائل ہو جائے گی۔

کتاب الغصب

ناحق قبضہ کرنا

جس نے ان اشیاء میں سے "جن کی کوئی مثل ہو" کوئی چیز غصب کی۔ پھر وہ اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو اسے اس کی مثل تاوان دینا پڑے گا اور اگر وہ چیز ان اشیاء سے ہو جن کی مثل نہیں ہوتی تو پھر اس پر اس چیز کی قیمت دینا لازم ہوگا اور غاصب یعنی غصب کرنے والے پر اصل غصب کردہ شئے کو واپس کرنا ضروری ہے۔ پھر اگر وہ اس شئے کی ہلاکت کا دعویٰ کرے تو حاکم اسے قید میں ڈال دے۔ یہاں تک کہ حاکم کو اس کی ہلاکت کا یقین آ جائے کہ اگر وہ شئے باقی ہوتی۔ تو اب تک یہ ضرور ظاہر کر دیتا۔ اس کے بعد پھر حاکم اس غاصب پر غصب کردہ شئے کے بدلے کوئی اور چیز دینے کے ساتھ فیصلہ کر دے گا۔ منقولی اور بدل جانے والی اشیاء میں تو غصب ہوتا ہی ہے۔ مگر جب کسی نے کوئی زمین غصب کر لی۔ پھر وہ ضائع ہوگئی تو شیخین یعنی امام صاحب اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو غاصب اس کا ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں زمین میں اس کے فعل سے جو کمی ہوگی یا اس کی رہائش میں جو حرج ہوگا اس کا تو وہ تمام کے قول کے مطابق ضامن ہوگا۔ جس وقت غصب کردہ شئے غاصب کے قبضہ میں اس کے فعل سے یا بغیر اس کے فعل کے بھی ہلاک ہوگئی۔ تو اسے اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ اگر اس کے قبضہ میں اس شئے میں کچھ نقصان ہوا تو وہ اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ جس نے کسی کی بکری ذبح کر ڈالی تو بکری کے مالک کو اختیار ہے چاہے تو بکری کی قیمت کا تاوان لے کر کے بکری اسے دیدے۔ اگر چاہے تو اس کے نقصان کا تاوان بھی اس سے لے سکتا ہے۔ جس نے کسی کا تھوڑا سا کپڑا

پھاڑ دیا۔ تو وہ اس کے نقصان کا تاوان ادا کرے گا۔ اگر اس نے کپڑا اتنا زیادہ پھاڑ دیا۔ جس سے اس کپڑے سے عام طور پر نفع اٹھانا باطل ہو گیا تو اس کپڑے کا مالک اس آدمی سے اس کپڑے کی پوری قیمت کا تاوان لے گا۔

بڑا فائدہ

جب اصل غصب شدہ شئے غاصب کے فعل سے متغیر ہو جائے یہاں تک کہ اس چیز کا نام اور اس کا سب سے بڑا فائدہ "جو اس سے حاصل کیا جا سکتا تھا" ختم ہو جائے۔ تو مغصوب منہ کی (یعنی جس سے وہ چیز غصب کی گئی تھی اس کی) ملک ختم ہو جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور مغصوب منہ کو غاصب اس کا تاوان ادا کرے گا۔ اور اس کے لئے اس کا بدلہ دے دینے تک فائدہ اٹھانا حلال نہ ہو گا۔ یہ اس آدمی کی مثال ہے کہ جس نے کوئی بکری غصب کر لی پھر اس نے اسے ذبح کر لیا یا سے بھون لیا یا پکا لیا یا کسی نے گندم غصب کر لی۔ پھر اسے پیس لیا۔ یا لوہا غصب کیا اور اس سے تلوار بنا لی یا پیتل غصب کیا پھر اس کا برتن بنا لیا۔ لیکن اگر کسی نے چاندی یا سونا غصب کر لیا پھر ان سے درہم، دینار یا برتن بنا لئے تو اس صورت میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان چیزوں کے مالک کی ملک زائل نہ ہو گی۔

وہ آدمی جس نے کوئی شہتیر غصب کر لیا پھر اس نے اس پر کوئی تعمیر کر ڈالی تو اس سے شہتیر کے مالک کی ملک جاتی رہے گی اور غاصب پر اس کی قیمت ادا کرنا لازم ہو گا۔

اگر کسی نے کوئی زمین غصب کی پھر اس میں شجر کاری کر ڈالی یا کوئی تعمیر کر لی تو اسے کہا جائے گا کہ اپنے پودے اور عمارت مکان وغیرہ کو اکھاڑ کر کے زمین خالی کر کے اس کے مالک کو واپس دو۔ اگر ان درختوں، پودوں اور مکانات وغیرہ کو اکھاڑنے سے زمین کو کوئی نقصان ہوتا ہو تو پھر مالک کے لئے غاصب کو اکھڑے ہوئے پودوں اور مکان وغیرہ کی قیمت کے مطابق قیمت دے دینا (اور وہ سب خود رکھ لینا) جائز ہے۔

جس نے کپڑا غصب کیا اور اسے سرخ رنگ کر ڈالا یا ستو غصب کئے پھر انہیں گھی کے

ساتھ ملا دیا۔ تو ان کے مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو اس سے اس کپڑے کی قیمت تاوان لے اور بالکل اسی قسم کے ستو لے اور وہ کپڑا اور ستو غاصب کے سپرد کر دے۔ اور اگر چاہے تو اس سے وہ دونوں چیزیں لے کر کے اس کپڑے میں جو رنگ اور ستوؤں میں جو گھی کی زیادتی ہوئی ہے۔ اس کا غاصب کو تاوان ادا کر دے۔

دلیل یا انکار

وہ آدمی جس نے کوئی شئے غصب کی پھر اسے غائب کر دیا اور مالک نے غاصب سے اس شئے کا جرمانہ بھی وصول کر لیا تو اس صورت میں اب غاصب قیمت ادا کرنے کے سبب اس چیز کا مالک بن جائے گا۔ اور قیمت کے معاملہ میں کہ اتنی ہے یا اتنی نہیں۔ غاصب سے قسم کراتے ہوئے اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ مگر اس صورت میں غاصب کا اعتبار نہ ہوگا کہ جب مالک اس بات پر دلیل قائم کر دے کہ قیمت جتنی غاصب بتا رہا ہے اس سے زیادہ ہے پھر اصل چیز ہی سامنے آ گئی اور اس کی قیمت جو غاصب نے جرمانہ ڈنڈ ادا کیا تھا۔ اس سے زیادہ تھی اور یہ قیمت مالک کے کہنے پر یا اس کے دلیل قائم کرنے پر یا غاصب کے انکار کی وجہ سے اس سے قسم لینے کے سبب طے ہوئی تھی۔ اور غاصب نے ادا کر دی تھی۔ تو اب مالک کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اور اس چیز کا غاصب مالک ہوگا۔ لیکن اگر وہ قیمت غاصب کے کہنے کے سبب اس سے قسم لینے کی صورت میں بھی طے کردہ تھی تو اس صورت میں مالک کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو وہی قیمت رکھ لے۔ اگر چاہے تو اصل شئے لے کر کے اس کا بدلہ قائم مقام دیدے۔

امانت

اور غصب کردہ شئے کا بچہ اس کی بالیدگی' افزائش اور غصب کردہ باغ کا پھل غاصب کے پاس امانت ہوتا ہے۔ اگر وہ غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو اس

پر کوئی ڈنڈ اور جرمانہ وغیرہ نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس نے اس میں کوئی ظلم کیا یا مالک نے اس سے اس چیز کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس نے اسے اس سے روکے رکھا۔ تو اس صورت میں اس پر جرمانہ ہوگا اور وہ لونڈی جو بچہ جننے کی وجہ سے کسی عیب سے متصف ہوگئی تو وہ عیب غاصب کے ضمان میں ہوگا۔ اگر وہ عیب' نقصان اتنا ہو جو بچہ کی قیمت میں پورا ہو سکتا ہو۔ تو اس بچے کے ساتھ پورا کر دیا جائے گا۔ غاصب سے اس کا جرمانہ ساقط ہو جائے گا۔ اور غاصب اس شئے کے منافع کا "کہ جس چیز کو اس نے غصب کیا ہو" ضامن نہیں ہوتا۔ مگر اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب وہ شئے اس کے استعمال سے عیب زدہ ہوگئی ہو۔ پس اس صورت میں اسے نقصان کا بدلہ دینا پڑے گا۔ جب کسی مسلمان نے کسی ذمی کی شراب یا سور (خنزیر) کو ضائع کر دیا تو اسے ان دونوں کی قیمت کا بدلہ دینا پڑے گا۔ لیکن اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کی ہی یہ چیزیں ضائع کر دیں۔ تو اسے جرمانہ نہیں دینا پڑے گا۔

کتاب الوَدیعۃ

کسی چیز کی حفاظت سونپنا

ودیعت[1] مودَع (جسے اس چیز کی حفاظت سونپی جائے) کے پاس بطور امانت ہوتی ہے۔ اس لئے اس چیز کے اس کے قبضے میں ہلاک ہو جانے پر وہ اس کا جرمانہ نہیں دے گا۔ اور مودع کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس شئے کی حفاظت کر سکے۔ اور ایسے ہی اپنے بچوں میں سے کسی کے ذریعے۔ پس اگر اس نے ان کے علاوہ کسی اور سے حفاظت کروائی یا اس چیز کو اس نے کہیں آگے ودیعت رکھ دیا تو کمی بیشی کی صورت میں اسے جرمانہ دینا پڑے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے گھر میں آگ لگ جانے کی وجہ سے ودیعت اپنے پڑوسی کے سپرد کر دے یا وہ کشتی میں ہو۔ پس اسے کشتی کے تباہ ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس ودیعت کو دوسری کشتی میں ڈال دے تو ان صورتوں میں وہ جرمانہ نہیں دے گا۔ اگر مودع نے ودیعت اپنے مال کے ساتھ اس طرح ملا دی کہ وہ الگ نہ ہو سکتی ہو۔ تو اسے اس کا جرمانہ بدل دینا پڑے گا۔ پھر اگر ودیعت کے مالک نے اپنی چیز کا مطالبہ کیا اس سے ودیعت واپس مانگی، مگر مودع نے اسے اس کے مالک سے روک لیا۔ حالانکہ وہ ودیعت کو مالک کے سپرد کرنے پر قادر بھی تھا تو اسے اس کا تاوان دینا ہوگا۔ اگر ودیعت مودع کے فعل عمل دخل کے بغیر ہی اس کے مال کے ساتھ خلط ملط ہوگئی تو وہ مودع اس صورت میں ودیعت کے مالک کا شریک بن جائے گا۔ اب اگر مودع نے اس کے بعض کو خرچ کر لیا اور اس کی مقدار جو کچھ باقی بچا تھا وہ ہلاک ہو گیا تو مودع اس کا جرمانہ ادا کرے گا۔ پس اگر مودع نے ودیعت میں سے (مثال کے طور پر) آدھی خرچ کر دی پھر اتنی ہی مقدار لے کر کے

واپس اس میں رکھی۔ پس اس نے اسے باقی نصف ودیعت کے ساتھ ملا دیا۔ تو اس صورت میں مودع پوری کی پوری ودیعت کا بدلہ ادا کرے گا۔ جس وقت مودع نے ودیعت میں کوئی ظلم کوئی تجاوز کرلیا۔ مثال کے طور پر ودیعت ایک جانور تھا۔ پس اس نے اس پر سواری کر لی یا ودیعت کپڑا تھا پس اس نے اسے پہنا یا ودیعت ایک غلام تھا۔ پس اس نے اس سے اپنی خدمت کرالی یا اس نے اس ودیعت کو آگے کسی اور کے پاس ودیعت رکھ دیا' پھر اس کے بعد اس نے اس ظلم کا ازالہ کر دیا یعنی ودیعت سے یہ کام لینے چھوڑ دیئے اور دوسرے آدمی سے بھی اسے واپس لے لیا اور اپنے پاس رکھ لیا تو ضمان زائل ہو جائے گا۔ پھر اگر اس ودیعت کے مالک نے مودع سے ودیعت کا مطالبہ کیا مگر مودع نے اس کا انکار کر دیا تو اسے اس کا جرمانہ دینا ہوگا۔ اس کے بعد اگر وہ اعتراف کی طرف لوٹ بھی آئے گا یعنی یہ مان بھی جائے گا کہ ہاں ودیعت میرے پاس ہی ہے۔ تب بھی اب وہ جرمانے کی ادائیگی سے آزاد نہیں ہوگا۔

مختلف صورتیں

اور مودع کے لئے ودیعت کو ساتھ لے کر کے سفر کر لینا جائز ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اسے بوجھ اور مشقت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے اور جس وقت ایک چیز کو دو آدمی کسی ایک آدمی کے پاس ودیعت رکھیں۔ پھر ان میں سے ایک آئے اور اس ودیعت ہی سے اس آدمی سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی دوسرے کے آنے تک اسے کچھ بھی نہیں دے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اسے اس کا حصہ دے سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے پاس کوئی ایسی چیز ''جسے تقسیم کیا جا سکتا ہو'' ودیعت رکھ دی۔ تو ان میں کسی بھی ایک کو ساری کی ساری شئے دے دینا جائز نہیں ہوگا بلکہ چاہئے کہ وہ اسے تقسیم کر لیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نصف حصہ کی حفاظت کرے۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسی چیز

ل ''ودیعت'' وہ چیز ہوتی ہے جو کسی کو بطور حفاظت دی جائے۔

ہو جسے تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو تو اس صورت میں ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی کی اجازت سے اس ودیعت کی حفاظت کرے گا۔ اور جس وقت صاحب ودیعت نے مودع سے یہ کہا کہ یہ اپنی بیوی کے حوالے نہ کرنا۔ مگر اس نے ایسا کر دیا تو اسے کوئی جرمانہ نہیں دینا پڑے گا۔ اور اگر اس نے اسے یہ کہا تھا کہ اس ودیعت کی حفاظت گھر کے اس کمرے میں ہی کرنا۔ لیکن اس نے اس کی حفاظت گھر کے کسی اور کمرے میں رکھی۔ تو بھی اسے کوئی بدلہ وغیرہ نہیں دینا پڑے گا۔ لیکن اگر اس نے اس ودیعت کی حفاظت کی مگر کسی اور گھر میں کی تو اس وجہ سے پھر اسے جرمانہ دینا پڑے گا۔

کتاب العاریۃ

ادھار لینا، دینا

کوئی چیز بطورِ ادھار لینا دینا جائز ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ عاریت "کسی کو بلاعوض اپنی چیز کے منافع کا مالک بنا دینا" ہے اور یہ اس طرح کا قول کرنے سے درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کہنا کہ میں نے تجھے تیری مانگی شئے ادھار دیدی۔ اور میں نے تمہیں یہ زمین کھانے کیلئے دیدی۔ اور میں نے یہ کپڑا تمہیں دیدیا عطا کر دیا۔ اور میں نے تمہیں اس جانور پر سوار کر دیا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا۔ جب اس نے اپنے اس قول سے جانور کو ہبہ کرنے کا ارادہ نہ کیا اور میں نے تمہیں یہ غلام خدمت کے لئے دیدیا میرا گھر تیرے لئے رہائش ہے اور میرا گھر زندگی بھر تیرے لئے رہائش ہے۔

بقیہ

اور معیر (یعنی بطور ادھار چیز دینے والے) کے لئے جب چاہے اپنی چیز واپس لے لینا جائز ہے اور عاریت (ادھار دی گئی شئے مستعیر (یعنی جس نے ادھار چیز لے رکھی ہو) کے پاس امانت کے طور پر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر وہ مستعیر کی زیادتی کے علاوہ ہلاک ہوئی۔ تو اسے تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اور مستعیر کے لئے جو چیز اس نے ادھار لے رکھی ہو اسے آگے کرائے پر چڑھا دینا جائز نہیں ہے۔ اگر اس نے اسے کرائے پر دیا تھا اور وہ ہلاک ہوگئی تو اسے جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ اس کیلئے مانگی شئے کو آگے دینا اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے۔ کہ جب استعمال کرنے والے کی تبدیلی میں مستعار (یعنی ادھار لی گئی) چیز تبدیل نہ ہو جاتی ہو اور درہم، دینار، پیائش والی اشیاء اور وزن والی جن کا وزن کیا جاتا ہو ان اشیاء کو بطور عاریت دینا بطورِ قرض شمار ہوگا۔

جب کسی نے کسی سے زمین اس لئے مستعار لی کہ وہ اس میں تعمیر کرے گا یا شجر کاری کرے گا تو یہ جائز ہے لیکن معیر اس سے اپنی زمین کسی بھی وقت واپس لے لینے کا برابر حقدار ہوگا۔ اور اسے اس کو اپنی عمارت اور درخت اکھاڑ لینے پر مجبور کر دینے کا حق حاصل ہوگا۔ پھر اس صورت میں دینے والے سے اگر عاریت کا کوئی وقت طے نہیں ہوا تھا تو اس پر کوئی جرمانہ وغیرہ نہ ہوگا۔ لیکن اگر پہلے اس نے وقت مقرر کر دیا تھا اب اگر وہ وقت سے پہلے لینے کی کوشش کرے گا تو اس پر مستعیر کے مکان اکھاڑنے اور درخت اکھاڑنے سے جو نقصان ہوگا اس کا جرمانہ دینا لازم ہوگا۔ البتہ عاریت کی چیز کو واپس کرنے کی مزدوری مستعیر کے ذمے ہوگی اور اجرت پر دی گئی چیز کو واپس کرنے کی اجرت مؤجر (یعنی جسے چیز اجرت پر دی گئی) پر ہوتی ہے اور غصب کردہ شئے کو لوٹانے کی اجرت غاصب پر ہوتی ہے۔ اور ودیعت رکھی گئی شئے کو واپس لوٹانے کی مزدوری مودع کے ذمہ ہوتی ہے۔ جب کسی نے کسی سے کوئی جانور سواری مستعار لی پھر اس نے اسے اس کے مالک کے اصطبل میں واپس لوٹا بھی دیا۔ اس کے بعد وہ جانور ہلاک ہوگیا۔ تو اس کا مستعیر ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے کوئی شئے مستعار لی پھر اسے اس کے مالک کے گھر پہنچا دیا مگر اسے بنفس نفیس اس کے مالک کے حوالے نہیں کیا تھا تو پھر بھی وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس نے "ودیعت" مالک کے گھر تو پہنچادی تھی مگر اسے اس کے مالک کے حوالے نہیں کیا تھا تو اس کا اسے جرمانہ دینا ہوگا۔ اور اللہ عزوجل زیادہ جاننے والا ہے۔

کتاب اللقیط

الزام کے ڈر سے پھینکا گیا بچہ

لقیط آزاد ہوتا ہے۔ اس کے اخراجات بیت المال سے پورے ہوتے ہیں۔ اگر اسے کسی آدمی نے اٹھالیا تو کسی اور آدمی کو اس سے لینے کا حق نہیں ہوگا۔ اب اگر کسی دعویدار نے یہ دعویٰ دائر کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس آدمی سے قسم لے کر کے اس کی بات کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ کوئی علامت اگر دو آدمی دعویٰ کریں۔ پس تو ان میں سے کوئی ایک جو اس بچے کے جسم میں کوئی علامت بتائے۔ تو وہی اس بچے کا زیادہ حقدار ہوگا اور جس وقت کوئی لقیط بچہ مسلمانوں کے شہروں میں کسی شہر میں یا مسلمانوں کے دیہاتوں میں کسی دیہات میں پڑا ملا۔ مگر اس کے بعد ایک ذمہ آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ تو اس کا بیٹا ہے۔ تو اس کا نسب تو اس سے ثابت ہو جائے گا۔ مگر بچہ مسلمان ہوگا۔ لیکن اگر لقیط ذمیوں کے دیہاتوں میں سے کسی دیہات یا بستی میں ملا میں یا گرجا گھر یا مندر میں پڑا ہوا پایا گیا۔ تو وہ بچہ ذمی شمار ہوگا۔ اور وہ آدمی جو اس بات کا دعویدار ہو گا کہ یہ بچہ تو اس کا غلام ہے یا اس کی لونڈی ہے تو اس کی بات مقبول نہیں ہوگی اور وہ بچہ آزاد ہوگا لیکن کسی غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کا بیٹا ہے تو اس سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ مگر بچہ آزاد ہی ہوگا اور اگر لقیط کے ساتھ کوئی مال وغیرہ "ایسا کہ جو اس بچے پر ہی بندھا ہوا تھا" پایا گیا تو وہ مال جسے بچہ ملا ہو اسی آدمی کا ہوگا اور مُلتَقِط (یعنی اس گرے پڑے بچے کو اٹھانے والا) کا لقیط سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ ہی اس کیلئے لقیط کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے۔ لیکن لقیط کے لئے ہبہ شدہ شئے پر قبضہ کرنا اس کے لئے جائز ہے اور ایسے ہی اس چیز کو کسی کاروبار کے لئے کسی کے حوالے کرنا یا اسے اجرت پر دے لینا بھی جائز ہے۔

کتاب اللُّقطہ

گری پڑی شے اُٹھانا

کوئی گری پڑی ملنے والی شئے اٹھانے والے کے پاس بطور امانت ہوتی ہے۔ اس صورت میں کہ جب وہ کسی کو اس بات پر گواہ بنا لے کہ وہ اس چیز کو اس لئے اُٹھا رہا ہے تاکہ وہ اس کی حفاظت کر سکے اور اس چیز کو اس کے مالک کو واپس کر سکے۔ اب اگر وہ شئے دس درہم سے کم کی ہو تو پھر تو صرف چند دن تک ہی اس کا اعلان وغیرہ کرے گا لیکن اگر وہ دس درہم سے زیادہ قیمت کی ہو تو پورے ایک سال تک اس کے بارے اعلان کرتا رہے گا۔ اور معلوم کرتا رہے گا پس اگر تو اس چیز کا مالک آ جائے (تو وہ اسے واپس دیدے گا) اور اگر وہ نہ آئے تو پھر وہ اس چیز کو صدقہ کر دے گا۔ اس کے بعد اگر اس چیز کا مالک آ گیا اور وہ اسے صدقہ کر چکا تھا تو اس چیز کے مالک کو اختیار ہو گا اگر چاہے تو اس چیز کو صدقہ ہی چھوڑ دے۔ اگر چاہے تو ملتقط (جس نے اس کی گری چیز کو اٹھایا تھا) سے جرمانہ بھر لے۔

بقیہ

بکری، گائے اور اونٹ کو پکڑ لینا جائز ہے پس اگر ملتقط نے ان میں سے کسی پر حاکم کی اجازت کے بغیر کچھ خرید کیا تو وہ محض احسان کرنے والا ہو گا۔ لیکن اگر اس نے ان پر حاکم کی اجازت سے کچھ خرچہ کیا تو وہ ان کے مالک پر ملتقِط کا قرض ہو گا۔ اور جس وقت یہ معاملہ حاکم کی خدمت میں کھڑا کیا جائے گا۔ تو وہ اس میں غور و فکر کرے گا اگر وہ جانور کوئی ایسا ہو گا۔ کہ جس سے کوئی نفع حاصل کیا جا سکتا ہو تو وہ اسے

کرائے پر دیدے گا اور اس پر اس کی کمائی اجرت و مزدوری سے خرچ کرے گا۔ لیکن اگر جانور سے کوئی فائدہ نہ لیا جا سکتا ہو اور یہ خدشہ ہو کہ اس پر خرچ کرنا اس کی قیمت کی تباہی کا طالب ہو گا یعنی اس کی قیمت کو غرق کر دے گا تو حاکم اسے فروخت کر دے گا اور اس کی قیمت کی حفاظت کا حکم دیدے گا۔ لیکن اگر اس جانور پر خرچہ کر لینا ہی زیادہ سودمند ہو تو حاکم اس کی اجازت دیدے گا۔ اور اس پر خرچہ کو اس کے مالک کے ذمہ قرض بنا دے گا پھر جب اس کا مالک آئے تو ملتقط کو اپنا خرچہ وصول کر لینے تک اس جانور کو اس کے مالک سے روک رکھنے کا حق حاصل ہو گا۔ اور گری پڑی چیز چاہے حرم شریف کی ہو یا غیر حرم کی برابر ہو گی۔ اگر کوئی آدمی آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز لقطہ شئے) میری ہے۔ تو اس کے کوئی گواہ قائم کرنے تک وہ چیز اسے نہیں دی جائے گی۔ پس اگر وہ اس لقطہ کی کوئی علامت واضح کر دے تو ملتقط کے لئے وہ لقطہ اس آدمی کو دے دینا حلال ہو گا۔ لیکن یہ فیصلہ کرنے میں اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور وہ لقطہ کو کسی امیر کبیر آدمی پر صدقہ نہیں کر سکتا۔ اگر ملتقط خود ہی مالدار ہو تو اس کیلئے بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہو گا لیکن اگر وہ مفلس و محتاج ہو تو اس صورت میں اس کے اس چیز سے فائدہ اٹھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ جب ملتقط کوئی صاحب امارت آدمی ہو تو اس کیلئے لقطہ کو اپنے باپ، بیٹے، ماں اور بیوی پر "جبکہ وہ محتاج ہوں" صدقہ کر دینا جائز ہو گا۔

کتاب الخنثیٰ

ہیجڑہ یا خسرہ

جب کسی کے پیدا ہونے والے بچے کی فرج بھی ہو اور اس کا ذکر بھی ہو۔ تو وہ بچہ ہیجڑہ ہے۔ اب اگر تو ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہوگا۔ اگر فرج سے کرے تو وہ لڑکی ہوگی۔ لیکن اگر وہ ان دونوں سے پیشاب کرتا ہو تو ان دونوں میں سے جس سے پیشاب پہلے باہر آتا ہو۔ اس بچے کی نسبت اس کی طرف ہی کی جائے گی۔ اگر ان دونوں سے ایک ساتھ ہی پیشاب باہر آتا ہو تو اس صورت میں پھر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے جس سے زیادہ پیشاب نکلتا ہوگا۔ بچے کی نسبت اس کی طرف ہی کی جائے گی۔ جب ہیجڑہ بالغ ہو گیا اور اس کی ڈاڑھی نکل آئی یا وہ کسی عورت تک جا پہنچا (یعنی اس نے اس عورت سے مجامعت کر لی) تو وہ مرد شمار ہوگا۔ اور اگر عورت کی طرح اس کے پستان ظاہر ہو گئے یا اس کے پستانوں میں دودھ اتر آیا یا اسے حیض آ گیا یا حمل ٹھہر گیا یا سامنے کی جانب سے اس تک رسائی (اس سے صحبت کرنا) ممکن ہو گئی تو وہ عورت ہوگی۔ پس اگر ان مذکورہ علامتوں میں سے اس کے لئے کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہوگا۔

بقیہ بحث

ہیجڑہ جب امام کے پیچھے نماز کے لئے اٹھے گا تو وہ مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کھڑا ہوگا۔ اگر اس ہیجڑے کا کوئی مال ہو تو اس کے مال سے ایک لونڈی

خریدی جائے گی۔ جو کہ اس کا ختنہ کرے گی۔ پس اگر ہیجڑے کا مال نہ ہو تو پھر امام سرکاری خزانے سے اس کے لئے لونڈی خرید لے گا۔ پس جس وقت اس کا ختنہ کر لے گئی تو وہ امام پھر اس لونڈی کو فروخت کر کے اس کی قیمت واپس سرکاری خزانے میں لوٹا دے گا۔ اگر ہیجڑے کا باپ فوت ہو گیا اس حال میں کہ اس نے اپنے پیچھے ایک لڑکا ایک ہیجڑہ چھوڑا ہو تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس آدمی کا مال ان دونوں کے درمیان تین حصوں پر تقسیم ہو گا۔ وہ اس طرح کہ لڑکے کے لئے دو حصے ہوں گے اور ہیجڑے کے لئے ایک حصہ ہو گا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیجڑہ معاملہ میراث میں عورت شمار ہو گا۔ مگر یہ کہ اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ثابت ہو جائے (تب عورت شمار نہ ہو گا) صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہیجڑے کو نصف حصہ مذکر کی میراث کا اور نصف حصہ مؤنث کی میراث کا ملے گا۔ امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی قول ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے قیاس (یعنی اس کی تخریج) میں اختلاف ہے۔ مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اس آدمی کا مال ان دونوں کے درمیان سات حصوں پر تقسیم ہو گا۔ اس طرح کہ چار حصے لڑکے کے لئے اور ہیجڑے کیلئے تین حصے ہوں گے۔ جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس کا مال ان دونوں کے درمیان بارہ حصوں پر تقسیم ہو گا اور وہ اس طرح کہ سات حصے لڑکے کے لئے اور باقی پانچ حصے ہیجڑے کے لئے ہوں گے۔

کتاب المفقود

گمشدہ آدمی

جب کوئی آدمی اس طرح سے گم ہو گیا ہو کہ اس کی کوئی جگہ معلوم نہ ہو۔ اور نہ ہی یہ علم ہو کہ وہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ تو حاکم اس کے مال کی حفاظت کے لئے کسی آدمی کو مقرر کر دے گا اور وہ اس کا اہتمام کرے گا۔ اور اس آدمی کے حقوق جو لوگوں کے ذمہ ہوں انہیں وہ وصول کرے گا۔ اور اس کے مال سے ہی وہ اس مفقود کے بیوی بچوں کے اخراجات چلائے گا۔ جبکہ قاضی گم شدہ اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی' تفریق نہیں کرائے گا۔ پھر جب اس گم شدہ آدمی کی پیدائش کے دن سے لے کر کے ایک سو بیس سال گزر جائیں گے۔ تو اب ہم اس کی موت کا حکم جاری کر دیں گے۔ اب اس کی بیوی عدت گزارے گی اور اس وقت اس کی بیوی اور اس کے ورثاء جو موجود ہوں گے اس مفقود کا مال ان کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور جو ان میں سے اس امر سے قبل ہی وفات پا گیا تھا تو وہ کسی چیز کا بھی وراث نہ ہو گا۔ اور گم شدہ آدمی کسی دوسرے گم شدہ آدمی کی گمشدگی حالت میں ہی اس کے فوت ہو جانے سے اس کا وارث نہیں بنتا۔

کتاب الاباق

مفرور غلام

جب کوئی نوکر' غلام بھاگ گیا تھا۔ پھر کوئی آدمی اس غلام کو تین دن یا اس سے زیادہ مدت کی دوری سے پکڑ کر کے اسے اس کے مالک کے پاس لے آیا۔ تو اس غلام کے مالک کو لانے والے آدمی کی محنت کا اجر دینا ہوگا۔ اور وہ اجر ومزدوری چالیس درہم ہوں گے۔ اگر لانے والا آدمی غلام کو تین دن سے کم مدت کی مسافت سے واپس لایا تھا۔ تو اس صورت میں اسی حساب کے ساتھ اس کی اجرت دینا ہوگی' اگر اس غلام کی قیمت چالیس درہم سے تھوڑی ہو تو لانے والے آدمی کے لئے اس غلام کی قیمت کے مقابلے میں صرف ایک درہم کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کہ جو اس بھاگے ہوئے غلام کو واپس لا رہا تھا۔ اس سے بھی وہ غلام بھاگ گیا۔ تو اس آدمی پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا اور نہ ہی اس صورت میں اس کی خاطر کوئی اجرت ہوگی۔ اور اس امر میں بات یہ مناسب رہتی ہے کہ بھگوڑے غلام کو پکڑنے والا اس بات پر گواہ بنا لے کہ میں اس غلام کو اس کے مالک تک پہنچانے کے لئے پکڑ رہا ہوں۔ اگر بھاگنے والا غلام گروی میں تھا تو لانے والے کی مزدوری مرتہن (یعنی جس کے پاس گروی ہو) اس پر ہوگی۔

کتاب احیاء الموات

غیر آباد زمین آباد کرنا

موات اس زمین کو کہتے ہیں جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا جا سکتا ہے۔ (اس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکنے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔) اس زمین کا پانی منقطع ہو جانے کی وجہ سے اس سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا ہو۔ یا اس زمین پر پانی کا غلبہ زیادتی ہونے کی وجہ سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب کی وجہ سے ''جو کاشت سے مانع ہو'' اس زمین سے فائدہ نہ اٹھا سکتے ہوں۔ تو ایسی زمین کو موات' غیر آباد زمین کہتے ہیں۔ تو وہ زمین جو پرانی ہو اور کوئی اس کا مالک نہ ہو یا زمانہ اسلام میں اس پر قبضہ کیا گیا ہو مگر اس کا کوئی خاص مالک نہ ہو اور وہ آبادی سے اتنی دور ہو کہ اگر کوئی آدمی آبادی کے بالکل آخر سے کھڑا ہو کر چیخ زور سے آواز لگائے تو اس زمین میں نہ سنی جائے۔ تو ایسی زمین غیر آباد ہو گی۔ جس نے بھی حاکم کی اجازت سے اسے آباد کر لیا وہی اس کا مالک ہو گا۔ لیکن اگر اس نے اسے حاکم کی اجازت کے بغیر ہی آباد کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کا مالک نہیں ہو گا۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور زمین کو آباد کرنے سے ذمی بھی اس کا مالک ہو جائے گا جیسے مسلمان اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور وہ آدمی جس نے نشانی کے طور پر پتھر لگائے اور اس کے بعد تین سال تک کے لئے زمین کو آباد نہ کیا تو حاکم وہ زمین اس سے لے کر کسی اور کو دیدے گا۔ وہ زمین جو دیہات وبستی کے قریب ہو اسے آباد کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسی زمین گاؤں والوں کے مویشیوں کے چرنے کے لئے اور ان کے کاٹی گئی فصل کو ڈالنے کی خاطر چھوڑ دی جائے گی۔

کنویں اور چشمے

وہ آدمی جس نے جنگل میں کنواں کھودا۔ تو اس کے اردگرد کی جگہ کی حفاظت بھی اسی کے ذمہ ہوگی۔ اگر تو وہ کنواں اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے ہو۔ تب اس کا حریم (یعنی اردگرد کی وہ جگہ جس کی حفاظت کرنا ضروری ہے) چالیس ہاتھ ہوگا۔ اگر اونٹوں کا ذریعے سے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے ہوگا تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ ہوگا۔ اور اگر کوئی چشمہ ہو تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ ہوگا۔ اب اگر کوئی ایسا آدمی جو اس چشمے سے حریم میں کنواں کھودنا چاہے گا۔ تو اسے اس امر سے باز رکھا جائے گا۔ وہ زمین جسے دریائے دجلہ اور فرات نے چھوڑا ہو یعنی وہاں سے دریا ہٹ کر کے پیچھے چلا گیا ہو تو اگر تو وہاں تک دوبارہ پانی آ سکنے کے امکانات ہوں تب تو اس زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر وہاں تک دوبارہ پانی آنے کے امکانات نہ ہوں تو پھر وہ زمین غیر آباد زمین جیسی ہی ہوگی۔ ایسی زمین اگر کسی کا حریم نہیں ہوگی تو جو آدمی بھی اسے حاکم کی اجازت سے آباد کرلے گا۔ وہی اس زمین کا مالک ہو جائے گا۔ وہ آدمی جس کی نہر (مراد کھالہ ہے) کسی دوسرے آدمی کی زمین میں ہو۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے کوئی حریم نہیں ہے۔ مگر صرف اس صورت میں جب اس کی طرف سے اس بات پر کوئی دلیل ہو۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے نہر کے پانی کو روک سکنے والا بند ہوگا۔ جس پر وہ چل سکتا ہو اور اس پر نہر کی مٹی بھی ڈالی جا سکتی ہو۔

کتاب الماذون

بااختیار غلام

جب کسی مالک نے اپنے کسی غلام کو معاملات کی عام اجازت دے رکھی ہو' تو اس غلام کا اپنے مالک کی ہر قسم کی تجارت میں تصرف کرنا جائز ہوگا میں اور اسے خریدنے' بیچنے' کسی کے پاس گروی رکھنے' اور کسی سے کچھ گروی لینے وغیرہ جیسے معاملات سب میں اختیار ہوگا۔ اس کے مالک نے اگر کسی ایک قسم کی تجارت میں اجازت دی تھی۔ تب بھی ہر قسم کی تجارت میں ہی اجازت یافتہ شمار ہوگا پھر جب اس کے مالک نے اسے کسی خاص چیز میں اجازت دی تھی۔ تو اس صورت میں وہ ہر طرح کی تجارت میں ماذون (یعنی اجازت یافتہ) نہیں ہوگا۔ اور ماذون کے لئے قرضہ جات اور غصب کی ہوئی اشیاء کا اقرار کر لینا جائز ہے' اور نہ اسے اپنی شادی کرنے نہ اپنے غلاموں کی شادی کرانے' نہ کسی کو مکاتب بنانے نہ کسی سے مال لے کر کے اسے آزاد کرنے' نہ کسی شے کے بدلے کچھ ہبہ کرنے' اور نہ ہی کچھ بدلے میں لے کر ہبہ کرنے کا حق حاصل ہوگا مگر یہ کہ کھانے میں سے تھوڑا سا ہدیہ کرنے' مہمان نوازی کرنے' جس نے اسے کھلایا ہو۔ اور اس غلام کے قرض اسی کی گردن کے متعلق ہوں گے جن میں اسے قرض خواہوں کے لئے بیچ دیا جائے گا۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ جب اس کا مالک اس کا فدیہ دیدے' اور اس غلام کی قیمت اس کے قرض خواہوں کے درمیان ان کے حصوں کے ساتھ تقسیم کی جائے گی۔ لیکن اگر پھر بھی کچھ قرضہ رہ جائے' تو پھر اس غلام کے آزاد ہو جانے کے بعد ہی اس سے اس قرض کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر مالک اسے معاملات سے روک بھی دے' تو وہ اس وقت تک معاملات سے روکا گیا شمار نہ ہوگا۔ جب تک کہ بازار والوں پر بھی اس کا معاملات سے روک دیا جانا ظاہر نہ ہو جائے۔ پھر اگر مالک فوت ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا مرتد ہو کر کے کافروں کے

ملک چلا گیا تو اس صورت میں عبد ماذون معاملات سے منع کیا گیا شمار ہوگا۔ اگر کوئی اجازت یافتہ غلام بھاگ گیا تو اس صورت میں بھی وہ محجور علیہ ہو جائے گا۔

بے اختیار غلام

جب کسی غلام کو اس کے مالک نے معاملات سے منع کر دیا۔ تو جو مال اس کے قبضے میں ہو اس کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا اقرار کر لینا جائز ہوگا۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا اقرار کرنا درست نہیں ہو گا۔ اور جس وقت اس غلام کے ذمے اتنے قرضے لازم ہوں۔ جو اس کے مال اور اس کی جان کو گھیرے ہوئے ہوں تو اس صورت میں اس غلام کا آقا جو مال بھی اس غلام کے قبضے میں ہو اس کا مالک نہیں ہوگا۔ پس اگر اس نے اس کے غلاموں کو آزاد کر دیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آزاد نہیں ہوں گے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ اس کے قبضہ میں ہو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ جب عبد ماذون نے کوئی شئے مثلی قیمت (یعنی جو عام رائج ہو) پر اپنے مالک کو بیچی یا اس سے کم قیمت کے ساتھ بھی بیچی تو بھی جائز ہوگی۔ اس غلام نے رقم لینے سے قبل ہی وہ مبیع چیز اپنے اس آقا کے سپرد کر دی تو اس صورت میں اس کے ثمن باطل ہو جائیں گے' اور اگر اس نے اپنے ثمنوں کی وصولی تک اس مبیع شئے کو اپنے پاس روکے رکھا تو یہ جائز ہے اگر مالک نے عبد ماذون کو آزاد کر دیا۔ اس حال میں کہ اس پر قرضے بھی تھے پھر بھی اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا۔ اور مالک اس غلام کی قیمت کے ساتھ اس کے قرض خواہوں کو جرمانہ ادا کرنے والا ہوگا۔ اور جو کچھ قرض میں باقی بچ جائے اس کا مطالبہ آزاد ہونے والے آدمی سے اس کی آزادی کے بعد کیا جائے گا۔ جب ماذونہ لونڈی اپنے مالک کے بچے کو جنم دیدے' تو یہ امر اس پر معاملات سے روکنے جیسا ہی ہوگا۔ اگر کسی بچے کے ولی نے اسے تجارت کی اجازت دیدی تو اب وہ بچہ خرید و فروخت میں عبد ماذون جیسا ہی ہو جائے گا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا کہ جب وہ بچہ خرید و فروخت کی کچھ سوجھ بھی رکھتا ہو۔

کتاب المزارعۃ

حصے پر کاشتکاری

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تہائی یا چوتھائی حصے پر کاشتکاری کرنا باطل ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس طرح کی کاشتکاری چار طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جس وقت زمین اور بیج ایک آدمی کا ہو اور کام کاج اور بیل دوسرے آدمی کے ہوں تو باہم کاشتکاری کی یہ جائز صورت ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ایک کی زمین ہو۔ بیج کام اور بیل دوسرے آدمی کے ہوں یہ صورت بھی جائز ہے۔ اور تیسری صورت یہ کہ اگر زمین' بیج اور بیل ایک آدمی کے ہوں اور کام کاج سارا دوسرے کا ہو' تو مزارعت' باہم کاشتکاری کی یہ صورت بھی جائز ہے۔

مزارعۃ فاسدہ

اگر زمین اور بیل ایک آدمی کے ہوں اور بیج اور کاشتکاری کا عمل دوسرے آدمی کا ہو' تو یہ صورت مزارعت کی باطل ہے' اور مزارعت صرف مدت معلومہ پر ہی درست ہو گی اور فصل کی پیداوار ان دونوں آدمیوں کے درمیان مشترک ہو گی۔ پھر اگر ان دونوں نے کسی ایک کے لئے معین بوریاں شرط کر لیں' تو یہ شرط باطل ہو گی۔ یونہی جب ان دونوں نے اس فصل پر ''جو بڑی اور چھوٹی نہروں پر پیدا ہوتی ہے۔'' کوئی شرط اگا لی (تو یہ بھی باطل ہو گی) جب مزارعت بالکل صحیح قرار پا جائے' تو اب پیداوار ان دونوں کے درمیان شرط کے موافق ہو گی۔ اگر زمین کچھ پیدا ہی نہ کرے' تو کاشتکاری کا کام کاج کرنے والے کے لئے بھی کچھ نہ ہو گا۔

مزارعت کی مختلف شکلیں

جس وقت کوئی مزارعت فاسد قرار پا جائے' تو اس صورت میں پیداوار بیج والے کی ہو۔ اگر بیج زمین کے مالک کی طرف سے ہو' تو کاشتکاری کا کام کرنے والے کو اس وقت کی رائج اجرت ملے گی۔ جو اس پیداوار کی اس مقدار سے ''کہ جو اس کے لئے شرط کی گئی تھی'' زیادہ نہیں ہوگی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے اجرت مثل جہاں تک بھی چلی جائے ملے گی۔ اگر بیج کاشتکاری کا کام کاج کرنے والے کی طرف سے ہو' تو پھر رائج الوقت اجرت زمین والے کے لئے ہوگی۔ جب ایک مرتبہ عقد مزارعت طے پا گیا مگر پھر بیج والا آدمی کام کرنے سے رک گیا۔ تو اس پر سختی نہیں کی جائے گی۔ اگر وہ آدمی ''جس کی طرف سے بیج نہیں'' رک گیا۔ تو اسے حاکم کام پر مجبور کرسکتا ہے' اور جب یہ عقد کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک فوت ہو جائے' تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔ اور جب مزارعت کی مدت ختم ہوگئی مگر ابھی تک فصل پک کر کے تیار نہ ہوئی تھی۔ تو کاشتکاری کرنے والے کو فصل کاٹنے تک اس طرح کی زمین کا جتنا کرایہ ہوسکتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور کاشتکاری کے اخراجات ان دونوں کے حقوق کے مطابق ان دونوں پر ہوں گے۔ جب کہ فصل کاٹنے' گاہنے' جمع کرنے' اور اناج و غلہ صاف کرنے کی اجرت بھی حصوں کے مطابق ان دونوں پر ہوگی۔ اگر انہوں نے اس اجرت کے بارے میں مزارعت میں اس اجرت کے کاشتکار کے ذمہ ہونے کی شرط لگا لی تو اس صورت میں وہ مزارعت ہی فاسد ہو جائے گی۔

کتاب المساقاۃ

سینچنا اور سیراب کرنا

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پھلوں میں سے کچھ پھلوں کے تعین پر سینچنے' اور سیراب کرنے کا معاملہ باطل ہے۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس وقت معلوم مدت کو بیان کر دیا ہو اور پھلوں میں سے کچھ پھل ان دونوں نے مشترک طریقے پر مقرر کر دیئے ہوں۔ تو جائز ہے' اور کھجور کے درختوں میں' دوسرے درختوں میں' انگوروں میں اور تازہ پختہ کھجوروں یا ترکاریوں میں اور بینگنوں کی جڑوں میں سینچنے و سیراب کرنے کا عقد جائز ہے۔ اور پھل عمل سے محنت و مشقت سے بڑھنے والا ہو' تو جائز ہے لیکن اگر پھل کی بڑھوتری انتہاء کو پہنچ چکی ہو' تو پھر جائز نہیں۔ اور جس وقت سینچنے و سیراب کرنے کا معاملہ فاسد ہو جائے' تو محنت و مشقت کرنے والے مزدور کے لئے مثلی اجرت (یعنی جو عام طور پر رائج ہو) ہو گی اور موت کی وجہ سے بھی سینچنے و سیراب کرنے والی بات باطل ہو جاتی ہے' اور جیسے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ بھی مجبوریوں کی وجہ سے فسخ ہو جاتی ہے۔

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

نکاح ایجاب وقبول کے ساتھ "ایسے دولفظوں کے ساتھ کہ جن کے ساتھ ماضی کوتعبیر کیا جاتا ہو یا ان میں سے ایک کے ساتھ ماضی اور دوسرے کے ساتھ مستقبل کو تعبیر کیا جاتا ہو" منعقد ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کہ تو مجھ سے نکاح کر (فرض کیا کہنے والی عورت ہو) تو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے تم سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

نکاح کے گواہ

اور مسلمانوں کا نکاح دو آزاد، بالغ، عقل مند آدمیوں کی موجودگی کے بغیر یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی کے بغیر "وہ چاہے عادل ہوں یا وہ تہمت لگانے کی وجہ سے سزا یافتہ ہوں" منعقد نہیں ہوتا ہے۔ اب اگر کسی مسلمان آدمی نے ذمیہ عورت کے ساتھ دو ذمی مردوں کی گواہی کے ساتھ نکاح کر لیا تو شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ صرف دو مسلمان انسانوں کو گواہ بنانے کی صورت میں جائز ہوگا۔

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

آدمی کے لئے اپنی ماں کے ساتھ اور اپنی دادی کے ساتھ "وہ مردوں کی جانب سے ہو یا عورتوں کی طرف سے" ان کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اور آدمی کے لئے اپنی بیٹی اور اپنے بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی اگرچہ وہ نچلے سلسلہ سے ہوں ان سے

نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اپنی بہن سے' اور نہ اپنی بہن کی بیٹیوں یعنی اپنی بھانجیوں سے نہ اپنی پھوپھی سے' نہ اپنی خالہ سے' نہ اپنے بھائیوں کی بیٹیوں یعنی اپنی بھتیجیوں سے' اور نہ ہی آدمی کا اپنی ساس سے نکاح کرنا حلال ہے۔ وہ اس ساس کی بیٹی سے دخول کر چکا ہو یا نہ کیا ہو اور نہ اپنی اس بیوی کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ جس بیوی کے ساتھ دخول کر چکا ہو۔ اب برابر ہے کہ وہ بیٹی اس کے ہی زیر کفالت ہو' چاہے کسی اور کے زیر کفالت ہو۔ نہ ہی اپنے باپ کی بیوی سے' نہ اپنے دادا کی بیوی سے' نہ اپنے بیٹے کی بیوی سے یعنی اپنی بہو سے' نہ اپنے پوتوں میں سے کسی کی بھی بیوی سے' نہ اپنی رضاعی ماں سے' اور نہ ہی اپنی رضاعی بہن سے ہی شادی کرنا حلال ہے۔ اور نہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرے' اور نہ ملک یمین کے سبب دو لونڈیوں کو ایک وطی میں جمع کرے یعنی ایسا نہ ہو کہ دو بہنیں لونڈیاں اس کی ملک میں ہوں اور وہ دونوں سے وطی کرتا ہو۔ نہ ہی آدمی عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع کر سکتا ہے۔ اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو' نہ عورت اور اس کی بھانجی کو' نہ عورت اور اس کے بھائی کی بیٹی کو یعنی اس کی بھتیجی کو اور نہ ہی آدمی ایسی دو عورتوں کو جمع کر سکتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو اس کے لئے دوسری سے نکاح کرنا ناجائز ہو۔ ہاں عورت اور اس کے پہلے خاوند کی بیٹی کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جس نے کسی عورت سے زناء کر لیا تو اب اس پر اس عورت کی بھی ماں اور بیٹی حرام ہو گی۔ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق بائنہ اور یا طلاق رجعی دے بیٹھا تو اب اس کے لئے اس کی مدت گزرنے تک اس کی بہن سے شادی نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا۔ مالک کے لئے اپنی لونڈی سے' اور مالک کے لئے اپنے غلام سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ کتابیہ عورتوں سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ جب کہ آتش پرست اور بت پرست عورتوں سے جائز نہیں ہے' اور صابیہ یعنی ستارہ پرست عورتیں اگر کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں اور کتاب پڑھتی ہوں تو ان سے نکاح کر لینا جائز ہو گا۔ لیکن اگر وہ ستاروں کو پوجتی ہوں اور ان کے پاس کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس صورت میں ان سے نکاح کر لینا جائز نہیں۔

احرام اور نکاح

احرام کی حالت میں محرم اور محرمہ کے لئے نکاح کر لینا جائز ہے۔

باکرہ و ثیبہ

عاقل بالغہ اور آزاد عورت کا نکاح اس کے والد نے اگرچہ نہ بھی کیا ہو، تو بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ یہ امام صاحب احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولی کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوتا ہے۔ اور ولی کے لئے باکرہ، بالغہ اور عقل مند عورت کو مجبور کرنا جائز نہیں ہے، اور جس وقت ولی نے ایسی عورت (یعنی عاقلہ، بالغہ، باکرہ) سے اجازت مانگی تو وہ خاموش رہی، یا ہنس پڑی یا رو پڑی تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہی ہوگی لیکن اگر ثیبہ سے ولی نے اجازت مانگی تو اس کا رضا مندی کے اظہار کے لئے بولنا ضروری ہے۔ اور جب کسی لڑکی کا پردۂ بکارت (یعنی کنوارہ پن) اچھلنے کودنے سے یا حیض آنے سے یا زخم ہونے سے، اور یا زیادہ عرصہ تک شادی نہ ہونے کی وجہ سے زائل ہو گیا ہو۔ تو ایسی لڑکی یا عورت باکرہ (یعنی کنواری) عورتوں کے حکم میں ہی ہوگی اور اگر اس کا پردۂ بکارت زناء کے سبب زائل ہو گیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ عورت بھی باکرہ عورتوں میں ہی شمار ہوگی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ عورت ثیبہ عورتوں (یعنی شوہر دیدۂ عورتوں) میں شمار ہوگی۔ جب شوہر نے کسی باکرہ سے کہا کہ تجھے نکاح کی خبر پہنچی تو وہ خاموش رہی یا اس نے کہا نہیں میں نے، تو انکار کر دیا تھا۔ تو اس باکرہ کا قول ہی معتبر ہوگا۔ اور اس سے کوئی قسم وغیرہ بھی نہ لی جائے گی اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نکاح میں قسم نہیں لی جائے گی مگر صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قسم لی جائے گی۔ نکاح، لفظ نکاح، تزویج، تملیک، ہبہ اور لفظ صدقہ سے منعقد ہو جاتا ہے۔ جب کہ اجارہ، اعادہ اور اباحت جیسے الفاظ سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔

نکاح کے ولی

چھوٹے لڑکے' اور چھوٹی لڑکی کا نکاح جب ان کے ولی نے کیا ہو' تو جائز ہے۔ وہ چھوٹی لڑکی چاہے باکرہ ہو چاہے ثیبہ اور ولی عصبہ (یعنی لڑکا' پوتا' پڑپوتا' اور باپ' دادا' پردادا' اور پھر بھائی اور چچا وغیرہ) ہوتا ہے۔ پس اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تھا تو میاں بیوی میں سے کسی کو بھی اب بالغ ہونے کے بعد کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا لیکن اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی نے ان کا نکاح کیا تھا۔ تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا۔ اگر چاہے' تو اس کو قائم رکھے اگر چاہے' تو فسخ کر دے۔ اور بچے' غلام' پاگل اور کافر کو مسلمان عورت پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہوتی اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عصبات کے علاوہ قریبی رشتہ داروں میں سے کسی سے شادی کر دینا جائز ہے۔ مثال کے طور پر بہن' ماں اور خالہ اور وہ عورت جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا وہ مالک کہ جس نے اسے آزاد کیا تھا۔ اس کا نکاح کر دے' تو یہ جائز ہوگا' جب کوئی قریبی ولی اس طرح سے غائب ہو گیا ہو اور اس کا غائب ہونا منقطع طریقے ہو' تو اس عورت کے اس سے دور کے ولی کے لئے اس عورت کا نکاح کر دینا جائز ہے' اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہو جہاں قافلے سال بھر میں صرف ایک مرتبہ ہی پہنچ پاتے ہوں۔

برابری

نکاح میں برابری و ہمسری کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔ تو جس وقت کسی عورت نے ہمسروں کے علاوہ غیر ہمسر لوگوں میں نکاح کر لیا۔ تو اس کے ولی حضرات کو ان دونوں کے درمیان تفریق ڈالنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور برابری کا حسب' نسب' دین اور مال میں اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور وہ شوہر کا حق مہر اور دیگر اخراجات کا مالک ہونا ہے' اور پیشوں میں بھی برابری کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جس وقت کسی عورت نے شادی کی

اور اپنے مہر مثل میں کمی کر لی تو اس کے ولی حضرات کو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر اس کے مہر مثل کو مکمل کر دے یا اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لے جس وقت کسی باپ نے اپنی چھوٹی بچی کی شادی کر دی اور مہر مثل میں کمی کر دی یا اپنے چھوٹے بچے کی شادی کی اور اس کی بیوی کا حق مہر زیادہ کر دیا تو یہ بات ان دونوں (چھوٹے بچے اور بچی) کے حق میں جائز ہے لیکن یہی بات باپ اور دادا کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

حق مہر

حق مہر اگرچہ مقرر نہ بھی کیا ہو تب بھی نکاح درست ہو جاتا ہے' اور مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔ پس اگر دس درہموں سے بھی کم حق مہر مقرر کیا گیا تھا تو اس عورت کے لئے دس درہم ہی ہوں گے۔ لیکن اگر دس درہم یا اس سے زیادہ حق مہر مقرر کیا تھا تو اس عورت کے لئے مقرر کردہ حق مہر ہی ہوگا۔ مگر یہ اس صورت میں ہوگا کہ اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا تھا یا وہ فوت ہو گیا۔ لیکن اگر اس آدمی نے دخول سے قبل ہی اس عورت کو طلاق دے دی تھی۔ تو اب اس عورت کو مقررہ کردہ حق مہر سے نصف حق مہر ملے گا اب اگر اس نے کسی عورت سے شادی کرتے ہوئے حق مہر مقرر نہیں کیا تھا یا اس سے شادی کی ہی اس شرط پر تھی کہ اسے حق مہر نہیں ملے گا تو ایسی عورت کے لئے رائج الوقت مہر ہوگا۔ اگر اس آدمی نے اس عورت سے دخول کر لیا یا وہ فوت ہو گیا یا اگر وہ اس عورت سے دخول کرنے' اور خلوت حاصل ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گیا تو اس عورت کے لئے متعہ ہوگا۔ اور متعہ تین کپڑے ہوتے ہیں۔ اس کی مثل ایک پوشاک اور وہ ایک کرتی ہوتی ہے' اور اوڑھنی اور چادر ہوتی ہے۔ اگر کسی مسلمان نے شراب یا سور (خنزیر) پر شادی کر لی تو یہ نکاح جائز ہوگا۔ اور اس عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔ اور اگر کسی نے شادی کرتے ہوئے مہر مقرر نہ کیا تھا۔ پھر وہ دونوں مہر کی ہی کسی متعین مقدار پر راضی ہو گئے' تو اس عورت کو وہی مہر

ملے گا۔ اگر اس نے اس سے دخول کرلیا یا وہ فوت ہو گیا' اور اگر اس نے اسے دخول یا خلوت سے قبل ہی طلاق دے دی تو اس صورت میں اس عورت کو متعہ ملے گا۔ اور اگر اس نے مہر میں عقد کے بعد زیادتی کر دی تو اس خاوند کو وہ زیادتی بھی لازم ہو گی۔ اگرچہ اس نے اس سے صحبت کر لی تھی یا وہ اس سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا' اور مہر کی زیادتی صحبت سے قبل طلاق دینے سے وہ زیادتی ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر عورت نے شوہر پر کچھ حق مہر کم کر دیا تو یہ کم کرنا درست ہو گا۔ جب شوہر نے اپنی عورت کے ساتھ تنہائی حاصل کر لی۔ وہ یوں کہ وہاں وطی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی پھر اس نے اسے طلاق دے ڈالی تو اس عورت کے لئے پورا پورا حق مہر ہو گا۔ اور اس پر عدت بھی ہو گی اگر ان میں سے کوئی مریض ہو یا ماہ رمضان المبارک میں روزہ دار ہو یا حج یا عمرہ شریف کا اس نے احرام باندھا ہوا ہو یا عورت حیض والی ہو۔ تو اس صورت میں خلوت صحیحہ نہیں ہو گی۔ اور جس وقت کٹے ہوئے آلہ تناسل والے نے اپنی عورت' بیوی کے ساتھ خلوت اختیار کی مگر پھر اس نے اسے طلاق دے دی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عورت کے لئے پورا پورا حق مہر ہو گا۔ اور ہر مطلقہ عورت کے لئے متعہ مستحب ہے۔ مگر ایک ایسی مطلقہ ہے کہ جس کے لئے متعہ مستحب نہیں' اور وہ ایسی عورت ہے کہ جسے اس کے شوہر نے دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی اور اس کے لئے حق مہر بھی مقرر نہ کیا تھا۔

شادی بشرط شادی

جب کسی آدمی اپنی بیٹی کی کسی آدمی سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کی شادی اس سے کر دے گا۔ تاکہ دونوں عقد ایک دوسرے کا عوض ہو جائیں تو یہ دونوں عقد جائز ہوں گے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لئے مہر مثل ہو گا۔ اگر کسی آزاد آدمی نے اپنی ایک سالہ خدمت کرنے یا قرآن پاک کی تعلیم دینے کی شرط پر کسی عورت سے شادی کی تو اس عورت کے لئے مہر مثل ہو گا۔ اگر کسی غلام آدمی نے

اپنے مالک کی اجازت سے کسی آزاد عورت کے ساتھ ایک سال خدمت کرنے کی شرط پر شادی کی تو جائز ہے' اور عورت کو اس غلام سے خدمت کرانے کا حق حاصل ہو گا۔ جب کسی پاگل عورت کے معاملہ میں اس کا باپ اور اس کا بیٹا اکٹھے ہوں تو شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عورت کے نکاح کا ولی اس کا بیٹا ہو گا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا باپ ہو گا۔ اور کسی غلام اور نوکرانی' لونڈی کا نکاح ان کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ جب کسی غلام نے اپنے مالک کی اجازت سے نکاح کیا تو حق مہر اس کی گردن میں قرض ہو گا۔ جس میں اسے بیچ دیا جائے گا جب کہ آقا نے اپنی لونڈی کا کسی سے نکاح کر دیا۔ تو اب اس پر اس شوہر کے رات گزارنے کا انتظام لازم نہیں ہو گا۔ ہاں لیکن وہ لونڈی اپنے مالک' آقا کی خدمت کرتی رہے گی اور اس کے شوہر سے کہا جائے گا کہ تجھے جب کامیابی ہو یعنی موقع میسر آ جائے' تو اس سے وطی کر لیا کرنا۔ اگر کسی عورت نے ایک ہزار درہموں پر اس شرط پر شادی کی کہ اس کا شوہر اسے شہر سے باہر نہیں لے جائے گا یا اس شرط پر کہ وہ اس پر آگے کسی اور عورت سے شادی نہیں کرے گا اب اگر تو اس نے اس شرط کو پورا رکھا تو اس صورت میں اس عورت کے لیے مقرر کردہ ہی حق مہر ہو گا۔ لیکن اگر اس نے اس پر کسی اور عورت سے بھی شادی کر لی یا اسے شہر سے باہر لے گیا تو اس صورت میں اس عورت کے لئے مہر مثل ہو گا۔ اگر کسی عورت نے کسی غیر موصوف جانور پر (بطور مہر کے) شادی کر لی تو اس طرح کا تعین درست ہو گا۔ اور اس عورت کے لئے اس سے درمیانی قسم کا جانور ہو گا۔ اور شوہر اس معاملہ میں بااختیار ہو گا۔ اگر چاہے' تو اسے وہ جانور ہی دے اگر چاہے' تو اس جانور کی قیمت دیدے۔ اور اگر کسی نے کسی عورت سے کسی غیر موصوف کپڑے پر شادی کر لی تو اس عورت کے لئے مہر مثل ہو گا۔

نکاح متعہ و فضولی

نکاح متعہ اور موقت باطل ہیں۔ غلام اور لونڈی کا اپنے مالک کی اجازت کے

بغیر شادی کر لینا موقوف ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو جائز ہو جاتا ہے اور اگر وہ اسے رد کر دے تو باطل ہو جاتا ہے۔ یونہی اگر کسی آدمی نے کسی عورت کی رضا مندی کے بغیر یا کسی عورت نے آدمی کی رضا مندی کے بغیر شادی کر لی تو بھی یہ مذکورہ بالا حکم ہی جاری ہوگا۔ اور چچا زاد کے لئے اپنی چچا زادی سے از خود شادی کر لینا جائز ہے۔ جب کسی عورت نے کسی آدمی کو اپنے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی۔ پس اس آدمی نے دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے عقد نکاح کر لیا تو یہ جائز ہوگا۔ اور جب کوئی ولی کسی عورت کے حق مہر کا جرمانہ اٹھا لے تو درست ہوگا۔ اور عورت کو اپنے شوہر اور ولی دونوں سے مانگنے کا حق اور اختیار حاصل ہوگا۔

نکاح فاسد اور مہر مثل

جب دو میاں بیوی کے مابین کسی قاضی نے دخول سے پہلے ہی تفریق ڈال دی۔ تو اس عورت کو کوئی مہر نہیں ملے گا۔ اور خلوت کے بعد بھی یہی حکم ہوگا ہاں اگر اس نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا تھا تب اس عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔ اور وہ مہر مثل مقرر کردہ مہر سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اور اس عورت پر عدت بھی ہوگی اور اس عورت کے بچے کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا۔ اور مہر مثل کا اعتبار اس کی بہنوں، پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ مگر اس کی ماں اور خالہ کے ساتھ مہر مثل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا جب وہ دونوں اس کے خاندان کی نہ ہوں۔ اور مہر مثل میں دونوں عورتوں کی عمر، خوبصورتی، مال، عقل، دین، نسب، شہر، عصر اور پاک دامنی میں برابر ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

نکاح کی مختلف صورتیں

لونڈی مسلمان ہو یا کتابیہ اس سے شادی کرنا جائز ہے۔ ہاں مگر آزاد عورت پر کسی لونڈی کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ جب کہ کسی لونڈی پر آزاد عورت

سے شادی کر لینا جائز ہے' اور آزاد آدمی چار آزاد عورتوں اور لونڈیوں سے نکاح کر سکتا ہے مگر اس سے زیادہ کے ساتھ اسے نکاح کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور غلام مرد دو عورتوں سے زیادہ کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا ہے۔ اگر آزاد آدمی نے اپنی چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق بائنہ دے دی تو اس کے لئے اس کی عدت ختم ہونے تک آگے' اور چوتھی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

جب کسی آقا' مالک نے اپنی کسی لونڈی کی شادی کر دی پھر اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ تو اس لونڈی کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے' تو اس کا شوہر آزاد ہو یا چاہے' تو غلام ہو۔ اور مکاتبہ لونڈی کا بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر کسی لونڈی نے اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کر لی اس کے بعد اس کے مالک نے اسے آزاد کر دیا۔ تو اس کا نکاح درست ہی رہے گا۔ اور اس لونڈی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا وہ آدمی جس نے ایک ہی عقد میں دو عورتوں سے شادی کر لی۔ ان میں ایک عورت ایسی ہو۔ جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہ ہو' تو جو اس کے لئے حلال ہوگی۔ اس کا نکاح صحیح ہوگا جبکہ دوسری کا نکاح باطل ہوگا۔ جب بیوی میں کوئی نقص ہو' تو خاوند کو کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر کو پاگل پن کا مرض جذام یا برص کی بیماری ہو' تو عورت کو کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا یہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں کہ عورت کو اختیار ہوگا۔ اگر خاوند نامرد ہو' تو حاکم اسے ایک سال تک کی مہلت دے گا۔ اس دوران اگر وہ جماع وصحبت سے قابل ہو گیا تو صحیح ہے۔ ورنہ وہ ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور یہ تفریق حاکم عورت کے طلب کرنے پر ہی ڈالے گا۔ اور یہ جدائی طلاق بائنہ کے درجہ میں ہوگی اور عورت کے لئے پورا حق مہر ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب خاوند نے اس سے خلوت کر لی ہو۔ اگر مرد کا ذکر ہو ہی کٹا ہوا۔ تو اس صورت میں قاضی فوراً ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور اسے مہلت نہیں دے گا مگر خصی آدمی کو جیسے نامرد آدمی کو مہلت دی جاتی ہے مہلت دی جائے گی۔ اگر عورت مسلمان ہو اور خاوند کافر ہو تو

قاضی اس پر بھی سلام پیش کرے گا۔ اگر تو وہ اسلام لے آیا تو وہ برابر اس کی بیوی رہے گی۔ لیکن اگر اس نے اسلام سے انکار کر دیا تو ان دونوں کے درمیان جدائی واقع ہو جائے گی۔ طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جدائی طلاق بائنہ شمار ہو گی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طلاق ہی نہیں ہو گی۔ اگر شوہر مسلمان ہو۔ مگر اس کے عقد میں عورت آتش پرست ہو تو وہ اس پر اسلام پیش کرے گا یعنی اسے اسلام کی جانب دعوت دے گا۔ اگر وہ اسلام لے آئی تو درست ہے وہ اس کی بیوی ہو گی۔ لیکن اگر اس نے انکار کر دیا تو قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور یہ جدائی طلاق نہ ہو گی۔ اب اگر تو شوہر نے اس سے جماع کر لیا تھا تو پھر تو اسے حق مہر ملے گا۔ لیکن اگر اس نے اس سے ابھی جماع نہ کیا تھا تو اسے حق مہر نہیں ملے گا۔

اور جب عورت دارالحرب (کافروں کے ملک) میں مسلمان ہو تو اس پر فرقت واقع نہیں ہو گی۔ یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں۔ پھر جب اسے تین حیض آ جائیں تو وہ عورت شوہر سے جدا ہو جائے گی اور جب کسی کتابیہ کا خاوند مسلمان ہو جائے' تو ان دونوں کا نکاح قائم رہے گا۔ اور جب زوجین میں کوئی دارالحرب سے نکل کر کے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آ جائے' تو ان میں جدائی واقع ہو جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی قید کر لیا جائے' تو بھی ان کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور اگر دونوں ایک ساتھ قید کر لئے گئے' تو ان میں جدائی نہیں ہو گی اور جب کوئی عورت دارالحرب سے ہجرت کر کے ہمارے پاس آ جائے' تو یہ اس کے لئے جائز ہے' اور اگر وہ فوراً شادی کر لیتی ہے' تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر عدت بھی نہیں ہو گی لیکن اگر وہ حاملہ ہو' تو پھر وہ وضعِ حمل تک شادی نہیں کر سکتی۔ اور جب زوجین میں سے کوئی ایک بھی اسلام سے پھر جائے' تو ان کے درمیان فرقت واقع ہو جائے گی مگر یہ جدائی بغیر طلاق کے ہو گی۔

نکاح قائم ہو گا

اب اگر اسلام سے پھرنے والا شوہر ہو اور اس نے عورت کے ساتھ صحبت بھی کر

لی ہو۔ تو اسے پورا پورا مہر ملے گا۔ اگر اس نے ابھی اس کے ساتھ جماع نہ کیا تھا تو پھر اسے نصف مہر ملے گا۔ اور دخول سے قبل ہی عورت مرتد ہونے والی ہو تو اسے مہر نہیں ملے گا لیکن اگر وہ صحبت ہو جانے کے بعد مرتد ہوگئی تو پھر اسے مکمل مہر ملے گا۔ اور اگر وہ دونوں اکٹھے ہی مرتد ہوئے' اور پھر اکٹھے ہی مسلمان بھی ہو گئے' تو ان کا نکاح اپنی حالت پر قائم رہے گا۔ اور مرتد کا مسلمان عورت سے شادی کرنا جائز نہیں' اور نہ ہی کسی مرتد عورت کا مسلمان مرد سے شادی کرنا جائز ہے' اور نہ ہی کسی مسلمان کا کافرہ عورت سے شادی کرنا جائز ہے' اور کوئی مرتد عورت کسی مسلمان سے' کافر سے' اور مرتد سے شادی نہیں کر سکتی اور جب زوجین میں سے کوئی مسلمان ہو' تو بچہ اس کے دین پر ہوگا۔ یونہی اگر زوجین میں سے کوئی بعد میں مسلمان ہو گیا تو بچہ اس کے اسلام کے تابع ہو کر کے مسلمان ہوگا۔ اور اگر ان میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا آگ کو پوجنے والا ہو' تو بچہ کتابی ہوگا۔

کافروں کا نکاح

جب کوئی کافر گواہوں کے علاوہ یا کسی دوسرے کافر کی عدت میں نکاح کر لے' اور ان کے دین میں یہ جائز ہو۔ پھر اس کے بعد وہ دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان دونوں کو ان کے نکاح پر برقرار رکھا جائے گا۔ اگر کسی مجوسی نے اپنی ماں یا بہن سے شادی کر رکھی تھی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی۔

باری کے احکام

اگر کسی کی دو آزاد بیویاں ہوں تو اس پر ان کے درمیان باری کے لحاظ سے انصاف کرنا ضروری ہے۔ اس بات کا اعتبار نہیں کہ وہ باکرہ ہوں یا ثیبہ یا ایک باکرہ ہو اور ایک ثیبہ ہو۔ اگر ان میں سے ایک آزاد ہو اور ایک لونڈی ہو' تو آزاد کے لئے باری کے دو ثلث ہوں گے۔ اور لونڈی کے لئے باری کا ایک ثلث ہوگا۔ اور سفر کی

حالت میں بیویوں کے لئے باری کا کوئی حق نہیں۔ وہ جس کے ساتھ چاہے سفر کر سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ وہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لے پس جس کے نام قرعہ نکلے اسے وہ اپنے ساتھ سفر میں لے جائے' اور جب ایک بیوی اپنی باری اپنی سوتن کو دینے پر راضی ہو جائے' تو یہ بھی جائز ہے' اور اسے اس سے رجوع کرنے کا حق بھی حاصل رہے گا۔

کتاب الرضاع

دودھ پلانا

دودھ چاہے تھوڑا پیا ہو یا زیادہ جب یہ چیز مدت رضاعت میں حاصل ہوئی ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت تیس ماہ ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو سال ہے' اور مدت رضاعت گزر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہو گی اور رضاعی بہن کی ماں کے علاوہ جو کچھ نسب سے حرام ہو جاتا ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے جب کہ رضاعی بہن کی ماں سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ مگر نسبی بہن کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے' اور رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح کر لینا جائز ہے مگر نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہیں' اور اپنے رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے اپنے نسبی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

تفصیل رضاعت

مرد کے وطی کرنے پر ولادت کے وقت کسی عورت کو جو دودھ اترے۔ اس سے بھی حرمت متعلق ہو جاتی ہے۔ وہ یوں کہ ایک عورت بچی کو دودھ پلائے' تو اب وہ بچی اس کے خاوند پر حرام ہو گی۔ ایسے ہی اس عورت کے آباء اور اس کے بیٹوں پر بھی حرام ہو گی اور جس شوہر کو اس بچے کی خاطر دودھ اترا وہ اس شیر خوار بچے کے باپ کی طرح ہو جائے گا۔ اپنے رضاعی بھائی کی بہن سے شادی کرنا جائز ہے۔ جیسے اپنے

نسبی بھائی کی بہن سے شادی کرنا جائز ہے۔ اس کی مثال کچھ یوں ہے کہ ایک باپ شریک بھائی ہے اور اس بھائی کی ایک ماں شریک بہن ہے تو باپ شریک بھائی کے لئے اس کی بہن سے شادی کر لینا جائز ہے اور وہ دو بچے جنہوں نے ایک ہی چھاتی سے دودھ پیا ہوان کے لئے ایک دوسرے سے شادی کرنا جائز نہیں اور شیر خوار بچی جسے ایک عورت نے دودھ پلایا ہو۔ اس بچی کا اس عورت کے لڑکوں سے نکاح جائز نہیں اور شیر خوار بچے کی دودھ پلانے والی کے خاوند کی بہن سے بھی شادی نہیں ہو سکتی اور جب دودھ پانی میں مل گیا اور دودھ زیادہ تھا تو اس سے حرمت متعلق ہو جاتی ہے۔ مگر دودھ کے کھانے میں مل جانے کی وجہ سے حرمت متعلق نہیں ہو گی۔ اگر چہ دودھ غالب ہی کیوں نہ ہو۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے حرمت متعلق ہو جائے گی اور جب دودھ دوا میں ملا اور غالب رہا تو اس سبب سے حرمت متعلق ہو جائے گی جب کسی عورت کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا دودھ نکال کر کے بچے کے حلق میں ڈال دیا گیا۔ تو اس سے بھی حرمت متعلق ہو جائے گی۔ جب کسی عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ ملا۔ مگر غالب عورت کا دودھ رہا تو اس سے حرمت متعلق ہو گی۔ اگر بکری کا دودھ غالب رہا تو اس سے حرمت متعلق نہیں ہو گی۔ جب دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو جس عورت کا دودھ زیادہ ہوا امام ابو یوسف کے نزدیک حرمت اس سے متعلق ہو جائے گی۔ جب کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حرمت دونوں سے متعلق ہو گی۔ جب کسی کنواری کو دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے کو پلا بھی دیا تو حرمت اس سے متعلق ہو جائے گی۔ مگر جب کسی نے مرد کو دودھ اترا اور اس نے کسی بچے کو پلا بھی دیا تو بھی حرمت اس سے متعلق نہیں ہو گی اور جب دو بچوں نے ایک بکری کا دودھ پیا ان میں رضاعت ثابت نہیں ہو گی جب کسی ایک چھوٹی بچی اور ایک عورت سے شادی کی اس کے بعد بڑی عورت نے اس چھوٹی کو دودھ پلا دیا تو وہ دونوں ہی اب اس شوہر پر حرام ہوں گی۔ اگر اس نے بڑی کے ساتھ ابھی صحبت نہیں کی تھی تو اسے مہر نہیں ملے

گا۔ مگر صغیرہ یعنی چھوٹی کو نصف مہر ملے گا۔ اور خاوند وہ نصف، عورت سے اگر اس نے فساد نکاح کا ارادہ کیا تو اس سے لے لے گا۔ اور اگر اس نے یہ قصد نہ کیا تھا تو پھر اس سے کچھ نہیں لے گا۔ اور رضاعت کے معاملہ میں صرف عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بہر حال رضاعت کا ثبوت دو مردوں کی، ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ہو گا۔

کتاب الطلاق

طلاق واقسام طلاق

طلاق کی تین قسمیں ہیں:

(۱) طلاق احسن۔ (۲) طلاق سنت۔ (۳) طلاق بدعت۔

طلاق احسن تو یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس میں اس نے اس سے وطی نہ کی ہو۔ ایک طلاق دے۔ پھر اس کی عدت گزر جانے تک اسے چھوڑ دے۔

طلاق سنت یہ ہے کہ آدمی وہ عورت جس کے ساتھ وہ دخول کر چکا ہے اسے تین طہروں میں طلاق دے۔

اور طلاق بدعت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دے یا ایک طہر میں ہی تینوں طلاقیں دے دے۔ پس جب کسی نے ایسا کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کی عورت بائنہ ہو جائے گی اور وہ گنہگار ہو گا۔

اور طلاق سنت پھر دو طرح سے ہے۔ سنت فی الوقت اور سنت فی العدد۔ سنت فی العدد میں عورت کے ساتھ دخول ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو۔ اس کا کوئی لحاظ نہیں۔ جب کہ سنت فی الوقت خاص کر کے عورت کے ساتھ دخول ہو جانے کے حق میں ثابت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے۔ جس میں اس نے اس سے صحبت نہ کی ہو۔ اور وہ عورت جس سے دخول کیا گیا ہو۔ اسے طہر کی حالت میں طلاق دے یا حیض کی حالت میں دے، اور جب کم عورت کو کسی سنی یا

بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو۔ اور شوہر اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو' تو وہ اسے ایک طلاق دے دے جب ایک ماہ گزر ے' تو اسے دوسری طلاق دے دے۔ پھر جب ایک ماہ گزر جائے' تو اب وہ اسے ایک اور یعنی تیسری طلاق دے دے' اور اسے اس طرح سے طلاق دینا بھی جائز ہے کہ شوہر اس عورت کی وطی اور اس کی طلاق کے دنوں کے درمیان فاصلہ نہ کرے' اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دے دینا جائز ہے اسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دے' اور دو طلاقوں کے درمیان شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ایک مہینے کے ساتھ فاصلہ کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اسے سنت کے مطابق طلاق نہ دے۔ جب کسی نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ پس جب وہ پاک ہو جائے' تو اس کے لئے رجوع کر لینا مستحب ہے۔ اس کے بعد اسے پھر حیض آئے پھر پاک ہو۔ اب اسے اختیار ہے چاہے' تو اسے طلاق دے دے' چاہے' تو اسے اپنے پاس برقرار رکھے' اور عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مگر کسی بچے' پاگل اور سونے والے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جب کسی غلام نے اپنے مالک کی اجازت سے شادی کی پھر اس نے طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ مگر غلام کی بیوی پر اس کے مالک کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق صریح کا بیان

طلاق کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنایہ اس کا قول کہ تجھے طلاق ہے۔ تو طلاق دی گئی ہے' اور میں نے تجھے طلاق دی۔ پس اس سے طلاق واقع ہوتی ہے' اور وہ ایک ہی ہوگی اور اس میں نیت کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اور اس کا قول انتِ الطلاق' انتِ طالق الطلاق اور انتِ طالق طلاقاً۔ ان سے اگر اس کی طلاق کی نیت نہ تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

اگر اس کی نیت دو کی تھی۔ تب بھی ایک طلاق ہی ہوگی' لیکن اگر اس کی نیت تین

کی تھی' تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

طلاق کنایہ

دوسری قسم طلاق کی کنایات ہیں۔ ان کے ساتھ صرف نیت یا دلالت حال کے سبب سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو' تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین الفاظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے' اور صرف ایک ہی واقع ہوتی ہے' اور وہ تین الفاظ یہ ہیں ''تو عدت میں بیٹھ جا'' ''تو اپنے رحم کو صاف کر'' ''اور تو اکیلی ہے'' اور باقی کنایات سے جب اس نے طلاق کی نیت کی ہو' تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ اگر تین کی نیت کی ہو' تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر دو کی نیت کی ہو' تو ایک واقع ہو گی اور وہ الفاظ یہ ہے۔ ''تو مجھ سے جدا ہے' تیری مجھ سے قطع تعلقی ہے' تو حرام ہے' تجھے اپنا اختیار ہے' تو اپنے عزیزوں سے جا مل' تو بالکل چھوڑ دی گئی ہے' تو بالکل بری ہے' تجھے تیرے عزیزوں کو ہبہ کر دیا' تو آزاد ہے' چادر اوڑھ لے' پردہ کر لے' دور ہو جا' شوہروں کو ڈھونڈ' اب اگر اس نے ان جیسے الفاظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی۔ تب تو طلاق واقع نہیں ہو گی لیکن اگر وہ دونوں طلاق کے ہی مذاکرہ میں تھے' تو ان الفاظ کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ چیز جو اس کے' اور اللہ عزوجل کے درمیان ہے اس میں صرف نیت کرنے سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اگر طلاق کے مذاکرہ میں نہ ہوں بلکہ غصے یا جھگڑے کی حالت میں ہوں تو ہر وہ لفظ جس سے گالی گلوچ مقصود نہ ہو۔ اس سے طلاق واقع ہو جائے گی مگر ہر وہ لفظ جس سے گالی گلوچ مقصود ہو اس سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ جب اس نے طلاق کو کسی زائد وصف کے ساتھ موصوف کر دیا تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ اس کی مثال یہ ہے وہ کہے کہ ''تو طلاق بائنہ والی ہے' تو بڑی سخت طلاق والی ہے۔ تو بدترین طلاق والی ہے۔ تجھ پر شیطان کی طلاق ہے۔ تجھ پر بدعت کی طلاق ہے۔ یا تم پہ پہاڑ جتنی یا گھر بھرنے کی سی طلاق ہے۔''

جب اس نے طلاق کو عورت کے کل یا اس کے کسی ایسے عضو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ منسوب کر دیا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی مثلاً یہ کہنا کہ تو طالق ہے یا تیری گردن کو یا تیری روح یا تیرے بدن کو یا تیرے جسم کو یا تیری شرمگاہ کو یا تیرے چہرے کو طلاق ہے۔ یونہی اگر جزءِ شائع کو طلاق دی مثلاً یو کہنا کہ تیرا نصف یا ثلث حصہ طلاق یافتہ ہے۔ اگر یہ کہا کہ تیرا ہاتھ تیرا پاؤں طلاق والا ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر اس نے عورت کو نصف یا تہائی طلاق دی تو پوری طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور مجبور کیے گئے آدمی کی اور نشہ میں بے خود کی بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کسی نے کچھ کہہ کر پھر کہا میں نے اس سے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو طلاق ہو جائے گی۔ گونگے کی طلاق اس کا اشارہ ہے۔

طلاق ہو جائے گی

جب کسی نے طلاق کو نکاح کی طرف منسوب کیا تو نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً یہ کہہ دینا کہ میں تجھ سے شادی کروں تو تجھے طلاق ہے۔ یا یہ کہنا کہ جس عورت سے میں شادی کروں اسے طلاق ہے' اور جب کسی نے طلاق کو کسی شرط کی طرف منسوب کر دیا تو اس شرط کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ مثلاً اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو' تو تجھے طلاق ہے' اور طلاق کی اضافت درست نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ مالک ہو یا اسے اپنی ملک کی طرف منسوب کرے۔ پس اگر اس نے کسی اجنبیہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو' تو تجھے طلاق ہے پھر اس نے خود ہی اس اجنبیہ سے شادی کر لی اور وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق نہیں ہو گی۔

شرط کے الفاظ

اور شرط کے الفاظ ان' اذا' اذا ما' کل' کلما' متی اور متی ما ہیں۔ پس ان تمام الفاظ میں اگر شرط پائی گئی اور قسم پوری ہو گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ کلی کے لفظ کے علاوہ

کہ اس میں شرط کے مکرر ہونے سے طلاق بھی مکرر ہوگی یہاں تک کہ تین علامتیں واقع ہو جائیں۔ اب اگر اس کے بعد اس نے پھر اس عورت سے شادی کر لی پھر شرط مکرر ہوئی۔ تو اب کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔ اور یمین کے بعد ملک کا زائل ہو جانا یمین کو باطل نہیں کرتا۔ اگر ملک میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اگر شرط ملک کے علاوہ میں پائی گئی تو قسم تو پوری ہو جائے گی۔ مگر طلاق واقع نہیں ہوگی اگر زوجین وجود شرط میں اختلاف کریں تو عورت کے گواہی قائم کر دینے کے علاوہ شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا۔ اب اگر شرط صرف عورت کی طرف سے ہی معلوم ہو سکتی ہو تو اس کے حق میں اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثلاً یہ کہنا کہ اگر تجھے حیض آ گیا تو تجھے طلاق ہے عورت نے کہا کہ مجھے حیض آ گیا ہے۔ تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ اگر یہ کہا کہ جب تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اور تیرے ساتھ فلاں عورت کو بھی اس نے کہہ دیا کہ مجھے حیض آ گیا تو اس عورت کو تو طلاق ہو جائے گی۔ مگر اس دوسری عورت کو طلاق نہ ہوگی۔ جب کسی نے عورت سے کہا جب تجھے حیض آ جائے تو تجھے طلاق ہے۔ اس نے خون دیکھ لیا تو اسے طلاق نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ خون تین دن تک جاری رہے جب تین دن پورے ہوں گے تو ہم طلاق واقع ہونے کا حکم لگا دیں گے اور یہ حکم اس کے حائضہ ہونے کے وقت سے جاری ہوگا۔ جب کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ جب تجھے ایک حیض آ جائے تو تجھے طلاق ہے۔ تو جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائے اسے طلاق نہ ہوگی اور لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت بھی دو حیض ہیں۔ اس کا شوہر چاہے آزاد ہو یا غلام اور آزاد عورت کی طلاقیں تین ہیں۔ اس کا شوہر چاہے آزاد ہو یا غلام ہو۔ اس بات کا اعتبار نہیں۔

طلاق بائنہ ہوگئی

جب کسی نے اپنی بیوی کو جماع سے قبل ہی تین طلاقیں دے دیں تو وہ واقع ہو

جائیں گی اور اگر علیحدہ علیحدہ دیں تو پھر پہلی سے طلاق بائنہ ہوگی۔ جب کہ دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے' اور اس پر ایک تو اس پر صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ اگر کہا کہ ایک سے پہلے ایک طلاق ہے' تو بھی ایک واقع ہوگی۔ اگر کہے ایسی ایک طلاق ہے کہ اس سے قبل بھی ایک ہے' تو اب دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ اگر کہے کہ ایک کے بعد ایک طلاق ہے۔ یا ایک ساتھ یا اس کے ساتھ ایک ہے' تو بھی دو واقع ہوں گی۔ اگر کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے ایک اور طلاق ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوئی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر ایک طلاق واقع ہوگی۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو واقع ہوں گی۔ اگر کہے کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے' تو فوراً ہر شہر میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ یونہی اگر کہے کہ تجھے گھر میں طلاق ہے۔ تو جب تک وہ مکہ میں داخل نہ ہوگی اسے طلاق نہیں ہوگی۔ اگر کہے کہ تجھے کل طلاق ہے۔ تو فجر ثانی کے طلوع کے ساتھ ہی اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

تفویضِ طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے آپ کو اختیار کر لے' اور اس سے اس نے طلاق کی نیت کی یا کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ تو وہ اس مجلس میں رہنے تک اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اگر وہ اس مجلس سے کھڑی ہوگئی یا کسی اور کام میں مصروف ہوگئی تو اس طرح وہ اختیار اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اب اگر اس نے شوہر کے قول ''اپنے آپ کو اختیار کر لے'' میں اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔ تین طلاقیں نہیں ہوں گی شوہر نے اگرچہ اس سے تین کی ہی نیت کی ہو اور لفظ نفس کا مرد یا عورت سے کلام میں مذکور ہونا ضروری ہے' اور اگر عورت نے اس کے قول کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے' میں اپنے آپ کو طلاق دے لی۔ تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اگر اس نے تین طلاقیں ہی دے لیں اور

شوہر نے بھی ان کی نیت کر لی۔ تو تینوں واقع ہو جائیں گی اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے' تو وہ اس مجلس میں اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اگر کسی اور سے کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق دے دے۔ تو وہ اس مجلس میں بھی اور اس کے بعد بھی طلاق دے سکتا ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ اگر تو چاہے' تو اسے طلاق دے دے' تو اس صورت میں وہ صرف اس مجلس میں ہی طلاق دے سکتا ہے اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھ سے محبت یا بغض رکھتی ہے' تو تجھے طلاق ہے۔ اس نے کہا کہ میں تجھ سے محبت یا بغض رکھتی ہو' تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر چہ جو اس نے ظاہر کیا ہے اس کے دل میں اس کے خلاف ہی ہو اگر کسی نے حالت مرگ میں اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی اور وہ عورت ابھی اس کی عدت میں ہی تھی کہ وہ فوت ہو گیا تو وہ عورت اس کی وارث ہو گی۔ اگر عدت گزرنے کے بعد فوت ہوا تو وہ عورت اس کی وارث نہ ہو گی۔ جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے۔ انشاء اللہ اور انشاء اللہ بالکل متصل ہی کہا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک تو اس طرح سے دو طلاقیں واقع ہو گی۔ اگر کہا تین ہیں مگر تین تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ جب شوہر بیوی کا یا اس کے کچھ حصہ کا یا بیوی شوہر کی یا اس کے کچھ حصہ کی مالک ہو جائے' تو ان کے درمیان فرقت واقع ہو جائے گی۔

باب الرجعۃ

رجوع کرنا

جب کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دیں تو وہ اس کی عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے۔ عورت چاہے اس سے راضی ہو چاہے ناراض اور رجعت یہ کہنا ہے کہ میں نے تم سے رجعت کر لی ہے۔ یا یہ کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی ہے۔ یا پھر وہ اس سے وطی کر لے۔ یا اس کا بوسہ لے لے یا اسے شہوت سے چھو لے۔ یا اس کی شرم گاہ دیکھ لے اور رجعت پر دو گواہوں کو گواہ بنا لینا مستحب ہے۔ اگر نہ بھی بنائے تو بھی رجعت درست ہو گی۔ جب عدت ختم ہو گئی اس کے بعد مرد نے کہا کہ میں نے تیری عدت کے دوران تم سے رجعت کر لی تھی۔ عورت نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو یہ رجعت درست ہو گی۔ اگر عورت نے اسے جھٹلا دیا تو عوت کی بات کا اعتبار ہو گا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر قسم بھی نہیں ہو گی۔ جب خاوند کہے کہ میں نے تم سے رجعت کر لی ہے۔ مگر عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے تو رجعت صحیح نہ ہو گی۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ جب لونڈی کے خاوند نے عدت گزر جانے کے بعد کہا کہ میں نے رجعت کر لی تھی۔ پس اس لونڈی کے مالک نے اس کی تصدیق کی مگر لونڈی نے اس کی تکذیب کی تو بات لونڈی کی معتبر ہو گی۔ یہ بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ اگر تیسرے حیض کا خون دس دنوں پر بند ہو گیا تو رجعت ختم ہو گئی۔ خون اگرچہ دس دنوں سے کم پر بند ہوا ہو مگر عورت غسل نہ کرے تو رجعت ختم نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ غسل کرے یا ایک نماز کا وقت گزر جائے یا تیمم کر کے نماز پڑھ

لے۔ یہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب عورت نے تیمم کرلیا اگرچہ نماز نہ بھی پڑھی تو بھی رجعت ختم ہوگئی۔ اگر عورت نے غسل کیا' اور جسم کا کوئی ایک حصہ جس پر پانی نہیں بہایا اسے بھول گئی اب اگر وہ مکمل ایک عضو یا اس سے زیادہ ہے' تو رجعت ختم نہ ہوگی۔ اگر وہ حصہ عضو سے کم ہوگا تو رجعت ختم ہو جائے گی اور طلاق رجعی دی گئی عورت بناؤ سنگھار اور زینت و آرائش اختیار کرسکتی ہے' اور اس کے شوہر کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اس سے اجازت کے بغیر یا اسے اپنے جوتوں کی آواز سنائے بغیر اس کے پاس نہ جائے۔ طلاق رجعی وطی کو حرام نہیں کرتی۔ اگر تین سے کم اسے طلاق بائنہ دیں تو وہ اس کی عدت میں اور اس کی عدت گزر جانے کے بعد بھی دوبارہ اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

حلالہ

آزاد عورت کے بیوی ہونے کی صورت میں اگر تین طلاقیں ہوں یا لونڈی کے بیوی ہونے کی صورت میں دو طلاقیں دی ہوں تو وہ اس وقت تک اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ وہ کسی اور سے نکاحِ صحیح نہ کرے' اور وہ اس سے صحبت کر کے اسے طلاق نہ دے دے' یا فوت ہو جائے' اور حلالہ کے معاملہ میں بلوغت کے قریب لڑکا بالغ کی طرح ہی ہے' اور مالک کا لونڈی سے وطی کرنا اس کے شوہر کے لئے حلالہ قرار نہیں پائے گا۔ اگر کسی نے حلالہ کی شرط سے نکاح کیا تو یہ مکروہ ہوگا۔ پھر بھی اگر اس نے وطی کے بعد اسے طلاق دے دی تو وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دیں۔ اس کی عدت ختم ہوگئی اور اس نے کسی اور سے نکاح کرلیا اس نے اس سے صحبت بھی کی پھر وہ عورت پہلے شوہر کے پاس آ گئی۔ تو یہ تین طلاقوں کے ساتھ آئی ہے کیونکہ شوہر ثانی تین سے کم طلاقوں کو بھی کالعدم (جیسے طلاق ہوئی ہی نہیں) کر دیتا ہے۔ جیسے وہ تین کالعدم کر دیتا ہے۔ یہ شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ شوہر

ثانی تین سے کم طلاقوں کو کالعدم نہیں کرتا ہے۔ جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ پس عورت کہے کہ میری عدت ختم ہوگئی تھی میں نے ایک اور آدمی سے نکاح کر لیا تھا۔ اس نے مجھ سے صحبت بھی کی اور پھر اس نے مجھے طلاق دے دی۔ اب اس کی عدت بھی ختم ہو چکی ہے۔ اور اتنا عرصہ اس کا احتمال بھی رکھتا ہو۔ تو اگر پہلے شوہر کو اس کے سچی ہونے کا گمان غالب ہو تو وہ اس کی تصدیق کر سکتا ہے۔

کتاب الایلاء

قسم اُٹھانا

جب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہ آؤں گا۔ یا یہ کہا کہ اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تیرے قریب نہیں آؤں گا تو وہ مولی یعنی (قسم اٹھانے والا) ہو جائے گا۔ اب اگر اس نے ان چار ماہ کے گزرنے سے قبل اپنی اس عورت سے وطی کی۔ وہ اپنی قسم میں حانث (یعنی قسم کو توڑنے والا) ہوگا۔ اور اسے کفارہ لازم ہوگا۔ اور ایلاء (یعنی قسم اٹھانا) ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر وہ چار ماہ گزرنے تک اس کے قریب نہ گیا تو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اب اگر اس نے صرف چار ماہ کے لئے ہی قسم کھائی تھی تو پھر ایلاء ختم ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے ہمیشہ کے لئے قسم اٹھائی تھی۔ تو پھر وہ ایلاء باقی رہے گا۔ اگر اس نے اس سے نکاح کیا تو ایلاء لوٹ آئے گا اب اگر اس نے وطی کر لی تو بہتر ہے' اور اگر نہ کی تو چار ماہ گزرنے پر دوسری طلاق ہو جائے گی اگر اس نے تیسری مرتبہ نکاح کیا تو ایلاء لوٹ آئے گا۔ اور چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب اس سے کسی اور نے نکاح کر لیا تو اس ایلاء سے طلاق تو واقع ہو جائے گی مگر قسم پھر بھی باقی رہے گی۔ اگر اس نے اس سے وطی کی تو قسم کا کفارہ دے گا۔ اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم اٹھالی تو اس سے وہ مولی نہ ہو گا۔ اگر حج' روزہ' صدقہ' آزاد کرنے کی یا طلاق کی قسم کھائی تو اس سے وہ مولی ہو جائے گا۔ اگر اس نے طلاق رجعی دی گئی عورت سے ایلاء کیا تو مولی ہو جائے گا۔ اگر بائنہ سے ایلاء کیا تو مولی نہ ہوگا۔ لونڈی سے ایلاء کی مدت دو ماہ ہے۔ جب مولی بیمار

ہو جس کی وجہ سے وہ صحبت پر قادر نہ ہو یا عورت مریضہ ہو یا بند راستے والی ہو' یا اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے صحبت نہ کی جا سکتی ہو۔ یا ان دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو کہ ایلاء کی مدت کے دوران اس تک پہنچ ہی نہ سکتا ہو' تو اس کا یہ کہہ دینا ہی رجوع ہو گا کہ میں نے اس سے رجوع کیا۔ جب اس نے یہ کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ اگر ایلاء کی مدت میں وہ صحت یاب ہو گیا تو یہ رجوع باطل ہو جائے گا۔ اور اب اس کا رجوع بیوی سے جماع کر لینا ہو گا۔ اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے' تو اس سے اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر کہے کہ میں نے اس سے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو وہی ہو گا۔ اگر کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو ایک طلاق بائنہ ہو گی۔ مگر یہ ایک طلاق بائنہ اس وقت ہو گی۔ جب اس نے تین کا ارادہ کیا ہو۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو ظہار ہی ہو گا۔ اگر اس نے کہا کہ میں نے حرمت کا ارادہ کیا تھا۔ یا کسی بھی شئے کا ارادہ نہیں کیا تو یہ قسم ہو گی۔ جس سے وہ مولی ہو جائے گا۔

کتاب الخلع

مال کے بدلے طلاق

جب زوجین کے مابین رنجش ہوگئی ہو اور یہ خطرہ ہو کہ وہ اللہ عزوجل کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو عورت کا اپنی جان کے بدلے میں کچھ مال وغیرہ دے کر خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب اس نے یہ کر دیا تو خلع سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اس عورت پر وہ مال دینا لازم ہو جائے گا۔ اگر رنجش چپقلش مرد کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض لینا مکروہ ہوگا۔ اگر عورت کی طرف سے ہو تو اسے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اگر اس نے اس طرح کر ہی دیا تو یہ بات فیصلۃً جائز ہے۔ اگر اس نے مال کے بدلے میں طلاق دی اور عورت نے قبول بھی کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور مال لازم ہو جائے گا۔ اور طلاق بائنہ ہوگی۔ اگر خلع میں عوض باطل ہو مثال کے طور پر مسلمان عورت شراب یا خنزیر پر خلع کرے، تو شوہر کے لئے کوئی شئے نہ ہوگی اور فرقتِ بائنہ ہو جائے گی۔ اور اگر طلاق میں عوض باطل ہو، تو طلاقِ رجعی واقع ہو جائے گی۔

عوض خلع

وہ چیز جو نکاح میں مہر کے طور پر جائز ہے وہ خلع میں بھی عوض ہو سکتی ہے۔ اگر عورت نے کہا یہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے مجھ سے خلع کر لو۔ پس اس نے خلع کر لیا، اور ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا تو شوہر کے لئے عورت پر کوئی شئے بھی

لازم نہ ہوگی۔ اگر عورت نے کہا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس کے بدلے مجھ سے خلع کرلو۔ اس نے خلع کرلیا مگر ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو عورت اپنا حق مہر واپس کرا لے گی۔ اگر عورت کہے کہ درہموں میں سے جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بدلے مجھ سے خلع کرلے پس اس نے کرلیا' اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو اس آدمی کے لئے اس عورت پر تین درہم دینا لازم ہوں گے۔ اگر عورت نے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے مجھے تین طلاقیں دے دے۔ پس اس نے اسے ایک طلاق دے دی۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت پر کوئی شئے لازم نہ ہوگی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہزار کا تیسرا حصہ اس عورت پر لازم ہوگا۔ اگر شوہر نے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے میں یا ایک ہزار پر اپنے آپ کو تین طلاقیں دے لے۔ پس عورت نے ایک طلاق دے لی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور مبارأۃ (جدائی اختیار کرنا) خلع کی طرح ہی ہے۔ زوجین میں سے ہر ایک کا دوسرے پر ایسا حق جو نکاح سے متعلق ہو۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبارأۃ اور خلع اسے ساقط کردیتے ہیں۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مبارأۃ تو کرتا ہے مگر خلع نہیں' اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ دونوں اپنے مقرر کردہ کے علاوہ کو ساقط نہیں کرتے۔

کتاب الظہار

منکوحہ کو ہمیشہ کی حرام عورت سے تشبیہ دینا

جب کسی نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے' تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ نہ اس سے وطی حلال رہے گی نہ اسے چھونا' اور نہ ہی اس کا بوسہ لینا حلال ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ظہار کا کفارہ دے لے۔ اگر کفارہ ظہار سے قبل وطی کر بیٹھے' تو اللہ عزوجل سے مغفرت مانگے' اور اس پر ظہار کے اسی پہلے کفارہ کے علاوہ کوئی شئے لازم نہ ہو گی اور پھر کفارہ ادا کر دینے تک عود نہ کرے' اور وہ عود جس سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اس سے وطی کا ارادہ کرے جب کسی نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ' ران یا اس کی فرج کی مثل ہے' تو وہ مظاہر (یعنی ظہار کرنے والا) ہو جائے گا۔ یونہی اگر اس نے بیوی کو کسی ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دے دی جس کی طرف نظر کرنا اس کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ مثال کے طور پر اپنی بہن' پھوپھی اور رضاعی ماں کے ساتھ تشبیہ دے دی۔ یونہی اگر کہہ دے کہ مجھ پر یہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے یا تیری فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیرا نصف یا ثلث۔ اور اگر اس نے کہہ دیا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے۔ تو اس کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر کہہ دے کہ میرا ارادہ تو بزرگی کا تھا۔ تو ویسا ہی ہو گا۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ میرا ارادہ ظہار کا تھا۔ تو ظہار ہو جائے گا۔ اگر اس نے کہا کہ میرا طلاق کا ارادہ تھا۔ تو طلاق بائنہ واقع ہو

جائے گی۔ اگر کوئی بھی نیت نہ کی تھی تو کوئی چیز بھی نہ ہو گی اور ظہار صرف اپنی بیوی سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر لونڈی کے ساتھ ظہار کیا تو ظہار نہیں ہو گا۔ جس نے اپنی بیویوں سے کہا کہ تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو' تو وہ ان سب کی طرف سے مظاہر ہو جائے گا۔ اور اس پر ہر ایک بیوی کی طرف سے کفارہ دینا لازم ہو گا۔

کفارہ ظہار

ظہار کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کر دینا ہے۔ اگر اسے غلام میسر نہ آ سکے' تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔ اگر یہ بھی نہ کر پائے' تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے لیکن یہ سب کچھ وطی سے پہلے ہو گا۔ آزاد کرنے میں ایک غلام کفایت کر جائے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بڑا ہو۔ مگر اندھا یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹا غلام آزاد کرنے میں کفایت نہ کرے گا۔ اور بہرا غلام بھی جائز ہے۔ مگر ایسا غلام جس کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں وہ جائز نہیں' اور نہ ہی ایسا پاگل غلام جائز ہے جسے قطعاً کوئی سمجھ نہ ہو اور اور مدبر غلام ام ولد اور ایسا مکاتب جس نے کچھ مال ادا کر دیا اسے آزاد کرنا بھی جائز نہیں۔ اگر ایسے مکاتب کو آزاد کر دیا جس نے کچھ مال بھی ابھی ادا نہ کیا تھا تو یہ جائز ہو گا۔ اگر کسی نے کفارہ کی نیت سے اپنا باپ یا بیٹا خرید لیا تو یہ کفارہ کی طرف سے جائز ہو گا۔ اگر کسی نے اپنے حصے کے نصف غلام کو تو آزاد کر دیا' اور باقی نصف کی قیمت کا ضامن ہو گیا۔ پھر اسے بھی آزاد کر دیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہو گا۔ اگر اپنے نصف غلام کو کفارہ کی طرف سے آزاد کرتے ہوئے باقی نصف کی قیمت کا ضامن ہو گیا تو اس طرح سے جائز ہے۔ اگر اس نے اپنے نصف غلام کو کفارہ کی طرف سے آزاد کر دیا۔ پھر اپنی وہ بیوی جس کی وجہ سے وہ مظاہر ہوا تھا اس سے وطی کر لینے کے بعد پھر باقی نصف کو بھی آزاد کر دیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہو گا۔

اگر مظاہر وہ ذات جسے وہ آزاد کرے نہ پا سکے' تو اس کا کفارہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا ہے' اور وہ اس طرح کہ ان دو ماہ میں نہ تو ماہ رمضان المبارک ہو' نہ عید الفطر' نہ عید الاضحیٰ اور نہ ہی ایام تشریق ہوں۔ اگر اس نے مظاہر منہا (یعنی جس سے اس نے ظہار کیا تھا) سے رات کو جان بوجھ کر یا دن کے وقت بھول کر جماع کر لیا تو طرفین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نئے سرے سے روزے رکھے گا۔ اور ان دنوں میں سے کسی دن اس نے مجبوراً یا بغیر عذر کے ہی افطار کر لیا تو بھی نئے سرے سے روزے رکھے گا۔ اگر غلام نے ظہار کیا تو وہ کفارہ ظہار میں صرف روزہ رکھے گا۔ اگر اس کے مالک نے غلام آزاد کر دیا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو بھی اس کی طرف سے کافی نہ ہوگا۔ اگر مظاہر روزے نہ رکھ پائے' تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ اس طرح کہ ہر مسکین کے حصے میں نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جو یا ان کی قیمت آ جائے۔ اگر انہیں صبح شام کھانا کھلا دے وہ کم کھائیں یا زیادہ تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر وہ ساٹھ دنوں کسی ایک ہی مسکین کو کھلاتا رہا تو یہ بھی اسے کافی ہے۔ اگر کسی ایک کو ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی دن دے دیا تو یہ اس کے لئے اس کی طرف سے صرف ایک دن کے لئے ہی کفایت کرے گا جب کہ باقی دنوں کے لئے اگر کھلانے کے دوران کہیں وہ مظاہر منہا کے قریب ہو گیا تو اس وجہ سے وہ نئے سرے سے شروع نہیں کرے گا۔ وہ آدمی جس پر ظہار کے دو کفارے واجب ہو گئے تھے۔ اس نے دو غلام تو آزاد کئے مگر نیت کسی ایک کفارہ کی طرف سے بھی نہ کی تھی۔ تو بھی دونوں کی طرف سے کفارہ ہو جائے گا یونہی اگر اس نے چار ماہ مسلسل روزے رکھے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلایا تو یہ بھی جائز ہوگا۔ اور اگر اس نے ایک غلام آزاد کیا' اور دو ماہ کے روزے رکھ لئے' تو اسے اختیار ہوگا کہ دو ظہاروں میں سے جس ظہار کی طرف سے چاہے انہیں اس کا کفارہ قرار دے لے۔

کتاب اللّعان

چار شہادتیں قسموں کے ساتھ

جب کسی نے اپنی بیوی پر زناء کی تہمت لگا دی اور ہوں وہ اہل شہادت میں سے اور عورت ایسی ہو کہ جس کے تہمت لگانے والے پر حد جاری ہوتی ہو یا وہ اس کے بچے سے نسب کی نفی کر دے' اور تہمت کے سبب کا مطالبہ کر دے' تو اس پر لعان (یعنی چار گواہیاں قسموں کے ساتھ) ہوگا۔ پھر اگر وہ لعان سے رکا رہے' تو حاکم اسے قید میں ڈال دے گا۔ یہاں تک کہ وہ لعان کرے یا اپنی اس بات کو جھوٹا قرار دے دے۔ پس اسے حد لگائی جائے گی۔ پھر اگر وہ لعان کرتا ہے' تو عورت پر بھی لعان ہو گا۔ پھر اگر وہ اس سے رکی رہے' تو حاکم اسے قید کرا دے گا۔ یہاں تک کہ وہ یا تو لعان کرے یا اپنے شوہر کی تصدیق کر دے۔ اگر شوہر غلام' کافر یا محدود فی القذف ہو اور وہ اپنی بیوی پر زناء کی تہمت لگا دے' تو اس پر حد جاری ہو گی۔ اگر خاوند اہل شہادت میں سے ہو اور عورت کافرہ یا لونڈی یا حد قذف میں آ چکی ہو یا اس کے تہمت لگانے والے پر حد جاری نہ ہوتی ہو' تو اس پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد جاری نہ ہو گی اور نہ اس پر لعان ہو گا۔ لعان کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی شوہر سے شروع کرے۔ پس شوہر چار مرتبہ گواہی دے' اور ہر بار کہے کہ میں اللہ عزوجل کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس بات میں جو میں نے اس پر زناء کی تہمت لگائی ہے۔ بے شک میں اس میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے کہ میں نے جو اسے زناء کی تہمت لگائی ہے۔ اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور ان سب باتوں میں وہ عورت کی طرف اشارہ کرے گا۔ پھر ایسے ہی عورت چار مرتبہ گواہی دیتے ہوئے کہے کہ میں اللہ عزوجل کو

گواہ بناتی ہوں کہ اس نے جو زناء کی تہمت لگائی ہے بے شک اس میں جھوٹا ہے' اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس نے جو مجھ پر تہمت لگائی اگر یہ اس میں سچا ہے' تو مجھ پر اللہ عزوجل کا قہر ہو۔ جب وہ دونوں لعان کرلیں گے' تو قاضی ان کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جدائی طلاق بائنہ ہوگی جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ کی حرمت ہوگی۔ اگر وہ تہمت بچے کے نسب کی نفی کرنے کے سبب سے ہو' تو قاضی نسب کی نفی کر کے اسے اس کی ماں کے ساتھ ملا دے گا۔ اگر شوہر اپنی بات سے رجوع کرتے ہوئے اپنی تکذیب کرے گا تو قاضی اسے حد لگائے گا اس کے بعد وہ اس عورت سے نکاح کر سکے گا۔ یونہی اگر اس نے کسی اور پر یہ الزام لگا دیا پس اس پر حد جاری ہوگی یا عورت کو زناء کرنے کی وجہ سے حد لگ گئی اور اگر کسی نے اپنی بہت چھوٹی بیوی (یعنی کم عمر) پر تہمت لگا دی یا وہ پاگل ہے' تو ان کے درمیان نہ لعان ہوگا اور نہ حد۔ گونگے کے تہمت لگا دینے کی وجہ سے لعان نہیں ہوتا ہے' اور جب خاوند کہہ دے کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں تو لعان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ تو نے زناء کیا' اور تیرا یہ حمل اسی زناء سے ہے' تو اس صورت میں دونوں لعان کریں گے' اور قاضی اس سے حمل کی نفی کرے گا۔ جب شوہر نے اپنی بیوی کے بچے کی ولادت کے بعد نفی کر دی یا ایسی حالت میں کہ جس میں مبارک باد قبول کی جاتی ہے' اور ولادت کا سامان وغیرہ خریدا جاتا ہے' تو وہ نفی درست ہوگی اور وہ لعان کرے گا۔ اگر اس نے اس کے بعد بچے کی نفی کی تو بھی لعان کرے گا مگر اس صورت میں نسب ثابت ہو جائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدتِ نفاس میں بچے کی نفی کرنا درست ہے۔ اگر عورت ایک ہی پیٹ سے دو بچوں کو جنم دے دے' اور شوہر پہلے کا انکار کرتے ہوئے دوسرے کا اقرار کرلے' تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور شوہر پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر وہ پہلے کا اعتراف کرے' اور دوسرے کی نفی کر دے' تو بھی دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ مگر اس صورت میں اسے لعان کرنا پڑے گا۔

کتاب العدّۃ

زوالِ نکاح پر عورت کا رُکنا

جب کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائنہ یا طلاق رجعی دے دی۔ یا بغیر طلاق کے ہی ان کے درمیان فرقت واقع ہو گئی اور عورت آزاد ہو اور ایسی عورتوں میں سے ہو جنہیں حیض آتا ہے' تو اس کی عدت تین قروء ہو گی اور قروء وہ حیض ہی ہیں اگر اسے کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو' تو اس کی عدت تین مہینے ہو گی اگر وہ حاملہ ہو' تو اس کی عدت اس حمل کو جن دینا ہو گی۔ اگر لونڈی ہو' تو اس کی عدت دو حیض ہو گی اور اگر اس لونڈی کو حیض نہ آتا ہو' تو تب اس کی عدت ایک ماہ پندرہ دن ہو گی۔

عدتِ وفات

جب آزاد عورت کا شوہر فوت ہو جائے' تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر لونڈی ہو' تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہو گی۔ اگر حاملہ ہو' تو اس کی عدت اس حمل کو جن دینا ہو گی۔ اگر طلاق دی گئی عورت حالت مرگ میں وارث بن رہی ہو' تو اس کی عدت دو مدتوں میں سے زیادہ لمبی مدت' میعاد ہو گی۔ اگر لونڈی کو اس کی طلاق رجعی کی عدت میں آزاد کر دیا گیا تو اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر مہینوں کے ساتھ مایوس ہو چکی تھی اور عدت گزار رہی تھی اس کے بعد اس نے پھر خون دیکھ لیا تو گزری ہوئی عدت ٹوٹ جائے گی اور اسے حیضوں کے ساتھ نئے سرے سے عدت گزارنا پڑے گی۔ جس عورت کا نکاح ہوا ہو۔ اور وہ عورت جس کے ساتھ شبہ میں وطی کی جا چکی ہو' تو ان دونوں عورتوں کی عدت جدائی اور خاوند

کے فوت ہو جانے کی صورت میں حیض ہوں گے۔ جب کوئی چھوٹا بچہ اپنی بیوی کو اس حالت میں چھوڑ کر فوت ہو گیا کہ وہ حاملہ تھی تو اس کی عدت وضعِ حمل ہو گی۔ اگر حمل اس کے فوت ہو جانے کے بعد ظاہر ہوا تو پھر اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی۔ جب آدمی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے ڈالی تو وہ عورت جس حیض میں اسے طلاق ہوئی اس حیض کو گنتی میں شمار نہیں کرے گی۔ جب کسی عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ شبہ کی حالت میں وطی کر لی گئی تو اس پر ایک اور عدت ہو گی اور یہ دونوں عدتیں ایک دوسری میں داخل ہوں گی۔ اب وہ جو حیض دیکھے گی اس کا دونوں عدتوں میں حساب کیا جائے گا۔ جب پہلی عدت پوری ہو جائے۔ مگر ابھی دوسری عدت مکمل نہ ہوئی ہو تو اس عورت پر اس دوسری عدت کا پورا کرنا ضروری ہو گا۔ اور عدت کا آغاز طلاق کے بعد سے لے کر کے ہو گا۔ اور یونہی وفات میں وفات سے بعد۔ پس اگر اسے طلاق یا وفات کا علم نہ ہو سکا اور عدت پوری ہو گئی تو اس کی عدت مکمل ہو جائے گی اور نکاحِ فاسد کی صورت میں عدت ان دونوں میں علیحدگی واقع ہو جانے کے بعد یا وطی کرنے والے کے وطی کا ارادہ چھوڑ دینے کے بعد سے ہوتی ہے۔

عورت کا سوگ

مبتوتہ یعنی عدت گزارنے والی طلاقِ بائنہ دی گئی عورت اور وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ اسے اس پر سوگ منانا ہے تو وہ سوگ کچھ یوں منایا جائے گا کہ وہ خوشبو زیب و زینت اور سرمہ وغیرہ لگانا چھوڑ دے گی۔ لیکن اگر کوئی عذر ہو تو لگا بھی سکتی ہے اور مہندی نہ لگائے اور عصفر ورس یا زعفران میں رنگا گیا کپڑا بھی نہ پہنے گی۔ کافرہ عورت اور بچی پر کوئی سوگ نہیں ہے۔ مگر لونڈی پر سوگ ہے نکاح اور یونہی فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں بھی کوئی سوگ منانا نہیں ہے۔ عدت گزارنے والی عورت کو نکاح کا پیغام دینا مناسب نہیں۔ مگر اشارے کے ساتھ پیغام دے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

معتدہ

طلاق رجعی دی گئی یا معتدہ بائنہ یعنی جسے طلاق بائنہ دی جا چکی ہو اور وہ عدت میں ہو۔ ان دونوں عورتوں کے لئے رات اور دن میں گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے' اور وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو۔ وہ دن کے وقت اور رات کا کچھ حصہ نکل سکتی ہے۔ مگر رات بہر حال وہ اپنے گھر کے سوا کہیں نہیں رہ سکتی۔ وہ گھر جو معتدہ کی طرف منسوب ہو اس کی رہائش' فرقت یا فوت ہونے کے لحاظ سے معتدہ پر اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے۔ اگر میت کے مکان سے اس کا حصہ اسے کافی ہو' تو اس کے لئے نکلنا جائز نہیں ہو گا لیکن اگر کوئی عذر ہو' تو نکل سکتی ہے اگر میت کے مکان سے اس کے لئے اس کا حصہ کافی نہ ہو اور ورثاء بھی اسے اپنے حصہ سے نکال دیں تو اس صورت میں منتقل ہو سکتی ہے' اور شوہر کے لئے مطلقہ رجعیہ کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ جب شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دینے کے بعد پھر اس سے اس کی عدت کے دوران نکاح کر لیا مگر اس کے بعد پھر اس نے صحبت سے قبل ہی اسے طلاق دے دی۔ تو اس طرح اب اس پر پورا حق مہر دینا لازم ہو گا۔ اور عورت کو مستقل عدت گزارنا ہو گی۔ جب کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے لئے نصف مہر ہو گا۔ اور عورت پہلی عدت کو ہی پورا کرے گی۔ اور مطلقہ رجعیہ جب دو یا دو سال سے زیادہ کے عرصہ میں بچہ جن دے' تو جب تک وہ عدت گزرنے کا اقرار نہ کرے۔ اس کے بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے دو سال سے کم عرصہ میں بچے کو جنم دیا تو نسب تو ثابت ہو جائے گا مگر عورت بائنہ ہو جائے گی۔ اگر دو سال سے زیادہ عرصہ میں جنم دے' تو نسب تو ثابت ہو گا مگر یہ رجعت ہو گی۔ طلاق بائنہ والی جب دو سال سے کم میں بچے کو جنم دے' تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگر چھ ماہ کے عرصہ میں جنم دے' تو پھر اس کا نسب ثابت نہ ہو گا۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ لیکن اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ولادت کی گواہی دیں تو نسب ثابت ہو جائے

گا۔ مگر یہ اس صورت میں ہوگا جب حمل بالکل ظاہر ہو یا شوہر اعتراف کرے، تو پھر گواہی کے بغیر بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نسب بہر صورت ایک عورت کی گواہی سے بھی ثابت ہو جائے گا۔ جب کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا پس اس نے شادی کے وقت سے لے کر کے چھ ماہ سے کم عرصہ میں بچے کو جنم دے دیا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اگر اس نے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ میں بچے کو جنم دیا تو جب شوہر نے اس بچے کا اقرار کر لیا یا وہ خاموش رہا تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگر اس نے اس کی ولادت سے انکار کر دیا۔ تو پھر ایک عورت کے اس بچے کی پیدائش کی گواہی دینے سے بھی اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

عدتِ حمل

حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے۔ جب کسی ذمی نے کسی ذمیہ کو طلاق دے دی تو وہ کوئی عدت وغیرہ نہیں گزارے گی۔ اگر زناء سے حاملہ عورت نے شادی کر لی تو اس کا نکاح جائز ہوگا۔ مگر اس کے اس پہلے حمل کو جنم دے لینے تک وہ اس سے وطی نہیں کرے گا۔

کتاب النفقات

اخراجات اور ان کی وضاحت

شوہر پر اس کی بیوی کے لئے اس کا نفقہ، خرچہ وغیرہ واجب ہے۔ وہ چاہے مسلمہ ہو یا کافرہ۔ جب اس نے شوہر کے گھر خود کو شوہر کے سپرد کر دیا تو اب اس پر اس کا خرچہ، لباس اور رہائش وغیرہ واجب ہوں گے۔ مگر ان اخراجات میں میاں بیوی دونوں کے حال کا لحاظ کیا جائے گا۔ شوہر چاہے مالدار ہو یا تنگدست۔ جب بیوی اپنا حق مہر ملنے تک اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے سے رکی رہے، تو بھی نفقہ بہر حال اسے ملے گا۔ اگر وہ نافرمان ہو، تو اسے واپس اس کے گھر لوٹ کر آنے تک نفقہ نہیں ملے گا۔ اگر وہ اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے لطف اندوز نہ ہوا جا سکتا ہو۔ تو وہ اگرچہ خود کو شوہر کے حوالے کر بھی دے، تو اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں ہو گا۔ اگر شوہر اتنا چھوٹا ہو جو وطی پر قادر نہ ہو، بیوی بڑی ہو، تو اس عورت کو اس کے مال سے نفقہ ملے گا۔ جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق رجعی یا بائنہ کی صورت میں اس عورت کے لئے خرچہ اور رہائش ہو گی۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں ہو گا۔ اور وہ جدائی جو کسی معصیت کی بناء پر عورت کی جانب سے ہو اس میں بھی عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اگر آدمی نے اسے طلاق دی اس کے بعد وہ اسلام سے پھر گئی تو نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر عورت نے طلاق کے بعد شوہر کے بیٹے کو خود پر قدرت دے دی تو بھی اسے نفقہ ملے گا۔ جب عورت قرض میں قید ہو گئی۔ یا کسی نے اسے زبردستی غصب کر لیا پس وہ اسے لے گیا۔ یا وہ کسی غیر محرم کے ساتھ حج کے لئے

چلی گئی تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہو گا۔ اگر عورت شوہر کے گھر میں بیمار ہو جائے' تو اسے خرچہ ملے گا۔ اور شوہر کے مالدار ہونے کی صورت میں اس پر ایک نوکر کا خرچہ مقرر کر دیا جائے گا۔ لیکن ایک نوکر سے زیادہ کا خرچہ اس پر مقرر نہیں کیا جائے گا۔ اور شوہر پر عورت کو علیحدہ کسی مکان میں رکھنا لازم ہو گا۔ ایسا مکان کہ اس میں شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ رہتا ہو۔ مگر صرف اس صورت میں کہ عورت خود ان کے ساتھ رہنے پر رضا مند ہو۔

شوہر کا حق

شوہر کو بیوی کے والدین' پہلے خاوند کی اولاد اور دیگر عزیز و اقارب کو بیوی کے پاس آنے سے منع کرنے کا حق ہے۔ لیکن وہ انہیں اس کی طرف دیکھنے' اور اس سے بات کرنے سے کسی بھی وقت منع نہیں کرے گا۔ جو شخص بیوی کو خرچہ دینے سے عاجز آ جائے۔ تو اس وجہ سے ان کے درمیان جدائی نہیں ڈالی جائے گی بلکہ بیوی سے کہا جائے گا کہ اس کی ذمہ داری پر قرض لے کر کے گزارہ کرتی جا۔ جب کوئی شخص گم ہو جائے' اور کسی کے پاس اس کا مال ہو اور وہ اس مال کا' اور عورت کے اس کی بیوی ہونے کا اقرار بھی کرتا ہو۔ تو قاضی اس گم شدہ آدمی کے مال میں سے اس کی بیوی' چھوٹے بچوں اور اس کے والدین کا خرچہ مقرر کر دے گا۔ اور اس کی بیوی سے اس کی طرف سے ایک ضامن لے لے گا۔ اور ان لوگوں کے علاوہ گم شدہ آدمی کے مال میں سے کسی کا نفقہ مقرر نہیں کرے گا۔ جب قاضی نے عورت کے لئے تنگدستی کے نفقہ کا فیصلہ کر دیا ہو۔ اس کے بعد اس کا شوہر مالدار ہو جائے' تو اس صورت میں قاضی اس عورت کے لئے مالداری کا نفقہ پورا کر دے گا۔ جب کچھ ایسا عرصہ گزر چکا ہو۔ جس میں شوہر نے خرچہ نہ دیا ہو اور بیوی اس کا مطالبہ کرے' تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ مگر صرف اس صورت میں جب قاضی اس کے لئے نفقہ مقرر کر دے یا بیوی شوہر سے نفقہ کی کسی مقدار پر مصالحت کر لے۔ پس اب اس کے لئے گذشتہ نفقہ کا فیصلہ کیا جائے

گا۔اب اگر شوہر بیوی کے لئے نفقہ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد فوت ہو گیا' اور کچھ مہینے گزر گئے' تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر شوہر ایک سال کا نفقہ پیشگی دینے کے بعد فوت ہو جائے' تو اس صورت میں بیوی سے واپس کچھ نہیں لیا جائے گا۔ جب کہ امام محمد رحمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیوی کے گزرے دنوں کے نفقہ کا حساب لگایا جائے گا۔اس میں سے جو باقی بچے گا وہ شوہر کے لئے ہوگا۔ جب کسی غلام نے آزاد عورت کے ساتھ شادی کر لی تو اس کا نفقہ اس کے ذمہ قرض ہوگا۔ جس میں اسے بیچ دیا جائے گا۔ جب کسی آدمی نے کسی لونڈی کے ساتھ نکاح کر لیا پس اس لونڈی کے مالک نے اسے شوہر کے گھر بھیج دیا تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہوگا۔ اگر اس نے اس لونڈی کو اس کے شوہر کے گھر نہ بھیجا۔ تب اس کا نفقہ شوہر پر نہیں ہوگا۔

اولاد کا خرچہ

چھوٹے بچوں کا نفقہ جن میں کوئی اور شامل نہ ہو وہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے۔ مثلاً جس طرح بیوی کے نفقہ میں شوہر کے ساتھ کوئی اور شامل نہیں ہوتا۔ اگر بچہ شیر خوار ہے' تو ماں پر اسے دودھ پلانا لازم نہیں ہے بلکہ باپ اس کی ماں کے پاس کسی عورت کو اسے یعنی اس بچے کو دودھ پلانے کی خاطر اجرت پر لے گا۔ اگر وہ اس عورت کو اجرت پر لے اس حال میں کہ وہ اس کی ہی بیوی ہو یا اس کی ہی عدت گزار رہی ہو' تو ایسی عورت کو اس کے بچے کو دودھ پلانے کی خاطر اجرت پر لینا جائز نہ ہوگا۔ اگر اس کی عدت ختم ہو چکی ہو' تو پھر وہ اس عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لے بھی لے' تو جائز ہوگا۔ اگر باپ کہے کہ میں تو اس عورت کو اتنی اجرت پر نہیں لوں گا۔ اور وہ کوئی اور لے آئے۔ مگر ماں پہلی پر اتنی اجرت پر رضا مند ہو اتنی اجرت کہ جتنی اجنبیہ کی بنتی ہے' تو اس صورت میں ماں اس اجرت کی زیادہ حقدار ہوگی۔ اگر وہ زیادہ اجرت مانگے' تو شوہر کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا بچہ اگر چہ باپ کے دین کے خلاف بھی ہو' تو بھی اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔ جس طرح کہ بیوی اگر شوہر کے دین

کے خلاف بھی ہو۔ پھر بھی اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے۔

مستحق لوگ

جب زوجین کے درمیان جدائی ہو جائے' تو بچے کی پرورش کے لئے اس کی ماں زیادہ حقدار ہوگی۔ اگر ماں نہ ہو' تو دادی سے نانی زیادہ حقدار ہوگی۔ اگر نانی نہ ہو' تو بہنوں سے دادی زیادہ حقدار ہوگی۔ اگر دادی بھی نہ ہو' پھوپھیوں اور خلاؤں سے بہنیں زیادہ حقدار ہوں گی۔ مگر ان میں مقدم حقیقی بہن ہوگی۔ پھر ماں شریک بہن پھر باپ شریک بہن ہوگی۔ پھر پھوپھیوں سے زیادہ خالاؤں کا حق ہوگا۔ اوران میں وہی ترتیب ہوگی جو ترتیب بہنوں میں ہے۔ پھر اس ترتیب کے لحاظ سے پھوپھیاں ہوں گی۔ ان عورتوں میں سے جس نے شادی کر لی ہو' تو اس کا پرورش کا حق جاتا رہے گا۔ ان میں نانی شامل نہ ہوگی مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کا شوہر بچے کا دادا ہوگا۔

خرچے کی مختلف صورتیں

اگر بچے کے لئے اس کے رشتہ داروں میں کوئی عورت نہ ہو اور مرد اس بارے میں جھگڑ پڑیں۔ تو ان میں سے قریبی عصبہ زیادہ حق دار ہوگا۔ اور اس بچے کے خود کھانا' خود پینا' خود پہننا' اور خود استنجا کرنا شروع کر دینے تک ماں اور نانی اس کی حقدار ہوں گی اور لڑکی ہو' تو اسے حیض آنے تک حقدار ہوں گی اور لڑکی کے قابل شہوت ہونے تک ماں اور نانی کے علاوہ اور عورتیں حقدار ہوں گی۔ اور جب لونڈی کو اس کے مالک نے آزاد کر دیا ہو اور یونہی جب ام ولد آزاد ہو گئی ہو' تو اب وہ بچے کے حق میں آزاد عورت کی طرح ہی ہوگی اور آزادی سے پہلے لونڈی اور ام ولد کو تو بچے کا کوئی حق نہیں۔ جب تک بچہ مذاہب وادیان کو سمجھنے نہ لگے' اور اس پر کفر سے مانوس ہونے کا خطرہ نہ ہو' اس وقت تک مسلمان شوہر کی بجائے ذمیہ عورت بچے کی زیادہ حق دار ہو گی۔ جب مطلقہ اپنے بچے کو شوہر کے پاس سے لے جانا چاہے' تو یہ جائز نہیں۔ صرف

اسی صورت میں جائز ہے جب وہ اسے اپنے شوہر کے پاس سے نکال کر کے جہاں اس کے شوہر نے اس سے نکاح کیا تھا اپنے اس وطن کی طرف لے جا رہی ہو۔ جب آدمی کے والدین' آباء و اجداد اور نانیاں غریب ہوں تو آدمی کے لئے ان پر خرچ کرنا لازم ہے۔ گو وہ اس کے دین کے خلاف ہوں۔ داداؤں' نانیوں' بیٹوں' پوتوں' والدین اور بیوی کے نفقہ کے علاوہ دین کے اختلاف کے باوجود نفقہ واجب نہیں ہوتا' اور والدین کے نفقہ میں بچہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوگا۔ ہر ذی رحم محرم کے لئے جب وہ چھوٹا ہو نفقہ واجب ہوتا ہے۔ یا نادار ہوں یا عورت ہو' تو بالغ مگر مفلس ہو یا کوئی مرد ہو وہ اپاہج ہو یا اندھا ہو اور غریب ہو۔ یہ نفقہ میراث کی مقدار کے مطابق واجب ہو گا۔ بالغ لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ والدین پر بطریق ثلاث واجب ہوگا۔ اور وہ اس طرح سے ہے کہ باپ پر دو تہائی اور ماں پر ایک تہائی واجب ہوگا۔ مگر اختلاف دین پائے جانے کی صورت میں ان کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ اور ایک غریب پر بھی نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ اگر غائب بیٹے کا کچھ مال ہو۔ تو اس مال سے اس کے والدین کے نفقہ کا حکم لگایا جائے گا۔ اور والدین نے اپنے نفقہ کی خاطر بیٹے کا سامان بھی بیچ ڈالا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے لیکن اگر وہ زمین بیچ دیں تو یہ جائز نہیں۔ اگر غائب بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں تھا پس انہوں نے اس میں سے خرچ کر لیا تھا تو اب وہ اس کے ضامن نہیں ہوں گے لیکن جب مال کسی اجنبی کے پاس تھا' اور اس نے قاضی کے حکم کے بغیر ہی اس میں سے اس کے والدین پر خرچ کر دیا تو وہ ضامن ہوگا۔ جب قاضی نے بچوں کے والدین کے' اور ذوی الارحام کے نفقہ کا فیصلہ کر دیا تھا۔ لیکن مدت گزر گئی تو وہ ساقط ہو جائے گا۔ مگر صرف اس صورت میں ساقط نہ ہوگا جب قاضی انہیں اس کی ذمہ داری پر قرض لے کر کے گزارہ کرتے رہنے کی اجازت دے دے۔ آقا پر اپنے غلام اور نوکرانی' لونڈی پر خرچ کرنا واجب ہے۔ اگر وہ اس سے رکا رہے' اور ان کا اپنا کمایا ہوا کچھ مال ہو' تو وہ اس میں سے کچھ اپنے آپ پر خرچ کر لیں۔ اگر ان کی اپنی کوئی کمائی وغیرہ نہ ہو' تو ان کے مالک پر ان کے بیچ دینے پر زور دیا جائے گا۔

کتاب العتاق

آزاد کرنا

آزاد عاقل' بالغ سے اس کی ملک میں آزادی واقع ہو جاتی ہے۔ پس جب اس نے اپنے غلام یا لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے یا آزاد کیا ہوا ہے یا میں نے تجھے آزاد کیا تو آقا اس کی آزادی کی نیت کرے نہ کرے وہ آزاد ہو جائے گا۔ یونہی اگر اس نے کہہ دیا کہ تیرا سر' تیری گردن یا تیرا بدن آزاد ہے' تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یا اپنی لونڈی سے یہ کہے کہ تیری شرم گاہ آزاد ہے اگر یہ بھی کہے کہ تم پر میری ملک نہیں ہے۔ اس سے آزادی کی نیت کرے تب تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ اگر نیت نہ کی تو آزاد نہیں ہوگی۔ آزادی کے تمام کنائی الفاظ کا یہی حکم ہوگا۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ تم پر میرا غلبہ نہیں' اور اس سے آزادی کی نیت کرے بھی تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ اور جب اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے' اور اس پر قائم رہا یا کہے یہ میرا مالک ہے' تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر کہے کہ اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو اس سے وہ آزاد نہیں ہوگا۔ اگر کسی غلام سے کہے کہ اس سے اس جیسا پیدا نہیں ہو سکتا یہ میرا بیٹا ہے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا۔ اگر اپنی لونڈی سے طلاق کی نیت کرتے ہوئے کہے کہ تو آزاد ہے' تو وہ آزاد نہ ہوگی اگر اپنے غلام سے کہے کہ تو آزاد کی طرح ہے' تو وہ آزاد نہیں ہوگا۔ اگر کہے' تو نہیں مگر آزاد' تو اس سے وہ آزاد ہو جائے گا۔ جب بھی کوئی آدمی اپنے کسی ذی محرم کا مالک ہو' تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ جب کسی مالک نے اپنے کسی غلام کا کچھ حصہ

آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور باقی حصہ کی آزادی کے لئے آقا کے لئے کمائی کرے گا۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ جب کسی غلام میں دو آدمی شریک ہوں ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کرائے' تو اس کا حصہ کا آزاد ہو جائے گا۔ اب اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو' تو اسے اختیار ہو گا کہ اگر چاہے' تو اسے آزاد کر دے چاہے' تو اپنے شریک سے اپنے حصہ کی قیمت کا جرمانہ لے لے۔ اور اگر چاہے' تو غلام سے سعایت کرا لے یعنی یہ کہ وہ آزادی کے لئے اس کی خاطر کام کرے گا۔ صدقات جمع کرے گا۔ اور یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جرمانہ اس کے لئے صرف مالداری کی صورت میں ہی ہو گا۔ اور سعایت مفلس وغربت کی صورت میں ہو گی۔ جب دو آدمی اپنے دونوں میں سے کسی ایک کے بیٹے کو خرید ڈالیں۔ تو باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اس پر کوئی جرمانہ بھی نہیں ہو گا۔ یونہی اگر وہ دونوں اس کے وارث بنے ہوں تو بھی شریک کو اختیار ہو گا۔ اگر چاہے' تو اپنا حصہ آزاد کرا لے۔ چاہے' تو غلام سے سعایت کرا لے جب دو شریکوں میں سے ہر ایک دوسرے پر آزادی کی گواہی دے دے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلام ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کے حصہ میں سعایت کرے گا۔ وہ چاہے مالدار ہوں یا غریب۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ مالدار ہوں تو پھر سعایت نہ ہو گی۔ اگر وہ غریب ہو' تو پھر وہ غلام دونوں کے لئے سعایت کرے گا۔ اگر ایک مالدار اور دوسرا غریب ہو' تو مالدار کے لئے' تو سعایت کرے گا مگر غریب و نادار کے لئے نہیں کرے گا۔

وقوع آزادی

جس نے اللہ عزوجل یا شیطان مردود یا بت کے لئے اپنا غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ مجبور اور نشہ میں بے خود کے آزاد کرنے سے بھی آزادی واقع ہو

جاتی ہے۔ جب کوئی آزادی کو مالک یا شرط کی جانب منسوب کر دے' تو یہ درست ہے۔ جیسے یہ طلاق میں درست ہوتا ہے۔ جب کسی حربی کا غلام دارالحرب سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آ جائے' تو اب وہ آزاد ہو گا۔ جب کسی نے حاملہ لونڈی کو آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اس کا حمل بھی آزاد ہو گا۔ جب خاص کر کے حمل کو آزاد ہو' تو حمل تو آزاد کیا ہو گا مگر اس کی ماں آزاد نہ ہو گی۔ جب کسی نے مال کے بدلے غلام کو آزاد کیا' اور اس غلام نے یہ قبول بھی کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ وہ مال دینا اسے لازم ہو گا۔ اگر کوئی غلام سے کہے' تو مجھے ایک ہزار روپے دیدے' تو' تو آزاد ہے' تو ایسا کر لینا صحیح ہو گا۔ مال اسے لازم ہو جائے گا۔ اور اجازت دیا گیا ہو جائے گا اس کے بعد اگر وہ غلام مال پیش کر دے' تو حاکم اس کے مالک کو مال لینے پر مجبور کرے گا۔ اور وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ لونڈی کا وہ بچہ جو اس کے مالک سے ہو وہ تو آزاد ہو گا مگر اس کا جو بچہ اس کے شوہر سے ہو گا وہ بھی اس کے مالک کا غلام ہو گا۔ اور آزاد عورت کا بچہ جو کسی غلام سے بھی ہو' تو وہ آزاد ہو گا۔

باب التدبیر

آزادی براستہ موت

اگر کسی آقا نے اپنے غلام سے کہہ دیا کہ جب میں مر جاؤں تو' تو آزاد ہے یا میرے بعد تو آزاد ہے یا تو مدبر ہے' یا میں نے تجھے مدبر کر دیا ہے۔ تو وہ مدبر ہو جائے گا۔ اب اس کی بیع کرنا اسے ہبہ کرنا' اور اسے اس کا مالک بنانا جائز نہیں ہوگا۔ ہاں مگر اس کا مالک اس سے خدمت لے سکتا ہے' اور اسے مزدوری پر دے سکتا ہے۔ اگر لونڈی ہو' تو اس سے وطی کر سکتا ہے' اور اس سے شادی کر سکتا ہے۔ جب آقا فوت ہو' تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا۔ اگر وہ تہائی مال سے نکل سکتا ہو' تو۔ اگر مدبر کے علاوہ اس کا کوئی مال ہی نہ ہو' تو وہ اپنی قیمت کے دو تہائی میں کوشش کرے گا۔ اگر آقا کے ذمہ اتنا قرض ہو کہ وہ اس کی قیمت کو بھی تباہ کر دے گا۔ تو وہ قرض خواہوں کے لئے اپنی ساری قیمت میں سعایت کرے گا۔ مدبر کا بچہ مدبر ہی ہوگا۔ اگر آقا نے تدبیر کو اپنی موت کے ساتھ مزید کسی صفت کے ساتھ معلق کر دیا۔ مثال کے طور پر اس نے کہہ دیا کہ اگر میں اپنی اس بیماری یا اس سفر یا فلاں بیماری میں فوت ہو گیا تو وہ مدبر نہیں۔ پس اسے بیچ دینا جائز ہوگا۔ اس کے بعد اگر آقا وہ صفت جو اس نے ذکر کی تھی اس پر فوت ہو گیا تو وہ بھی مدبر کے آزاد ہونے کی طرح آزاد ہو جائے گا۔

باب الاستیلاد

اولاد کی خواہش

جب لونڈی نے اپنے آقا سے بچے کو جنم دے دیا تو وہ ام ولد ہو جائے گی۔ اب اس کو بیچنا' اور کسی کو اس کا مالک بنانا جائز نہ ہوگا۔ مگر اس سے وطی کرنا اس سے خدمت کرانا' اسے مزدوری پر دینا' اور اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اور اس کے بچے کا نسب اس کے مالک کے اقرار کرنے سے ہی ثابت ہوگا۔ اس کے بعد اگر اس نے پھر کسی بچے کو جنم دیا تو اب اس کے آقا کے اقرار کے بغیر ہی اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ انکار کر دے' تو اس کے کہنے کے سبب اس کا نسب منتفی ہو جائے گا۔ اگر اس نے اس کی شادی کرا دی پس اس نے بچے کو جنم دیا تو وہ اپنی ماں کے حکم میں ہوگا۔ جب کوئی آقا فوت ہو جائے' تو لونڈی تمام مال سے آزاد ہو جائے گی اور اگر آقا کے ذمہ قرض ہو' تو اس پر قرض خواہوں کے لئے کوئی سعایت نہ ہوگی۔ جب کسی اور آدمی نے لونڈی سے نکاح کے ساتھ وطی کر ڈالی۔ پس اس نے بچے کو جنم دیا اس کے بعد شوہر اس کا مالک بن گیا۔ تو وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی۔ باپ پر اس کی قیمت تو ہوگی مگر حق مہر اور اس کے بچے کی قیمت نہیں ہوگی۔ اگر باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے وطی کر لی تو اس کا نسب دادا سے ثابت نہیں ہوگا۔ اگر باپ فوت ہو چکا ہو' تو پھر جیسے باپ سے نسب ثابت ہوتا ہے ایسے ہی دادا سے ثابت ہو جائے گا۔ جب کسی ایک لونڈی میں دو آدمی شریک ہوں۔ وہ بچے کو جنم دے۔ ان میں سے ایک دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بچہ ہے' تو اس سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور وہ لونڈی اس آدمی کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر اس کا حق مہر اور اس کی نصف قیمت

ہوگی۔ مگر اس کے بچے کی کچھ قیمت بھی نہیں ہوگی۔ اگر دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ لونڈی دونوں کی ام ولد ہو جائے گی اور ان میں سے ہر ایک پر نصف مہر لازم ہوگا۔ اور دونوں اس کے مال کے ساتھ مقاصہ کرلیں گے۔ یعنی اپنے اپنے حق کے لئے اس کے بدلے میں شمل کو روکنے والے طریقے پر معاملہ طے لیں گے' اور بچہ ان میں سے ہر ایک کی طرف سے بیٹے کی کامل میراث کا وارث ہوگا۔ اور وہ دونوں اس بچے کے ایک باپ کی میراث کے وارث ہوں گے۔ اگر کسی مالک نے اپنے مکاتب غلام کی لونڈی سے وطی کرلی۔ پس اس نے بچے کو جنم دیا' اور آقا نے اس کا دعویٰ بھی کیا۔ اب اگر مکاتب اس کی تصدیق کرے گا تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ آقا پر اس لونڈی کا حق مہر اور بچے کی قیمت واجب ہو جائے گی اور لونڈی اس کی ام ولد نہیں ہوگی۔ اگر مکاتب نے نسب میں اسے جھٹلا دیا تو اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔

کتاب المکاتب

مال پر آزادی

جب کسی آقا نے کسی مال پر جس کی اس نے شرط لگائی اپنے غلام یا لونڈی کو مکاتب کر دیا۔ اور اس غلام یا لونڈی نے اسے قبول بھی کر لیا تو وہ مکاتب ہو جائیں گے' اور فوری طور پر یا قسط وار مال دینے کی شرط لگا لینا جائز ہے کم عمر غلام جو خرید و فروخت کی سوجھ بوجھ رکھتا ہو۔ اسے مکاتب کرنا بھی جائز ہے۔ جب کتابت درست ہو جائے' تو مکاتب غلام آقا کے قبضے سے نکل جاتا ہے۔ مگر اس کی ملک سے نہیں نکلتا' اور اس کے لئے خرید و فروخت اور سفر کرنا جائز ہوتا ہے' اور اس کے لئے شادی جائز نہیں ہوتی مگر آقا کی اجازت سے وہ بھی جائز ہو جاتی ہے' اور تھوڑی سی شئے کے علاوہ نہ تو ہبہ کر سکتا ہے' اور نہ صدقہ اور نہ ہی وہ کسی کا کفیل ہو سکتا ہے۔ اگر اس کی لونڈی کے ہاں بچہ جنم لے' تو وہ بھی کتابت میں داخل ہو جائے گی اور اس کا حکم باپ کے حکم سا ہو گا۔ اور اس کی کمائی مکاتب کی ہو گی اگر کسی آقا نے اپنے غلام کی اپنی کسی لونڈی سے شادی کر دی اور انہیں مکاتب کر دیا پھر ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی کتابت میں داخل ہو گا۔ اور اس کی کمائی ماں کے لئے ہو گی۔ اگر آقا نے اپنی مکاتب لونڈی سے وطی کر لی تو اس پر اس کا مہر لازم ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے لونڈی پر یا اس کے بچے پر کوئی جنایت (زیادتی وظلم) کیا۔ تو اسے اس کا جرمانہ ادا کرنا بھی لازم ہو گا۔ اگر اس کا مال ضائع ہو کر دیا تو اس کا بھی جرمانہ دے گا۔ جب مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خرید لیا تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر اس نے ام ولد کو

اس کے بچے سمیت خرید لیا تو وہ بچہ کتابت میں داخل ہوگا۔ اور اس کے لئے اس ام ولد کو بیچنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے کسی ایسے ذی محرم کو جس سے اس کا ولادت کا رشتہ نہیں ہے اسے خرید لیا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کتابت میں داخل نہیں ہوگا۔ جب مکاتب قسط ادا کرنے سے عاجز ہو تو حاکم اس کی حالت میں غور وفکر کرے گا۔ اگر اس کے ذمہ اتنا قرض ہو جس کی ادائیگی کسی طور ہو سکتی ہو۔ یا اس کے پاس کچھ مال آنے والا ہو' تو اس صورت میں وہ حاکم اسے عاجز قرار دینے میں جلدی نہیں کرے گا بلکہ دو تین دن انتظار کرے گا۔ اگر کوئی صورت نہ ہو اور اس کا مالک اسے عاجز قرار دلوانا چاہتا ہو۔ تو حاکم اسے عاجز قرار دے کر کتابت فسخ کر دے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس پر دو قسطیں چڑھ جانے تک وہ اسے عاجز قرار نہیں دے گا۔ جب مکاتب عاجز ہو گیا تو غلامی کے حکم کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور اس کے پاس جو کچھ کمائی ہوگی وہ اس کے آقا کی ہی ہوگی۔ اگر مکاتب فوت ہو جائے' اور اس کا کچھ مال ہو' تو کتابت فسخ نہیں ہوگی اور جو کچھ اس کے ذمہ ہو اسے اس کے مال سے چکا دیا جائے گا۔ اور اس کی زندگی کے آخری حصہ میں اس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا۔ اور جو جتنا مال باقی بچ جائے وہ اس کے ورثاء کی میراث ہوگی اور اس کی اولاد آزاد ہو جائے گی۔ اگر اس نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو بلکہ کتابت کے زمانے میں پیدا ہونے والا بچہ چھوڑ گیا ہو' تو وہ اپنے باپ کی کتابت میں قسط وار سعایت کرے گا۔ جب وہ ادا کر دے گا تو ہم اس کے باپ کی آزادی کا حکم اس کی موت سے پہلے ہی لگا دیں گے' اور وہ بچہ بھی آزاد ہو جائے گا۔ اگر وہ ایسا بچہ چھوڑ گیا۔ جسے اس نے کتابت کے زمانے میں خریدا تھا تو اسے کہا جائے گا کہ کتابت کا بدل فوراً ادا کر دو۔ اگر نہیں تو تجھے غلامی میں لوٹا دیا جائے گا۔ جب کسی مسلمان نے اپنے غلام کی شراب یا خنزیر یا وہ ذات یعنی خود غلام کی قیمت پر کتابت کی تو یہ کتابت فاسد ہوگی۔ اب اگر وہ غلام شراب یا خنزیر دے دے' تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اپنی

قیمت میں اس پر سعایت کرنا لازم ہوگا۔ جو مقرر شدہ سے کم نہیں ہوگی بلکہ جب اس کی قیمت بڑھ گئی ہو تو زیادہ ہو جائے گی۔ اگر غلام کو غیر موصوف جانور پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت جائز ہو جائے گی۔ اگر جنس بیان کئے بغیر کسی کپڑے پر مکاتب کیا تو یہ کتابت جائز نہ ہوگی اور اگر اس نے وہ کپڑا ادے بھی دیا تو بھی وہ آزاد نہیں ہوگا۔

اگر ایک ہزار پر ایک ہی کتابت میں دو غلاموں کو مکاتب کر دیا۔ اگر ادا کر دیں گے' تو آزاد ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس سے عاجز رہے' تو انہیں غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اگر اس شرط پر آزاد کیا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوگا تو یہ کتابت جائز ہوگی اور ان میں سے کسی نے بھی جب ادائیگی کر دی تو دونوں آزاد ہو جائیں گے' اور ادائیگی کرنے والا جو اس نے ادا کیا ہے اس کا نصف اپنے شریک کار سے لے لے گا۔ جب کسی آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو وہ اس کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائے گا ور مالِ کتابت ساقط ہو جائے گا۔ مکاتب کے مالک کے فوت ہو جانے سے کتابت فسخ نہیں ہوگی بلکہ اسے کہا جائے گا کہ قسطوں کے مطابق مال اس کے ورثاء کو ادا کرے۔ اگر ورثاء سے کسی نے اسے آزاد کر دیا تو آزادی نافذ ہو جائے گی اگر سب نے اسے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

مدبرہ اور اُم ولد

آقا کا اپنی ام ولد کو مکاتب بنانا بھی جائز ہے۔ اس کے بعد اگر آقا فوت ہو گیا تو ام ولد سے کتابت کا مال ساقط ہو جائے گا۔ اگر اس نے اس آقا سے بچے کو جنم دے دیا تو اسے اختیار ہوگا چاہے' تو کتابت پر ہی رہے اگر چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے ام ولد ہی رہے۔ یہاں تک کہ آقا کے فوت ہونے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی۔ اگر کسی نے اپنی مدبرہ کو مکاتبہ بنایا تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کے بعد اگر آقا فوت ہو گیا' اور اسی مدبرہ کے علاوہ اور کوئی مال نہ رہا تو اس مدبرہ کو اپنی دو تہائی قیمت میں یا کتابت کے کل مال میں سعایت کرنے کا اختیار ہوگا۔ اگر کسی نے اپنی مکاتبہ کو مدبرہ

بنا ڈالا تو یہ تدبیر درست ہوگی اسے اختیار ہوگا چاہے' تو کتابت پر رہے چاہے' تو اپنے آپ کو عاجز کر کے مدبرہ ہی رہے۔ اس کے بعد اگر وہ مکاتبہ رہی اور آقا فوت ہو گیا' اور اس کا' اور کوئی مال نہ تھا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسے اختیار ہوگا چاہے' تو کتابت کے دو تہائی میں سعایت کر لے۔ اگر چاہے' تو اپنی دو تہائی قیمت میں سعایت کر لے۔ مکاتب کا مال کے بدلے اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی عوض کے بدلے ہبہ کر لے' تو بھی درست نہیں۔ اگر وہ اپنے غلام کو مکاتب بنا دے' تو یہ جائز ہے۔ پھر اگر پہلے کی آزادی سے قبل ہی دوسرے نے ادائیگی کر دی تو اس کی ملکیت و میراث پہلے مکاتب کے آقا کی ہوگی۔ اگر دوسرے نے پہلے مکاتب کی آزادی کے بعد ادائیگی کی تو اس صورت میں اس کی ملکیت و میراث پہلے مکاتب کی ہوگی۔

کتاب الوَلاء

مسائل میراث

جب کسی آدمی نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو اس کی میراث اسی کے لئے ہوگی۔ عورت جو آزاد کرے' تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر اس نے اس کے سائبہ یعنی وَلاء کے بغیر ہونے کی شرط کی تو یہ شرط باطل ہوگی اور ولاء (میراث وملکیت) آزاد کرنے والے کی ہی ہوگی۔ جب مکاتب نے ادائیگی کر دی تو وہ آزاد ہوگا۔ اور اس کی ولاء آقا کی ہوگی اور اگر وہ آقا کے فوت ہو جانے کے بعد آزاد ہوا تو اب اس کی ولاء آقا کے ورثا کی ہوگی۔ جب آقا فوت ہو جائے' تو اس مدبر اور اس کی ام ولد آزاد ہو جائیں گے۔ ان کی ولاء بہرحال اسی کی ہوگی۔ جب کوئی اپنے کسی ذی رحم کا مالک ہو' تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ولاء مالک کی ہوگی۔ جب کسی آدمی کے غلام نے ایک اور آدمی کی لونڈی سے شادی کر لی۔ اس کے بعد اس آقا نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا' اور لونڈی اس غلام سے حاملہ تھی' تو لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہوں گے۔ اور حمل کی ولاء ماں کے مالک کی ہوگی۔ جو کسی وقت بھی اس سے منتقل نہیں ہوگی۔ اب اگر اس نے اپنی آزادی کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں بچے کو جنم دے دیا تو اس کی ولاء ماں کے مالک کی ہوگی۔ اس کے بعد اگر باپ آزاد کر دیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولاء کو کھینچ لے گا۔ اور وہ ماں کے مالک سے باپ کے مالک کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

اولاد کی ولاء

جس عجمی نے عرب کی آزاد کی گئی لونڈی سے شادی کی تو اس سے بچہ پیدا ہوا۔ طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولاد کی ولاء لونڈی کے آقا کی ہوگی۔ لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کی ولاء ان کے باپ کی ہوگی۔ اس لئے کہ نسب آباء کی جانب سے ہوتا ہے۔ آزاد ہونے والے آدمی کی ولاء قبضہ کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے بعد اگر آزاد ہونے والے کا کوئی نسبی رشتہ دار ہو تو ولاء کا وہی حقدار ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نسبی رشتہ دار نہ ہو تو اس کی میراث آزاد کرنے والے کے لئے ہی ہوگی۔ اگر مالک فوت ہو جائے اس کے بعد آزاد ہونے والا بھی فوت ہو جائے تو اس کی میراث اس کے مالک کے بیٹوں کے لئے تو ہوگی مگر بیٹیوں کے لئے نہیں اور عورتوں کے لئے یا ان کے آزاد کردہ کے آزاد کئے گئے یا ان عورتوں کے مکاتب کے لئے یا ان کے مکاتب کے مکاتب کے لئے یا ان کے مدبر کے لئے یا ان کے مدبر کے مدبر کے لئے میراث ہوگی۔ یا وہ ان عورتوں کے آزاد کیے گئے کی میراث یا ان کے آزاد کردہ کے آزاد کردہ کی ولاء (میراث) کھینچ لے گا۔

موالات

جب کسی آقا نے ایک بیٹا اور بیٹے کی ایک اولاد کو چھوڑا۔ تو آزاد ہونے والے کی میراث بیٹے کے لئے تو ہوگی۔ مگر بیٹے کی اولاد کے لئے نہیں ہوگی کیونکہ ولاء میراث بڑے کی ہی ہوتی ہے۔ جب کسی آدمی نے کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس سے موالات (یعنی میرے مرنے کے بعد تو میرے کل مال کا مالک ہوگا) کی کہ وہ اس کا وارث بنے گا۔ اور کسی زیادتی کا جرمانہ ادا کرے گا یا کسی اور کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس سے موالات کی تو یہ ولاء درست ہوگی۔ مگر تاوان (جرمانہ) اس کے مالک پر ہوگا۔ اگر وہ فوت ہو جائے اور اس کا کوئی بھی وارث نہ ہو تو اس کی

میراث اس کے مالک کی ہوگی۔ اگر اس کا کوئی وارث ہو تو وہ اس کے آقا سے اولیٰ ہوگا۔ اور آقا اپنی ولاء کسی اور کی جانب منتقل کر سکتا ہے۔ جب وہ اس کی جانب سے جرمانہ نہ دے چکا ہو۔ اگر وہ جرمانہ بھر چکا ہو تو پھر وہ اپنی ولاء کسی اور کی طرف منتقل نہیں کر سکے گا۔ اور کسی بھی مولیٰ سے آزاد ہونے والے کے لئے کسی سے موالات کرنا جائز نہیں ہے۔

کتاب الجنایات

فعل ممنوع اور اس کی اقسام

قتل کی پانچ قسمیں ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء، قتل جاری مجریٰ خطاء اور قتل بالسبب ہے۔

قتل عمد، تو یہ ہے کہ ہتھیار کے ساتھ یا جو چیز ہتھیار کے قائم مقام ہے اس کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی صورت میں مارنے کا قصد کرے۔ مثال کے طور پر جیسے دھاری دار لکڑی، پتھر اور آگ وغیرہ۔ اس کی سزا گناہ اور قصاص ہے۔ لیکن مقتول کے ورثاء معاف کر دیں تو قصاص نہیں ہوگا۔ گناہ بہرحال ہوگا۔ اور اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔

اور قتل شبہ عمد امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کے ساتھ جو نہ ہتھیار ہو، نہ ہتھیار کے قائم مقام ہو اس سے مارنے کا ارادہ کرے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ کسی ایسی شئے کے ساتھ مارنے کا ارادہ کرے۔ جس سے اکثر طور پر آدمی نہیں مرتا۔ اس کی سزا دونوں قولوں کے مطابق گناہ اور کفارہ ہے۔ اور اس میں قصاص نہیں بلکہ عاقلہ پر دیتِ مغلظہ ہے۔

قتل خطاء کی قسمیں

اور قتل خطاء کی آگے پھر دو قسمیں ہیں۔ خطاء فی القصد اور خطاء فی الفعل۔ خطاء فی القصد تو یہ ہے کہ کسی کو شکار سمجھ کر کے تیر مار دے۔ مگر وہ آدمی ہو اور خطاء فی الفعل یہ ہے وہ تیر مارے، تو نشانے پر ہی۔ مگر وہ کسی آدمی کے لگ جائے اس کی سزا کفارہ

ہے، اور عاقلہ پر دیت بھی لیکن اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور قتل جاری مجرائے خطاء کی مثال یہ ہے کہ سونے والا کسی دوسرے پر کروٹ لے کر گر پڑے۔ پس اس طرح وہ اسے قتل کر ڈالے۔ پس اس کا حکم قتل خطاء کا حکم ہوگا۔

رہ گیا قتل بالسبب تو وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی دوسرے کی ملک میں کنواں کھود رہا تھا یا پتھر رکھ رہا تھا۔ پس اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس صورت میں جب آدمی ضائع ہو جائے، تو اس کی سزا عاقلہ پر دیت ہوگی۔ مگر اس میں کفارہ نہیں ہوگا۔

ہر وہ ذات جس کے خون کی ہمیشہ حفاظت کی جاتی ہو۔ اسے قتل کرنے سے قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ اس وقت ہوگا جب کوئی اسے قصداً قتل کر دے۔ آزاد کے بدلے میں آزاد کو ہی قتل کیا جائے گا۔ اور غلام کے بدلے میں آزاد کو اور آزاد کے بدلے میں غلام کو اور غلام کے بدلے میں غلام کو قتل کیا جائے گا۔ اور ذمی کے بدلے میں تو مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ مگر امن حاصل کرنے والے کے بدلے میں نہیں، اور عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کیا جائے گا۔ لیکن آدمی کو اپنے بیٹے، غلام، مدبر، مکاتب اور بیٹے کے غلام کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ پر قصاص کا وارث ہو گیا تو وہ ساقط ہو جائے گا۔ اور قصاص کا مطالبہ صرف تلوار کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔

قتل مکاتب

جب کسی مکاتب کو ارادۃً قتل کر دیا جائے۔ اس کے آقا کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ ہو، تو اس کے لئے قصاص کا حق ہوگا یہ اس صورت میں ہوگا جب مکاتب نے کوئی مال نہ چھوڑا ہو۔ لیکن اگر وہ کچھ مال چھوڑ گیا ہو کوئی اس کا وارث بھی ہو جو آقا کے علاوہ ہو، تو وہ اگرچہ آقا کے ساتھ مل جائیں۔ پھر بھی انہیں قصاص کا حق نہیں ہوگا۔ جب رہن رکھا گیا غلام قتل کر دیا جائے، تو راہن اور مرتہن کے جمع ہونے تک قصاص واجب نہیں ہوگا۔ جس نے کسی کو قصداً زخمی کر دیا پس وہ بستر پر پڑ گیا۔ یہاں

تک کہ وہ فوت ہی ہو گیا تو اس پر قصاص واجب ہو گا۔

ارادۃً ہاتھ کاٹنا

جس نے ارادۃً جوڑ سے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اس کے بدلے میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ایسے ہی پاؤں' ناک کے حصے' اور کان کو کاٹ دینے پر بھی یہی حکم لگے گا۔ جس نے کسی کی آنکھ پر مارا' اور اسے نکال ہی دیا تو اس پر قصاص نہیں ہو گا۔ پھر اگر اس کی آنکھ تو قائم رہی لیکن اس کی روشنی جاتی رہی تو اس صورت میں اس پر اس کے لئے قصاص ہو گا۔ اور اس کے لئے شیشہ گرم کیا جائے گا۔ اور اس کے چہرے پر گیلی روئی رکھ کر وہ شیشہ اس کی آنکھ کے سامنے رکھ جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھ کی روشنی بھی چلی جائے۔ دانت میں اور ہر وہ زخم جس میں اس کی مماثلت ہو سکتی ہے قصاص ہے۔ مگر دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں کوئی قصاص نہیں ہے' اور جان کے علاوہ کسی چیز میں شبہ نہیں ہے۔ تو وہ عمد ہے یا خطا مرد اور عورت کے مابین جان کے ماسواء میں قصاص نہیں ہے' اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان کوئی قصاص ہے۔ مگر مسلمان اور کافر کے درمیان اعضاء میں قصاص واجب ہے۔ جس نے کسی کا جوڑ کے نصف سے ہاتھ کاٹ ڈالا یا پیٹ تک زخم لگا دیا پس وہ اس سے بری ہو گیا یعنی صحت پا گیا تو اس پر قصاص نہیں ہو گا۔

جس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اس کا ہاتھ بالکل صحیح حالت میں تھا' اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا اس کے ہاتھ کی انگلیاں ناقص ہوں تو جس کا ہاتھ کاٹا گیا اسے اختیار ہو گا۔ اگر چاہے' تو عیب دار ہاتھ کٹوا لے اس صورت میں اس کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی شئے نہ ہو گی اور اگر وہ چاہے' تو پوری دیت وصول کر لے۔ جس نے کسی کو زخمی کیا پھر زخم نے اس کے سر کی دونوں طرفوں سے گھیر لیا مگر اس زخم نے زخم لگانے والے کے سر کی دونوں طرفوں کو نہ گھیرا تو زخمی کو اختیار ہو گا چاہے' تو قصاص لے لے' اور اپنے زخم کی مقدار کے مطابق سر کی جس طرف سے پسند کرے شروع کر لے' اور

اگر چاہے تو کامل دیت وصول کر لے۔ زبان اور عضو تناسل کے کاٹنے میں قصاص نہیں، مگر حشفہ کاٹنے میں قصاص ہوگا۔ جب کسی قاتل نے مقتول کے ورثاء کے ساتھ کچھ مال پر صلح کر لی، تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور وہ مال کم ہو یا زیادہ واجب ہو گا۔ جب کسی شریک نے خون معاف کر دیا یا اپنے حصے کی طرف سے کسی عوض پر صلح کر لی تو باقی لوگوں کے قصاص کا حق بھی ساقط ہو جائے گا۔ مگر دیت میں سے ان کا حصہ ہوگا جب کسی ایک جماعت نے ایک آدمی کو قتل کیا تو ان تمام سے قصاص لیا جائے گا۔ جب کسی ایک نے ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد قتل ہونے والوں کے ورثاء آ گئے، تو اسے ان سب کے لئے قتل کیا جائے گا۔ اور ان کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی شئے نہ ہوگی۔ اگر ان میں سے کوئی ایک ہی آیا تو قاتل کو اس کی خاطر قتل کر دیا جائے گا۔ اور باقی لوگوں کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اور وہ آدمی جس پر قصاص واجب تھا فوت ہو گیا۔ تو وہ قصاص ساقط ہو جائے گا۔ جب دو آدمیوں نے کسی ایک کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو ان میں سے کسی پر بھی قصاص نہیں ہوگا بلکہ نصف دیت دونوں پر ہوگی۔ اگر کسی ایک آدمی نے دو آدمیوں کے داہنہ داہنہ ہاتھ کاٹ ڈالے، اور ان دونوں نے اسے آ لیا تو وہ دونوں یا تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے یا نصف دیت اس سے لے کر آپس میں برابر بانٹ لیں گے۔ اگر ان میں سے ایک آ گیا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دے گا۔ اور دوسرا اس سے نصف دیت لے لے گا۔ جب کسی غلام نے قتل عمد کا اعتراف کر لیا تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا۔ وہ آدمی جس نے ارادۃً کسی کو تیر مارا۔ وہ تیر اس آدمی سے آر پار ہو کر ایک دوسرے آدمی کو بھی جا لگا۔ اور وہ دونوں ہی فوت ہو گئے۔ تو اس صورت میں پہلے آدمی کے لئے، تو قصاص ہوگا۔ مگر دوسرے کے لئے اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔

کتاب الدّیات

وہ مال جو قتل پر یا جانی نقصان لیتے دیتے ہیں

جب کسی نے کسی آدمی کو شبہ عمد میں قتل کر دیا۔ تو اس کے عاقلہ پر دیتِ مغلظہ ہو گی اور قتل کرنے والے پر کفارہ بھی ہو گا۔ اور شبہ عمد کی دیت شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار طرح سے ایک سو اونٹ ہے۔ چار طرح سے ایسے کہ پچیس بنتِ مخاض اور پچیس بنتِ لبون' پچیس حقے' اور پچیس جذع ہوں گے' اور دیت مغلظہ اونٹوں میں ہی ہوتی ہے۔ اگر اونٹوں میں دیت دینے کے علاوہ دیت دی تو وہ مغلظہ نہیں ہو گی۔

قتلِ خطاء میں عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے' اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ قتل خطاء کی دیت پانچ طرح کے سو اونٹ ہیں۔ بیس بنتِ مخاض' بیس ابن مخاض بیس بنت لبون' بیس حقے' اور بیس جذعے ہوں گے۔ سونے سے ایک ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درہم ہوں گے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیت صرف انہی تین قسموں سے ثابت ہوتی ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان تین قسموں کے علاوہ گائیوں سے دو سو گائیاں' بکریوں سے دو ہزار بکریاں اور حلوں سے دو سو حلے ہوں گے' اور ہر حلہ دو کپڑوں کا ہو گا۔ مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔

جان میں ناک کے نرمہ میں زبان اور عضو تناسل میں اور جب سر پر کسی کے ضرب لگانے سے عقل جاتی رہی۔ تو اس میں بھی دیت ہو گی۔ ڈاڑھی جب مونڈھی گئی پھر دوبارہ آ گئی تو اس میں' سر کے بالوں میں' ابروؤں میں' دونوں آنکھوں میں' دونوں ہاتھوں میں' دونوں پاؤں میں' دونوں کانوں میں' دونوں ہونٹوں میں اور دونوں خصیوں

میں بھی دیت ہوگی۔ عورت کے دونوں پستانوں میں بھی دیت ہے' اور ان اشیاء میں ہر ایک میں نصف دیت ہوگی۔ دونوں آنکھوں کی پلکوں میں بھی دیت ہے' اور ان چار میں سے ایک میں چوتھائی دیت ہوگی اور دونوں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی کے بدلے میں دیت کا دسواں حصہ ہوگا۔ اور تمام انگلیاں برابر ہیں۔ ہر وہ انگلی جس میں تین گرہیں ہوں۔ پس اس کی ایک گرہ میں انگلی کی تہائی دیت ہوگی۔ جس انگلی میں دو گرہیں ہوں گی اس کی ایک گرہ میں انگلی کی نصف دیت ہوگی۔ ہر دانت میں پانچ اونٹ دیت ہے۔ دانت اور داڑھیں سب برابر ہیں۔ جس نے عضو پر مارا پس اس کی منفعت جاری رہی تو اس میں پوری دیت ہوگی۔ جس طرح اس کے کاٹ دینے میں پوری دیت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہاتھ جب شل ہو جائے' اور آنکھ جب اس کی روشنی چلی جائے' تو اس کی منفعت جاتی رہتی ہے۔

اقسام زخم

زخم دس طرح کے ہیں۔ حارصہ' دامعہ' دامیہ' باضعہ' متلاحمہ' سمحاق' موضحہ' ہاشمہ' منقلہ اور آمہ زخم ہے۔

پس موضحہ زخم اگر جان بوجھ کر ہو' تو اس میں قصاص ہوگا۔ باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے' اور وہ زخم جو موضحہ سے کم ہوں۔ ان میں ایک انصاف پسند آدمی کا فیصلہ حتمی بات ہوگا۔ اور موضحہ زخم اگر غلطی سے ہو' تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ ہوگا۔ اور ہاشمہ زخم میں دسواں حصہ اور منقلہ زخم میں دسواں اور بیسواں حصہ ہوں گے اور آمہ زخم میں تہائی دیت ہوگی۔ اور جائفہ زخم میں بھی تہائی دیت ہوگی۔ اس کے بعد اگر یہ زخم آر پار ہو گیا تو یہ دو جائفے ہو جائیں گے' اور ان میں دو تہائی دیت ہوگی۔

ایک ہاتھ کی انگلیاں کٹنے میں نصف دیت ہے۔ اگر انگلیاں ہتھیلی سمیت کٹیں تو اس صورت میں بھی نصف دیت ہی ہوگی۔ اگر کسی نے نصف کلائی تک انگلیاں کاٹ

دیں تو انگلیوں میں ہتھیلی تک تو نصف دیت ہو گی۔ مگر کلائی میں ایک عادل کا فیصلہ ہو گا۔ اور زائد انگلی کی صورت میں بھی ایک عادل کا فیصلہ ہو گا۔ بچے کی آنکھ' زبان اور اس کے عضو خاص میں بھی جب ان کی صحت کا علم نہ ہو سکے ایک عادل کا فیصلہ ہی ہو گا۔ وہ جس نے کسی آدمی کے سر پر زخم لگا دیا۔ جس سے اس کی عقل یا سر کے بال ختم ہو گئے۔ تو اس صورت میں دیت میں موضحہ زخم کی دیت بھی داخل ہو جائے گی۔ اگر اس کی قوتِ ساعت یا بینائی یا قوتِ گویائی بھی چلی گئی تو اس پر دیت کے ساتھ موضحہ کی دیت بھی واجب ہو گی۔ وہ آدمی جس نے ایک آدمی کی انگلی کاٹ دی۔ اس کے بعد اس کے ساتھ والی انگلی بھی سوکھ گئی۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیت ہو گی' قصاص نہیں ہو گا۔ وہ آدمی جس نے کسی کا دانت اکھاڑ دیا' یا اس کی جگہ اور دانت نکل آیا تو دیت ساقط ہو جائے گی۔ وہ آدمی جس نے کسی کو زخم لگا دیا پھر وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس کا نشان بھی نہ رہا وہاں بال اُگ آئے' تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیت ساقط ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر تکلیف اٹھانے کا جرمانہ ہو گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پٹی کرنے والے کی اجرت ہو گی۔ وہ آدمی جس نے کسی کو زخمی کر دیا تو اس کے صحت یاب ہونے تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ وہ آدمی جس نے کسی کا ہاتھ غلطی سے کاٹ ڈالا۔ پھر غلطی سے ہی اس آدمی کے صحت یاب ہونے سے قبل ہی اسے قتل کر ڈالا تو اس پر اس کی دیت ہو۔ مگر ہاتھ کی دیت ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر اس نے اسے اچھا ہو جانے کے بعد قتل کیا تو پھر اس پر دو دیتیں ہوں گی ایک جان کی دیت اور دوسری ہاتھ کی دیت ہو گی۔

کنواں کھود لیا پتھر رکھا

ہر وہ قتل عمد جس میں شبہ کی بناء پر قصاص ساقط ہو جائے' تو پس دیت قتل کرنے والے کے مال میں ہو گی۔ جو دیت صلح کرنے میں واجب ہو' وہ بھی قاتل کے مال

میں ہی ہوگی۔ اگر باپ نے قصداً بیٹے کو مار ڈالا تو تین سال کے عرصہ میں اس کے مال میں دیت واجب ہوگی۔ ہر وہ ظلم وزیادتی جس کی جنایت کرنے والا اعتراف کرے تو وہ جنایت اسی کے مال میں سے پوری ہوگی اور اس کے عاقلہ پر تصدیق نہیں کی جائے گی۔ بچے اور دیوانے کا عمد خطاء ہوگا۔ اور اس میں دیت ان کے عاقلہ پر ہوگی وہ آدمی جس نے مسلمانوں کے راستے میں کوئی کنواں کھودا' یا کوئی پتھر رکھ دیا جس سے کوئی جان سے ہاتھ دو بیٹھا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اگر اس سے کوئی جانور ضائع ہو گیا تو اس کا جرمانہ اس کے مال میں سے ہی ہوگا۔ اگر راستے کی طرف کوئی جنگلہ یا پرنالہ نکالا اس کے کسی آدمی پر گر جانے سے وہ آدمی ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اگر کسی نے اپنی مِلک میں کنواں کھودا کوئی آدمی اس میں گر کر فوت ہو گیا تو اس پر اس کا کوئی جرمانہ یا تاوان وغیرہ نہ ہوگا۔

سواری کا سوار جسے اس کی سواری کچل دے وہ اس کا جرمانہ بھرے گا۔ ایسے ہی جسے اس کی سواری ہاتھ مار دے یا منہ سے کاٹ کھائے' تو وہ اس کا بھی ضامن ہوگا۔ لیکن جسے اس کی سواری نے ٹانگ ماری اس کا وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ اگر سواری نے رستے میں لید یا پیشاب کیا۔ اس سے کوئی ہلاک ہو گیا' تو وہ اس کا بھی ذمہ دار یا ضامن نہیں ہوگا۔ سواری کو ہانکتے ہوئے جسے اس سواری کا ہاتھ یا پاؤں لگ جائے' تو اسے ہانکنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ ایسے ہی سواری کو کھینچتے ہوئے کسی کو اس کا ہاتھ لگا تو اسے کھینچنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ مگر پاؤں لگنے کی صورت میں وہ ضامن نہیں ہو گا۔ وہ آدمی جو اونٹوں کی قطار پکڑ کر لے جائے۔ تو جسے وہ اونٹ مار دیں وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اگر اس کے ہانکنے والا بھی ہوگا تو وہ جرمانہ ان دونوں پر ہوگا۔

اگر کسی غلام نے غلطی سے کوئی ظلم وزیادتی کر دی۔ تو اس کے مالک سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کے بدلے میں غلام دے دو۔ یا اس کے بدلے میں جرمانہ ادا کر دو۔ اگر وہ غلام دے دے تو جنایت کا ولی اس غلام کا مالک ہو جائے گا۔ اگر فدیہ

دے تو وہ اس جرمانے کا فدیہ دے گا۔ اس کے بعد غلام نے اگر پھر کوئی جنایت ظلم و زیادتی کر دی تو اس دوسری جنایت کا حکم پہلی کی طرح ہوگا۔ اگر غلام نے دو جنایتیں کر دیں۔ تو اس کے مالک سے کہا جائے گا کہ دونوں جنایتوں کے ولیوں کو غلام دے دو۔ جسے وہ اپنے اپنے حق کے مطابق تقسیم کر لیں گے یا پھر دونوں کے نقصان کا پورا پورا جرمانہ ادا کر دو اگر آقا نے غلام کو فروخت کر دیا اور اسے غلام کی زیادتی کا علم نہ تھا تو غلام کی قیمت کا اور اس کے تاوان سے کم کا ضامن ہوگا۔ اگر اس نے جنایت کا علم ہو جانے کے بعد اس غلام کو فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا تو مالک پر دیت واجب ہو گی۔ اگر مدبر یا ام ولد نے کوئی جنایت کر دی تو مالک ان کی قیمت کا اور ان کے جرمانے سے کم کا ضامن ہوگا۔ اگر ان میں سے کسی نے پھر جنایت کر دی اور آقا قاضی کے حکم سے اس کی پہلی جنایت والے کی قیمت ادا کر چکا تھا تو آقا پر کوئی شئے واجب نہیں ہوگی۔ پس دوسری جنایت کا ولی پہلی جنایت کے ولی کا پیچھا کرے گا۔ اور جو کچھ اس نے لے رکھا ہے۔ وہ بھی اس میں شامل ہو جائے لیکن اگر آقا نے قاضی کے حکم اور فیصلہ کے بغیر قیمت ادا کی تھی تو اس صورت میں دوسری جنایت کا ولی بااختیار ہوگا چاہے تو آقا کا دامن پکڑے۔ اگر چاہے تو پہلی جنایت کے ولی کا پیچھا کرے۔

دیوار سوار اور نقصان

اگر کوئی دیوار مسلمانوں کے راستے کی طرف الٹ گئی جھک گئی۔ اس کے مالک سے اس کے اکھاڑنے ادھیڑنے کا مطالبہ کیا گیا اور اس بات پر گواہی قائم کر لی گئی اور اتنی مدت کہ جس میں اسے توڑا جا سکتا تھا۔ اس نے اسے نہ توڑا۔ یہاں تک کہ وہ گر گئی۔ اس دیوار کے ادھیڑنے کا مطالبہ مسلمان نے کیا تھا یا ذمی نے اس کے گرنے سے جان یا مال میں سے جو نقصان ہوا ہو۔ دیوار کا مالک اس کا جرمانہ ادا کرے گا۔ اگر وہ دیوار کسی مکان کی طرف جھکی ہو تو خاص کر مالک مکان کو مطالبہ کا حق ہوگا۔ اگر

دو سوار آپس ٹکرا کر ہلاک ہو جائیں۔ تو ان میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہو گی۔ کسی نے غلطی سے کسی غلام کو مار ڈالا' تو اس پر اس غلام کی قیمت واجب ہو گی۔ جو دس ہزار درہموں سے زائد نہیں ہو گی۔ پھر اگر اس کی قیمت دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ ہو' تو قاتل پر دس کم دس ہزار درہم کا حکم لگایا جائے گا۔ اور لونڈی میں جب کہ اس کی قیمت زیادہ ہو' تو دیت سے دس درہم کم پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے۔ غلام کے ہاتھ میں اس کی آدھی قیمت ہوتی ہے۔ جو پانچ درہم کم پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہو گی اور ہر وہ مقدار جو آزاد کی دیت سے مقرر کی گئی ہے۔ وہی غلام کی قیمت سے بھی مقرر ہو گی۔

کسی نے عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی۔ عورت نے مردہ بچے کو گرا دیا' تو اس پر غرہ (یعنی غلام' لونڈی یا پانچ سو درہم) واجب ہو گا۔ اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اگر اس عورت نے زندہ بچے کو گرایا' اس کے بعد وہ مر گیا تو اس پر کامل دیت ہو گی۔ اگر عورت نے مردہ بچہ گرایا۔ پھر اس کی ماں بھی فوت ہو گئی' تو اس پر دیت اور غرہ دونوں واجب ہوں گے۔ اگر ماں فوت ہو گئی اس کے بعد اس نے مردہ بچے کو گرایا تو اس صورت میں اس پر کچھ نہیں ہو گا۔ جنین کے معاملہ میں جو کچھ واجب ہو۔ وہ اس کے ورثاء کا ہو گا۔ لونڈی کا بچہ جب کہ وہ لڑکا ہو' تو اس میں اس پر اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہو گا۔ اگر زندہ ہو اور لڑکی تو پھر قیمت کا دسواں حصہ ہو گا۔ اور بچہ گرانے میں کوئی کفارہ نہیں ہے۔ قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ نہ پائے' تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے ہوں گے۔

باب القسامۃ

اللہ عزوجل کی قسم اُٹھانا

جب کوئی مقتول کسی محلہ میں پایا گیا' اور اس کے قاتل کا علم نہ ہو سکا تو پچاس آدمی جنہیں ولی پسند کرے ان سے قسم لی جائے گی۔ اس طرح کہ وہ کہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے نہ تو اسے قتل کیا ہے' اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ جب وہ قسم اٹھالیں تو اہلِ محلہ پر دیت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ولی سے قسم نہیں لی جائے گی اور نہ ہی اس پر جنایت کا حکم لگایا جائے گا۔ اگرچہ وہ قسم اٹھا بھی لے۔ اگر ان میں سے کوئی قسم سے انکاری ہو' تو اس کے قسم دینے تک اسے قید کر دیا جائے گا۔ اگر اہل محلہ پورے نہ ہوں تو ان پر قسم دوبارہ کرائی جائے گی۔ یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جائیں۔ قسم کرانے میں بچہ' پاگل عورت اور غلام داخل نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی ایسا مردہ پایا گیا جس پر کوئی نشان وغیرہ نہیں تو قسم نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی دیت ہوگی۔ اگر اس کی ناک' مقام براز یا منہ سے خون بہہ رہا ہو' تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر اس کی آنکھوں یا کانوں سے خون نکل رہا ہو' تو وہ مقتول ہوگا۔ جب مقتول سواری پر جسے کوئی ہانک رہا تھا پایا گیا۔ تو دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی نہ کہ محلے والوں پر۔ جب مقتول کسی کے گھر میں پایا گیا تو گھر والے دیت پر ہوگی اور دیت اس کے عاقلہ پر ہونے کی صورت میں قسم کرانے میں مالکوں کے ہوتے ہوئے کرائے دار شامل نہیں ہوں گے۔ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ قسامت اہل نظر پر ہوگی۔ نہ کہ خریداروں پر ہوگی۔ اگرچہ ان میں سے ایک ہی باقی ہو۔ اگر مقتول کشتی میں پایا گیا تو جو کشتی میں

ہیں یعنی سواریاں اور ملاح قسامت ان پر ہوگی۔ اگر مسجد میں پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت ہوگی۔ اگر جامع مسجد یا شارع پر پا گیا تو اس میں قسامت تو نہیں ہوگی۔ مگر دیت ہوگی اور وہ دیت بیت المال (سرکاری خزانے) پر ہوگی۔ اگر ایسے جنگل میں پایا گیا جس کے قریب کوئی آبادی نہیں تو وہ بے کار ہی ہوگا اس کا کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اگر دو دیہاتوں کے درمیان پایا گیا تو قسامت اس دیہات پر ہوگی۔ جو ان میں سے زیادہ قریب ہے اگر نہر فرات میں ایسی حالت میں پایا گیا کہ اس پر پانی بہہ رہا تھا تو وہ ضائع جائے گا۔ اگر کنارے پر رکا ہوا پایا گیا تو جو گاؤں اس جگہ سے زیادہ قریب ہو گا۔ قسامت اس پر ہی ہوگی اگر ولی نے خاص طور پر کسی ایک محلے دار پر قتل کا دعویٰ کیا تو بھی ان سے قسم لینا ساقط نہ ہوگا۔ اگر محلے دار کے علاوہ کسی پر دعویٰ کیا تو محلے والوں سے قسامت ساقط ہو جائے گی۔ اگر قسم طلب کرنے والا کہے کہ اسے فلاں نے قتل کیا ہے، تو اس سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ وہ یوں کہے کہ "اللہ کی قسم میں نے نہ تو اسے قتل کیا ہے، اور نہ مجھے فلاں آدمی کے علاوہ اس کے قاتل کا کوئی علم ہے"۔ جب محلے داروں میں سے دو آدمی محلے داروں کے علاوہ کسی ایک آدمی پر گواہی دے دیں کہ قتل اس نے کیا ہے۔ تو ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

کتاب المعاقل

خون بہا دینے والے

قتل شبہ عمد اور قتل خطاء میں دیت ہوگی اور ہر وہ دیت جو نفس قتل کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔ وہ عاقلہ پر ہوتی ہے' اور عاقلہ اہل دیوان ہوتے ہیں۔ اگر قاتل اہل دیوان میں سے ہو' تو تین سالوں میں ان کے وظائف سے دیت لی جائے گی۔ اس کے بعد اگر وظائف تین سال سے کم یا زائد میں نکلیں تو جو اہل دیوان میں سے نہیں ان سے وصول کر لی جائے گی۔ اس کے عاقلہ اس کے کنبے والے ہوں گے ان پر تین سال میں کوئی قسط مقرر کر دی جائے گی۔ ایک سال میں ایک آدمی چار درہم سے زیادہ مقرر نہیں کیے جائیں گے اور یا وہ ہر سال میں ایک درہم اور دو دانق (سات رتی کا وزن ہوتا ہے) ہوں گے' اور چار درہموں سے کم بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر قبیلہ والوں کو اتنی توفیق و استطاعت نہ ہو' تو قریب کے قبیلے والے بھی ساتھ ملا لئے جائیں گے۔ اور عاقلہ کے ساتھ قاتل بھی شامل ہوگا۔ پس وہ بھی دیت کی ادائیگی میں عاقلہ میں سے ایک آدمی کی طرح ہی ہوگا۔ آزاد ہونے والے سے عاقلہ اس کے آقا کے قبیلے والے ہوں گے موالات کے مولا کی طرف سے اس کا مولا' مالک اور قبیلہ دیت دے گا۔ اور عاقلہ دیت کے بیسویں حصے سے کم کے متحمل نہیں ہوتے بلکہ وہ دسویں حصے یا اس سے زیادہ کے متحمل ہوتے ہیں اور جو اس سے کم ہو وہ جنایت کرنے والے کے مال سے پورا ہوگا۔ عاقلہ غلام کی جنایت کی دیت نہیں دیتے' اور

نہ ایسی جنایت کی دیت دیتے ہیں۔ جس کا کرنے والا اقرار کر لے مگر صرف اس صورت میں کہ وہ اس کی تصدیق کر دیں اور جو کچھ صلح کی وجہ سے لازم ہو اس کی دیت بھی وہ نہیں دیتے جب کسی آزاد نے کسی غلام پر غلطی سے کوئی زیادتی کر ڈالی تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

۱ اہل دیوان = عدالتی لوگ، دفتری لوگ جن کا تعلق حکومت سے ہو۔ امراء

کتاب الحدود

افعال قبیحہ سے مانع سزائیں

زناء بینہ اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے۔ بینہ یہ ہے کہ چار گواہ کسی مرد یا عورت پر زناء کی گواہی دیں۔ پس امام ان سے زناء کے بارے میں سوال کرے گا کہ زناء کیا ہوتا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ کیا کیا؟ کب کیا؟ کس سے کیا؟ جب وہ اس کی وضاحت کر دیں اور کہیں ہم نے اسے فرج میں وطی کرتے ہوئے دیکھا۔ بالکل اس طرح جیسے سرمے دانی میں سرچو ہوتا ہے اس کے بعد قاضی نے ان کا حال معلوم کر لیا۔ پس انہیں پوشیدہ طور پر اور واضح طور پر عادل انصاف کرنے والا بنایا جائے گا۔ پھر قاضی ان کی گواہی کے مطابق حکم لگا دے گا۔ اور اقرار یہ ہے کہ ایک عاقل، بالغ آدمی خود اپنی ذات پر اپنی مجالس میں سے چار مجلسوں میں چار مرتبہ زناء کا اعتراف کرے۔ جب وہ اقرار کرلے، تو قاضی اسے نہ مانے رد کردے۔ جب چار مرتبہ اس کا اقرار مکمل ہو جائے، تو قاضی اس سے پوچھے کہ زناء کیا ہوتا ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ اس نے زناء کہاں کیا؟ اور کس سے کیا؟ جب وہ یہ بیان کر دے، تو اس پر حد لازم ہو جائے گی۔ پھر اگر زناء کرنے والا شادی شدہ ہوگا تو وہ اس کے مرجانے تک اسے سنگسار کریں گے۔ پہلے امام کرے گا اس کے بعد عام لوگ کریں گے۔ اگر گواہ ہی اسے سنگسار کرنے کا آغاز کرنے سے رک جائیں گے، تو حد ساقط ہو جائے گی۔ پھر اگر زناء کرنے والا اقرار کرنے والا ہو، تو امام اسے سنگسار کرنا شروع کرے گا۔ اس کے بعد باقی لوگ اسے سنگسار کریں گے۔ اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا۔ اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ اگر شادی شدہ نہ ہو، تو اس کی حد دو سو

کوڑے ہوں گے۔ امام ایسا کوڑہ جس میں گرہ نہ ہو درمیانی ضرب سے مارنے کا حکم دے گا۔ اس کے کپڑے اتار لئے جائیں گے اور اس کے چہرے اور شرمگاہ کے علاوہ اس کے جسم پر مختلف جگہوں پر مارا جائے گا۔ اگر وہ غلام ہو تو بالکل ایسے ہی اسے پچاس کوڑے لگیں گے۔

رجوع کی تلقین

پھر اگر اقرار کرنے والا حد جاری ہونے سے قبل یا درمیان میں اپنے اقرار سے پھر جائے' تو اس کا پھرنا قبول کیا جائے گا۔ اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور امام کے لئے اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرنا مستحب ہے' اور یہ کہنا بھی امام کے لئے مستحب ہے کہ شاید تو نے چھوا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا۔ مرد اور عورت اس معاملہ برابر ہیں۔ مگر اس صورت کے علاوہ کہ عورت کے کپڑے پوستین اور موٹے کپڑوں کے علاوہ اس کے باقی کپڑے نہیں اتارے جائیں گے' اور عورت کو سنگسار کرنے کے لئے گڑھا کھودنا جائز ہے۔ کوئی مالک امام کی اجازت کے بغیر اپنے غلام اور لونڈی پر حد جاری نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی گواہ حکم لگا دینے کے بعد رجم کرنے سے قبل گواہی سے پھر جائیں تو گواہوں کو حد لگائی جائے گی اور جس پر انہوں نے گواہی دی تھی اس سے رجم ساقط ہو جائے گا۔ اگر کوئی گواہ رجم کرنے کے بعد پھر گیا تو اس صورت میں صرف پھرنے والے کو حد لگائی جائے گی اور وہ چوتھائی دیت کا تاوان بھی ادا کرے گا۔ اگر گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو تو سب کو حد لگائی جائے گی۔ رجم کے لئے کسی کا محصن ہونا یہ ہوگا کہ زناء کرنے والا آزاد ہو' عقل مند ہو' بالغ ہو' مسلمان ہو اور اس نے کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے جماع بھی کیا ہوا ہو۔ اس صورت میں وہ دونوں محصن ہوں گے۔

مریض اور زناء

محصن میں کوڑے لگانے' اور رجم کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ اور کنوارے میں

کوڑے لگانے' اور جلا وطن کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ لیکن امام اس میں کوئی بہتری دیکھ رہا ہو' تو پھر یہ صحیح ہو گا۔ پس امام اسے اپنی مرضی کے مطابق سزا دے گا۔ جب کسی مریض نے زناء کیا جس کی حد رجم کرنا ہے' تو اسے رجم کر دیا جائے گا۔ اگر اس کی حد کوڑے ہوں تو اس کے صحت یاب ہونے تک اسے کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔

جب حاملہ نے زناء کر لیا تو اسے وضع حمل تک حد نہیں لگائی جائے گی۔ اگر اس کی حد سو کوڑے ہوں تو پھر اس کے نفاس سے پاک ہونے تک اگر اس کی حد رجم کرنا ہو' تو پھر اسے حالت نفاس میں ہی رجم کر دیا جائے گا۔ اگر گواہوں نے کسی پرانی حد میں گواہی دی کہ اس حد کو قائم کرنے سے ان کا امام سے دور ہونا مانع تھا تو خاص کر حد قذف کے علاوہ ان کی گواہی قبول نہ ہو گی۔ جس نے اجنبیہ عورت سے اس کی فرج کے علاوہ اس سے وطی کر لی تو اسے سزا دی جائے گی۔ جس نے اپنے بیٹے یا پوتے کی لونڈی سے وطی کر لی۔ اگر چہ وہ یہ بھی کہتا ہو کہ مجھے علم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے' تو بھی اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔ اگر کسی نے اپنے باپ' ماں یا بیوی کی لونڈی سے وطی کر لی یا کسی غلام نے اپنے مالک کی لونڈی سے وطی کر لی اور وہ یہ بھی کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے' تو اسے حد لگائی جائے گی۔ اگر کہے کہ میں اسے اپنے لئے حلال سمجھتا تھا تو پھر اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ جس نے اپنے بھائی یا چچے کی لونڈی سے وطی کر لی اور کہا کہ میں اسے اپنے لئے حلال سمجھتا تھا تو اسے حد لگائی جائے گی۔ وہ جس کی طرف سہاگ رات کو اس کی عورت کے علاوہ اور عورت بھیج دی گئی اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی اور اس نے اس سے صحبت کر لی تو اسے حد نہیں لگے گی۔ مگر اس پر مہر ہو گا۔ کسی نے اپنے بستر پر کوئی عورت پا کر اس سے وطی کر لی تو اس پر حد جاری ہو گی۔

جس نے کسی ایسی عورت سے شادی کی۔ جس سے اس کا نکاح حلال نہیں' اور اس سے وطی بھی کر لی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہو گی۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر حد لگے گی۔ جس نے عورت کے ساتھ ناپسندیدہ' مکروہ جگہ میں وطی کی یا قوم لوط علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا عمل کر لیا تو

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ زناء کی طرح ہی ہے۔اس لئے اسے حد لگائی جائے گی جس نے چوپائے کے ساتھ وطی کر ڈالی تو اس پر حد نہیں ہوگی۔جس نے دارالحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں زناء کیا پھر ہمارے پاس آ گیا تو اس پر حد نہیں جاری ہوگی۔

باب حد الشرب

شراب کی سزا

جس نے شراب پی۔ اس کی بدبو بھی آ رہی تھی کہ وہ پکڑا گیا۔ گواہوں نے اس کے خلاف گواہی بھی دی یا اس نے خود اعتراف کر لیا' اور بو بھی آ رہی تھی تو اس پر حد جاری ہو گی۔ اگر اس نے بدبو ختم ہونے کے بعد اقرار کیا' تو اسے حد نہیں لگے گی۔ جو پینے کی وجہ سے نشے میں ہو اس پر حد لگے گی۔ جس سے شراب کی بدبو آ رہی ہو یا جو شراب کی قے کرے اس پر حد نہیں لگے گی اور نشئی کو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا یہ نشہ نبیذ کی وجہ سے ہے اور اس نے اپنی خوشی سے پی ہے۔ اسے نشے کے اترنے تک حد نہیں لگائی جائے گی۔ آزاد آدمی کے لئے شراب اور نشے کی حد اسّی کوڑے ہیں۔ جو جسم کے مختلف حصوں پر لگائے جائیں گے جس طرح کہ ہم نے زناء کی حد میں بیان کر دیا ہے۔ اگر غلام ہو' تو اس کی حد چالیس کوڑے ہوں گے۔ جس نے شراب یا نشہ کرنے کا' پینے کا اقرار کیا۔ پھر اس سے پھر گیا' تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ دو گواہوں کی گواہی کے ساتھ یا اس کے ایک مرتبہ اقرار کر لینے کی وجہ سے شراب پینے کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہو گی۔

باب حد القذف

تہمت لگانے کی سزا

جس نے کسی محصن مرد یا عورت پر واضح طور پر زناء کی تہمت لگا دی اور جس پر تہمت لگی اس نے حد کا مطالبہ بھی کر دیا تو حاکم اس پر جسم کے مختلف حصوں پر اگر وہ آزاد ہو تو اسی کوڑے لگاتے ہوئے حد جاری کرے گا۔ اور اسے ننگا نہیں کیا جائے گا۔ مگر اس کے اوپر سے پوستین اور روئی سے بھرا ہوا کپڑا اتار لیا جائے گا۔ اگر غلام ہو تو اسے چالیس کوڑے لگیں گے اور محصن ہونا یہ ہے کہ جس پر تہمت لگی ہو وہ آزاد عقل مند بالغ اور مسلمان ہو اس کا دامن زناء سے پاک ہو جس نے کسی کے نسب کی نفی کی پس کہا کہ تو اپنے باپ نہیں یا یہ کہا کہ اے زانیہ عورت کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ وفات پا گئی ہو۔ پس بیٹا ماں کی حد کا مطالبہ کر دے تو تہمت لگانے والے کو حد لگائی جائے گی۔ میت کی طرف کوئی حد لگانے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ مگر صرف وہ آدمی کر سکتا ہے کہ تہمت کی وجہ سے جس کے نسب میں فرق آتا ہو۔ جس پر تہمت لگے وہ جب محصن ہو تو اس کے بیٹے اور غلام کے لئے حد کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور کسی غلام کے لئے اپنے مالک پر اپنی آزاد والدہ پر تہمت لگانے کی حد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس نے تہمت لگانے کا اعتراف کر لیا اس کے بعد پھر اعتراف سے پھرنا چاہے تو اب اس کا یہ رجوع قبول نہیں کیا جائے گا۔ جس کسی نے عربی کو اے نبطی کہہ دیا۔ اس پر حد نہیں لگے گی۔ جس نے کسی سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو وہ تہمت لگانے والا شمار نہیں ہوگا۔ جب کسی نے کسی کو اس کے چچا، ماموں یا ماں کے شوہر کی

طرف منسوب کر دیا تو وہ بھی قاذف نہیں ہوگا۔ جس نے اپنی ملک کے علاوہ میں حرام کا ارتکاب کرتے ہوئے وطی کر لی تو اس پر تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔ اور یونہی کسی بچے کی وجہ سے لعان کرنے والی عورت پر تہمت لگانے والے کو بھی حد نہیں لگے گی۔

جس نے لونڈی، غلام یا کافر پر زناء کی تہمت لگا دی یا کسی مسلمان پر زناء کے علاوہ کوئی اور تہمت لگا دی۔ پس اس نے اسے کہا اے فاسق، اے کافر یا اے خبیث کہا۔ تو اسے سزا دی جائے گی۔ اگر اے گدھے، اے سور کہا تو پھر اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے، اور کم سے کم تین کوڑے ہوتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک بھی ہو سکتی ہے، اور اگر امام تعزیر میں کوڑے لگانے کے ساتھ ساتھ قید کرنا بھی مناسب سمجھے، تو کر سکتا ہے۔ سب سے زیادہ شدت وسختی والی سزا تعزیر کی ہی ہے۔ پھر زناء کی حد ہے، پھر شراب کی حد ہے، اور اس کے بعد تہمت لگانے کی سزا آتی ہے۔ جسے امام نے سزا دی، یا حد لگائی اور وہ فوت ہو گیا۔ تو اس کا خون معاف ہوگا جب کسی مسلمان پر زناء کی تہمت لگائی گئی تو وہ اگرچہ توبہ بھی کر چکا ہو۔ اس کی گواہی ساقط ہو جائے گی۔ اگر کسی کافر پر زناء کی تہمت لگائی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی قابلِ قبول ہوگی۔

کتاب السرقہ وقطّاع الطریق

چوری اور رہزنی

جب عاقل، بالغ دس درہم یا وہ شئے جس کی قیمت دس درہم ہو۔ وہ درہم سکہ دار ہوں یا سکہ دار نہ ہوں۔ وہ انہیں کسی ایسی محفوظ جگہ سے چرا لے۔ جس میں کوئی شک نہ ہو تو اس کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا۔ اس معاملے میں غلام اور آزاد برابر ہیں۔ ہاتھ کاٹنا دو گواہوں کے گواہی دینے سے یا اس کے خود ایک مرتبہ اعتراف کر لینے سے واجب ہوگا۔ جب کسی چوری میں پوری ایک جماعت شامل ہو اور ان میں سے ہر ایک کو دس درہم ملیں، تو اس صورت میں تو ان کے ہاتھ کٹیں گے۔ اگر انہیں اس سے کم رقم ملے، تو پھر ان کے ہاتھ نہیں کٹیں گے۔

معمولی اور مباح

جو اشیاء معمولی اور مباح دارالاسلام میں پائی جاتی ہیں۔ ان کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مثلاً لکڑی، گھاس، مچھلی اور شکار وغیرہ اور نہ ہی ایسی اشیاء میں ہاتھ کٹے گا جو جلد خراب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً تر میوہ جات، دودھ، گوشت، تربوز، درختوں پر لگے میوے، اور وہ فصل جو کاٹی نہ گئی ہو۔ بے خود کرنے والی شرابوں میں، باجے میں، قرآن پاک کی چوری میں اگرچہ اس پر سونے کا کام کیا گیا ہو، سونے چاندی کی صلیب میں، شطرنج میں اور نرد کے چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کم عمر آزاد بچہ اگرچہ اس پر زیور بھی ہو اور بڑے غلام کو بھی چرانے والے کا ہاتھ نہیں کٹے گا۔ نابالغ غلام چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کسی دفتر کے حساب کو چرانے والے کے علاوہ

کسی دفتر کو چرانے سے ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کتا' چیتا' دف' ڈھول اور سارنگی چرانے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ساگوان یا ساگون' نیزے کی لکڑ' آبنوس اور صندل چرانے پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ جب لکڑی سے برتن اور دروازے بنا لئے گئے تھے' تو اب ان کے چرانے پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ خائن مرد اور خائنہ عورت' کفن چور' لٹیرے' اچکے کا جو بیت المال سے چوری کرنے والا ہو ان سب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا نہ ایسے مال سے چوری کرنے والا کا ہاتھ کاٹا جائے گا جس میں کوئی چور شامل ہو۔ جس نے اپنے ماں باپ' بیٹے' اور ذی محرم کی کوئی شئے چرالی تو اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر زوجین میں سے کسی نے دوسرے کی کوئی چیز چرالی یا غلام نے اپنے مالک کی یا اپنے مالک کی بیوی کی یا اپنی مالکہ کے شوہر یا پھر مالک نے اپنے مکاتب غلام کی کوئی شئے چرالی تو بھی یہی مذکور بالا حکم ہوگا۔ اور مال غنیمت سے چوری کرنے والے کا بھی وہی مذکورہ حکم ہوگا۔

اقسام حرز

حرز کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جگہ ہے جو ہو ہی حفاظت کرنے کی مثلاً گھر' کمرہ وغیرہ اور ایک حرز محافظ کے ذریعے بنتا ہے۔ تو جس نے حرز سے یا غیر حرز سے کوئی شئے چرالی۔ اس حال میں کہ اس کا مالک وہاں اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ تو چور کا ہاتھ کٹے گا۔ جس نے حمام سے یا ایسے گھر سے جہاں لوگوں کو عام آنے جانے کی اجازت ہے کوئی شئے چرالی۔ تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جس نے مسجد میں سے مالک کے پاس ہوتے ہوئے بھی اس کا سامان چرالیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جب کوئی مہمان اپنے میزبان کی چیز چرالے' تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب کسی چور نے کسی گھر میں نقب لگائی اور گھر میں داخل ہو کر وہاں سے سامان اٹھا کر دوسرا آدمی جو باہر تھا اسے پکڑا دیا تو ان میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔ اگر اس نے سامان راستے میں پھینکا پھر باہر نکل کر اٹھا کر لے گیا تو اس پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جب کوئی چور سامان گدھے پر لاد کر اسے ہانک دے پس یوں وہ اس سامان کو باہر نکال لائے۔ تو اس صورت میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جب کسی مکان میں ایک جماعت داخل ہوئی ان میں سے کچھ نے وہاں سے مال اٹھایا تو ہاتھ سب کا کاٹا جائے گا۔ کسی نے گھر میں نقب لگائی پھر ہاتھ ڈال کر کوئی شئے اٹھا لے تو اس کا ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کسی نے سنار کے صندوقچے یا کسی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کے اس کا مال نکال لیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

توبہ کرنے تک

چور کا دایاں ہاتھ جوڑ سے کاٹنے کے بعد داغ دیا جائے گا۔ اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ اگر تیسری مرتبہ پھر چوری کرے تو اس پر قطع نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قید میں ڈال دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہو یا کٹا ہوا ہو یا اس کا دایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو اس پر قطع نہیں کیا جائے گا۔

ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

چور کا ہاتھ جس کا مال چرایا گیا صرف اس کی موجودگی میں ہی کاٹا جائے گا۔ پس وہ چوری کی وجہ سے قطع ید کا مطالبہ بھی کرتا ہو۔ اگر اس نے وہ مال چور کو ہبہ کر دیا یا اسے اس کے ہاتھ بیچ دیا یا اس مال کی قیمت نصاب سے کم ہوگئی تو چور کا ہاتھ نہیں کٹے گا۔ کسی آدمی نے کوئی چیز چرائی تو اس میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اس نے وہ چیز واپس کر دی۔ اس کے بعد اس نے پھر اسے چرا لیا اور وہ چیز اپنی حالت پر قائم تھی تو اب اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر وہ چیز اپنی حالت سے تبدیل ہوگئی تھی مثلاً اس نے سوت چوری کیا تھا جس میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔ پس اس نے وہ سوت واپس کر دیا تھا۔ پھر مالک نے اس سے کپڑا بن لیا تھا۔ اب اگر اس نے کپڑا چرا لیا تو اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ چیز بالکل اسی طرح اس کے پاس ہی

تھی تو چور وہ چیز واپس کرے گا۔ اگر ضائع ہو چکی تھی تو وہ اس کا جرمانہ ادا نہیں کرے گا۔ اگر چور چرائی گئی چیز کے بارے دعویٰ کر دے کہ وہ اسی کی ملکیت ہے اگرچہ وہ اس پر گواہ نہ بھی قائم کر سکے' تو بھی اس پر سے اس کے ہاتھ کا کاٹا جانا ساقط ہو جائے گا۔

رہزن

ایک رہزن جماعت یا رہزن ایک ہی آدمی جو اس پر قادر ہے وہ نکلا پس انہوں نے رہزنی' ڈکیتی کا قصد کیا۔ مگر وہ مال لینے یا خون کرنے سے قبل ہی گرفتار کر لئے گئے' تو امام ان کے بظاہر توجہ کر لینے تک انہیں قید میں ڈال دے گا۔ اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا اتنا مال لے لیا تھا کہ جب وہ ان پر تقسیم ہوا تو ان میں سے ہر ایک کے حصے دس درہم یا اس سے زیادہ مال آ گیا یا ہر ایک کے حصے میں اتنی قیمت کی کوئی شئے آ گئی تو امام مخالف طرفوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے گا۔ اگر انہوں نے کسی کو قتل کر دیا مگر اس کا مال نہ لیا تو امام انہیں حد لگانے کے طریقے کے ساتھ قتل کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر ورثاء نے انہیں معاف بھی کریں تو امام ان کی معافی کی طرف توجہ نہیں کرے گا۔ اگر انہوں نے کسی کو قتل کیا' اور اس کا مال بھی لے لیا تو امام کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے' تو مخالف طرفوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے' قتل کر دے یا انہیں سولی پر لٹکا دے۔ اگر چاہے' تو انہیں قتل کر دے' اگر چاہے' تو انہیں سولی پر دے دے۔ انہیں زندہ سولی دیا جائے گا۔ پھر نیزے کے ساتھ ان کے پیٹ پھاڑ دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کی جان نکل جائے' اور وہ تین دن سے زائد سولی نہیں دیئے جائیں گے۔ اگر ان میں کوئی بچہ' پاگل یا مقطوع علیہ کا کوئی ذی محرم ہو' تو باقی لوگوں سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور انہیں قتل کرنا ورثاء کے اختیار میں ہو گا۔ وہ چاہیں تو انہیں قتل کر دیں' چاہیں تو معاف کر دیں اور خون اگرچہ کسی ایک نے کیا تو بھی حد سب پر ہی جاری ہو گی۔

کتاب الاشربۃ

اقسام شراب

حرام شراب چار طرح کی ہے۔ خمر اور وہ انگور کا نچوڑ ہوتا ہے۔ جب اسے ابالیں' جوش دیں تو وہ تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے' اور عصیر (شیرے) کو جب دو تہائی سے کم جلنے تک پکا لیا جائے' اور نقیع تمر اور نقیع زبیب جب جوش مارے' اور تیز ہو جائے' اور نبیذ تمر اور نبیذ زبیب کو جب پکا لیا جائے ان میں سے ہر ایک کو تھوڑا سا پکانا تو حلال ہے۔ اگرچہ وہ تیز ہو جائے جب وہ اس میں سے اتنی پیئے جس کے بارے اس کا غالب گمان ہو کہ وہ اسے نشہ نہیں لائے گی۔ لہو ولعب اور بے خودی کے علاوہ کھجور اور منقیٰ کے پانی کے آپس میں مل جانے سے کوئی حرج نہیں۔ شہد' انجیر' گندم' جَو اور جوار کی نبیذ اگرچہ اسے جوش نہ بھی دیا گیا ہو وہ حلال ہے' اور انگور کے شیرے کو جب دو تہائی جل جانے تک پکا لیا گیا ہو' تو اگرچہ وہ تیز بھی ہو جائے حلال ہو گا کدو کی تونبی سبز ٹھلیا' رال کے روغن والی ٹھلیا' اور خالی یا کھدی ہوئی لکڑی کے اندر نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ جب خمر خود بخود یا کوئی شئے ڈالنے سے سرکہ بن گئی ہو' تو وہ حلال ہو گی۔ اور خمر کا سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

کتاب الصَّید وَالذّبائح

شکار کرنا اور ذبح کرنا

سکھائے گئے کتے' چیتے' باز اور دوسرے سکھائے ہوئے زخمی کرنے والے جانوروں کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے' اور کتے کا سکھایا ہوا ہونا یہ ہے کہ وہ تین مرتبہ کھانا چھوڑ دے' اور باز' شاہین کا سکھایا ہوا ہونا یہ ہے کہ جب تو اسے بلائے' تو وہ واپس آ جائے کسی نے اپنا سکھایا ہوا کتا باز یا شکرا شکار پر چھوڑ دیا' اور اسے چھوڑتے وقت اس نے اللہ عزوجل کا نام لیا تھا۔ پس اس جانور نے شکار پکڑ کر کے زخمی کر دیا' اور وہ مر گیا۔ تو اس کا کھانا حلال ہو گا۔ اگر اس سے کتے یا چیتے نے کھا لیا تو پھر اسے نہیں کھایا جائے گا۔ اگر باز نے اس سے کھا لیا تو پھر اسے کھا لیا جائے گا۔ اگر چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اسے ذبح کرنا واجب ہو گا۔ اگر اس نے اسے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔ اگر کتے نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ زخمی نہ کیا تو اسے بھی نہیں کھایا جائے گا۔ اگر سکھائے ہوئے کتے کے علاوہ کوئی کتا یا مجوسی کا کتا جس پر اللہ کا نام نہیں لیا تھا یہ شریک ہو گئے' تو بھی اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا۔ کسی نے شکار پر تیر چلایا' اور تیر چلاتے وقت اللہ کا نام ذکر کر دیا تھا تو جسے وہ تیر لگے اس شکار کو کھا لیا جائے گا۔ مگر اس وقت جب اس تیر نے اسے زخمی کر دیا ہو اور وہ مر جائے اگر اسے زندہ پائے' تو اسے ذبح کرے گا۔ اگر اس نے اسے ذبح کرنا چھوڑ دیا تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔ اگر شکار کو تیر لگا۔ اور وہ تیر برداشت کر کے غائب ہو گیا' اور شکاری اس کی تلاش میں رہا۔ یہاں تک کہ اسے مردہ پایا تو اسے کھا لیا جائے

گا۔ اگر اس نے اسے تلاش نہ کیا بلکہ بیٹھ رہا۔ اس کے بعد اسے مردہ پایا تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔ کسی نے شکار کو تیر مارا' اور وہ پانی میں گر گیا تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔ یونہی اگر چھت پر اور پہاڑ پر گر کر زمین پر گر گیا تو بھی اسے نہیں کھایا جائے گا۔ اگر شروع سے ہی زمین پر گرا تو کھا لیا جائے گا۔ جسے لمبائی کے علاوہ چوڑائی کی جانب تیر لگا تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔ اگر اس نے اسے زخمی کر دیا تو کھا لیا جائے گا۔ جس شکار کو غلہ لگے' اور وہ اس سے مر جائے' تو اسے بھی نہیں کھایا جائے گا۔ جب کسی نے شکار کو تیر مار کر اس کا کوئی عضو جدا کر دیا تو اس شکار کو کھا لیا جائے گا۔ مگر اس کا وہ عضو نہیں کھایا جائے گا۔ اگر اسے تیر نے تین ٹکڑے کر دیا تو جو پچھلے حصے سے' سرین سے ملا ہوا ہو۔ اگر وہ زیادہ ہو' تو وہ سارا کھا لیا جائے گا۔ اور مجوسی مرتد' بت پرست اور محرم کا شکار نہیں کھایا جائے گا۔ کسی نے شکار کو تیر مارا وہ اسے لگا بھی مگر اس نے اسے ست نہ کیا' اور اسے دفاعی حصار سے نہ نکالا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی نے اسے تیر مار کر ہلاک کر دیا تو وہ دوسرے کا ہو گا۔ اگر پہلے شکاری نے اسے ست کر دیا تھا پھر دوسرے نے تیر مار کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ اس صورت میں وہ پہلے کا ہو گا لیکن اسے کھایا نہیں جائے گا۔ اور دوسرا پہلے کو اس کی قیمت کا جرمانہ ادا کرے گا۔ مگر وہ اس نقصان کے علاوہ ہو گا جو اس کے زخم نے کیا جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا بھی اور جس کا نہیں کھایا جاتا اس کا شکار کرنا بھی جائز ہے۔ مسلمان اور کتابی کا ذبح کیا ہوا حلال ہے۔ مگر مجوسی' مرتد' بت پرست اور محرم کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ اگر ذبحہ کرنے والے نے جان بوجھ کر اللہ عزوجل کا نام ذکر کرنا چھوڑ دیا ذکر نہ کیا تو وہ ذبیحہ مردار ہو گا۔ اسے نہیں کھایا جائے گا لیکن اگر بھول کر کے اس نے ذکر نہ کیا تو کھا لیا جائے گا۔

طریقہء ذبح

ذبح کرنا حلق اور سینے کی ہڈی سے درمیان سے ہوتا ہے۔ جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ حلقوم' مرئی اور دو شہ رگیں ہیں۔ اگر انہیں کاٹا تو کھانا حلال ہو گا۔

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر اکثر کاٹ دیں تب بھی صحیح ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلقوم، مرئی اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے۔ کھپچی، پتھر اور ہر ایسی چیز جو خون جاری کردے اس سے ذبح کرلینا جائز ہے۔ مگر لگے ہوئے دانت اور ناخن کے علاوہ ذبح کرنے والے کا اپنی چھری کو تیز کرلینا مستحب ہے۔ کسی نے چھری حرام مغز تک پہنچادی یا سر ہی جدا کردیا تو یہ مکروہ ہوگا۔ مگر اس کا ذبح کیا ہوا کھالیا جائے گا۔ جس نے بکری گدی کی جانب سے ذبح کی۔ اگر وہ اتنی دیر زندہ رہی کہ اس نے رگیں کاٹ دیں تو یہ جائز ہوگی مگر مکروہ ہوگی اگر رگیں کاٹنے سے قبل ہی مرگئی تو اسے نہیں کھایا جائے گا۔ جو جانور شکار سے مانوس ہوچکا ہو اس کی ذکاۃ یعنی اس کے شکار کئے گئے جانور کو پاکی کی خاطر ذبح کرنا ہوتا ہے۔ جو جانور وحشی ہوں انہیں نیزہ مار کر یا زخمی کر کے ذبح کرتے ہیں اور اونٹ میں نحر کرنا ہی مستحب ہے۔ اگر ذبح کرے، تو ہے یہ بھی جائز، گائے بکری میں ذبح کرنا ہی مستحب ہے۔ اگر انہیں نحر کرلیا تو یہ بھی جائز تو ہوگا مگر مکروہ ہوگا۔ جس نے اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں مردہ بچہ پایا اس کے بال آگئے ہوں یا ابھی نہ آئے ہوں اسے کھایا نہیں جائے گا۔

جائز ناجائز جانور

کچلیوں والے درندوں اور پنجوں والے پرندوں کو کھانا جائز نہیں ہے۔ مگر کھیتی کے کوے کو کھالینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابقع! ایسا کوا جو مردار کھاتا ہے۔ اسے نہیں کھایا جائے گا۔ بجو، گوہ اور تمام زمینی کیڑے مکوڑے کھانا مکروہ ہے۔ گھریلو گدھے، اور خچر کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ خرگوش کو جب ذبح کرلیا گیا ہو، تو اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ آدمی اور سور کے علاوہ جس جانور کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اس کی کھال بھی پاک ہوجاتی ہے۔ آدمی اور سور کے علاوہ اس لئے کہ ان میں ذکاۃ

(یعنی پاکی' پاک کرنا) کچھ عمل نہیں کرتی ہے۔ مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور نہیں کھایا جائے گا۔ وہ مچھلی جو پانی کے اوپر تیر جائے اسے کھانا مکروہ ہے۔ البتہ بچکی اور بام مچھلی کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ٹڈی جس کو ذبح کرنے کی بھی حاجت نہیں اسے کھانا جائز ہے۔

کتاب الاُضحیۃ

قربانی

ہر مسلمان، آزاد، مقیم، مالدار پر عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا واجب ہے۔ جسے وہ اپنی طرف سے اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے ذبح کرے گا۔ وہ ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے گا۔ یا سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا گائے ذبح کرے گا۔ فقیر اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ قربانی کا وقت قربانی کے دن کی فجر کے طلوع کرنے سے شروع ہو جاتا ہے۔ مگر شہر والوں کے لئے امام کے لئے نماز عید پڑھ لینے تک اپنی قربانی کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ باقی رہا مسئلہ گاؤں، دیہات اور بستی والوں کا تو وہ طلوع فجر کے بعد ہی ذبح کر سکتے ہیں۔ ایک یوم نحر اور دو دن اس کے بعد تین دنوں تک قربانی کر لینا جائز ہے۔ اندھے، کانے، اور ایسے لنگڑے جانور کی جو ذبح کرنے کی جگہ تک بھی چل کر نہ جا سکے قربانی کرنا جائز نہیں ہے، اور دبلے جانور کی نہ ایسے کی کان کٹے کی اور ایسے جانور کی بھی جس کے کان کا زیادہ حصہ یا دم کا زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو قربانی جائز نہیں ہے۔ اگر اکثر کان کا حصہ یا دم باقی ہو، تو پھر جائز ہے۔ سینگوں کے بغیر جانور کی، خصی جانور کی، خارشیئے جانور کی اور دیوانے اور پاگل جانور کی قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ قربانی اونٹ گائے، اور بکری کی ہوتی ہے، اور ان کی طرف سے بھیڑ کے علاوہ ثنی یا اس سے بڑا کافی ہوگا۔ بھیڑ کے علاوہ اس لئے کہ اس سے جذع بھی کفایت کر جاتا ہے۔ قربانی کا گوشت فقیروں اور مالداروں دونوں کو کھلائے، اور جمع بھی کر سکتا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ جو گوشت صدقہ کرے وہ ایک تہائی

سے کم نہ ہو۔ اس کی کھال بھی صدقہ کر دے یا اس سے کوئی ایسی شئے بھی بنا سکتا ہے جو گھر میں استعمال کی جائے۔ اگر خود بہتر طور پر کر سکتا ہو تو اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا ہی افضل ہے۔ کسی کتابی نے قربانی کو ذبح کیا' تو یہ مکروہ ہو گا۔ اگر دو آدمیوں نے غلطی سے ایک دوسرے کی قربانی ذبح کر ڈالی تو اس طرح بھی وہ دونوں کی طرف سے کفایت کر جائے گی۔ اور ان پر کوئی جرمانہ نہیں ہو گا۔

کتاب الایمان

قسم واقسام قسم

قسم کی تین قسمیں ہیں۔ یمین غموس' یمین منعقدہ اور تیسری کی یمین لغو ہے۔ تو یمین غموس گزری ہوئی بات پر ارادۃً جھوٹ بولتے ہوئے قسم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ اس میں قسم اٹھانے والا گنہگار ہوتا ہے۔ البتہ اس میں اللہ عزوجل سے' توبہ کرتے ہوئے مغفرت کی دعا مانگنے کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں۔ اور یمین منعقد آنے والے وقت میں کسی کام کے کر دینے یا نہ کرنے پر قسم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ جب کوئی اسے' توڑ دے' تو اس میں کفارہ لازم ہوگا۔ اور یمین لغو یہ گمان کرتے ہوئے کہ جیسے میں نے کہا ایسے ہی ہے۔ ماضی کے کسی کام پر قسم اٹھانے کا نام ہے مگر ہو اس کے گمان کے خلاف ہی تو اسے یمین لغو کہیں گے۔ اس قسم میں ہم امید تو یہی رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل صاحب قسم پر کوئی پکڑ نہ فرمائے گا۔ جان بوجھ کر' بھول کر یا مجبوراً قسم اٹھانے والا سب برابر ہیں۔ جب کوئی ایسا کام جس پر قسم اٹھائی جاتی ہے۔ جان بوجھ کر' بھول کر یا مجبوراً کر لیا۔ تو وہ بھی قسم اٹھانے والوں میں برابر ہے۔ قسم اللہ عزوجل کی یا اس کے نام کی اٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً رحمٰن' رحیم یا پھر اس کی ذات' صفت کے ساتھ قسم اٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً قسم اللہ کی عزت کی' اس کی بزرگی کی اور اس کی بڑائی کی اس قول کے علاوہ کہ قسم اللہ کے علم کی' یہ قسم نہیں ہوگی۔ اگر اللہ عزوجل کی کسی فعلی صفت کے ساتھ قسم کھائی۔ مثلاً قسم اللہ کے غضب کی' قسم اللہ کی ناراضگی کی' تو یوں کہنے والا قسم اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کی قسم اٹھائی تو وہ بھی قسم اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم' قرآن اور کعبہ شریف کی قسم

اٹھانا' اور قسم حروف قسم کے ساتھ ہوتی ہے۔ حروف قسم میں سے ایک ''واؤ'' ہے۔ اس کی مثال جیسے واللہ اور ایک حرف ''با'' ہے جیسے باللہ اور ''تا'' حرف قسم ہے۔ جیسے تا اللہ کبھی یہ حروف پوشیدہ بھی ہوتے ہیں۔ پس ان سے قسم اٹھانے والا قسم اٹھانے والا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ کی قسم میں ضرور بضرور ایسا کروں گا ''اللہ لا فعل کذا''[1] امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حقِ اللہ کہے تو وہ قسم اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ مگر جب یہ کہے کہ میں قسم کھاتا ہوں یا اللہ عزوجل کی قسم کھاتا ہوں یا میں حلف اٹھاتا ہوں یا اللہ عزوجل کا حلف اٹھاتا ہوں یا میں گواہ کرتا ہوں یا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو پس وہ قسم اٹھانے والا ہو جائے گا۔ یونہی اس کا یہ کہنا کہ اللہ کے عہد کی اللہ کے پختہ وعدے کی مجھ پر نذر کی یا مجھ پر اللہ کی نذر کی قسم تو قسم ہو جائے گی۔ اگر کوئی کہے کہ میں اگر ایسا کروں تو میں یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک یا کافر ہوں تو یہ قسم بھی ہو جائے گی۔ اگر کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب یا اس کی ناراضگی کی قسم تو اس طرح وہ قسم اٹھانے والا نہیں ہوگا۔ یونہی اگر اس نے کہہ دیا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں زناء کرنے والا شراب پینے والا یا سود کھانے والا ہوں گا تو اس صورت میں بھی وہ قسم اٹھانے والا نہیں ہوگا۔

کفارہ

قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرانا ہے۔ اس میں وہی چیز کفایت کرے گی۔ جو ظہار میں کفایت کرتی ہے اگر چاہے' تو دس مسکینوں کو ہر ایک کو ایک ایک کپڑا یا اس سے زائد کپڑے پہنا دے' اور ادنیٰ درجہ کپڑے پہنانے کا یہ ہوگا کہ جو کپڑے وہ پہنائے ان میں نماز ہو جاتی ہو۔ اگر چاہے' تو جیسے کفارۂ ظہار میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ اگر ان تین میں سے کسی کام پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو' تو پھر مسلسل تین روزے رکھ لے۔ اگر کسی نے قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا تو وہ کفارہ اسے کفایت نہیں کرے گا۔ جس نے گناہ پر قسم

---

[1] کتاب میں ''اللہ لا افعل کذا'' ہی ہے۔ جبکہ ہونا ''اللہ لافعلن کذا'' چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

کھائی۔ مثال کے طور پر یوں کہا کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا یا اپنے باپ سے بات نہیں کروں گا یا فلاں کو میں ضرور قتل کر دوں گا تو اسے چاہئے کہ از خود قسم کو توڑتے ہوئے کفارہ ادا کر دے۔ جب کسی کافر نے قسم اٹھائی پھر کفر میں ہی یا اسلام لانے کے بعد اس قسم کو توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔ جس نے اپنی ملکیت کی شئے خود ہی اپنے آپ پر حرام کر لی تو وہ حرام نہیں ہوگی پھر اگر اس نے اسے مباح سمجھا تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر کسی نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے۔ تو یہ اس کے کسی اور شئے کی نیت کرنے کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں پر محمول ہوگا۔ جس نے مطلقاً کوئی نذر مانی تو اس پر اسے پورا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر کسی نے نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا، اور وہ شرط پائی گئی تو اس پر نذر کو پورا کرنا ضروری ہو جائے گا۔ ایک روایت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے رجوع فرمایا تھا، اور فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر حج کرنا یا مجھ پر ایک برس کے روزے رکھنا یا مجھ پر اپنی مملوکہ شئے کو صدقہ کرنا لازم ہوگا تو اس میں قسم کا کفارہ دے دینا کافی ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

گھر داخل نہ ہوگا

جس نے قسم کھائی کہ وہ گھر داخل نہ ہوگا۔ پھر وہ کعبہ شریف، مسجد یا کلیسا میں چلا گیا تو وہ حانث قسم توڑنے والا نہیں ہوگا جس نے بات نہ کرنے کی قسم کھائی پھر نماز میں قرآن مجید پڑھا تو وہ بھی حانث نہیں ہوگا۔ جس نے جو کپڑے پہنے تھے ان کے بارے ہی قسم کھائی کہ میں یہ کپڑے نہیں پہنوں گا پھر ان کپڑوں کو فوراً اتار دیا تو وہ بھی حانث نہیں ہوگا۔ یونہی جس جانور پر سوار تھا قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سوار نہیں ہوں گا۔ اور فوراً اس سے اتر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اگر کچھ دیر ٹھہرا رہا تو حانث ہو جائے گا۔ جس گھر میں تھا اس کے بارے اس میں داخل نہ ہونے کی قسم کھائی تو وہاں بیٹھنے کے ساتھ اس گھر سے نکل کر کے دوبارہ داخل ہونے کے وقت تک حانث نہیں

ہوگا۔ جس نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اس کے گرانے جانے اور جنگل و ویران ہونے کے بعد اس میں چلا گیا تو بھی حانث ہو جائے گا۔ جس نے فلاں کی بیوی سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی پھر اس آدمی نے اسے طلاق دے دی اور اس نے اس سے بات کی تو بھی یہ حانث ہو جائے گا۔ جس نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کروں گا یا فلاں کے گھر داخل نہیں ہوں گا اس فلاں آدمی نے اپنا غلام یا مکان بیچ دیا۔ پھر اس نے غلام سے بات کی یا اس گھر چلا گیا تو حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم اٹھائی کہ اس چادر والے سے کلام نہیں کروں گا تو اس کے چادر بیچ دینے کے بعد بھی کلام کرنے سے حانث ہو جائے گا۔ یونہی جب اس نے قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہیں کروں گا۔ پھر اس نے اس کے بوڑھا ہو جانے کے بعد اس سے بات کی تو بھی وہ حانث ہو جائے گا۔

گوشت کی قسم

جس نے قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہیں کھائے گا۔ اور وہ مینڈھا ہو گیا اور اس نے اس کا گوشت کھا لیا تو حانث ہو جائے گا۔ جس نے قسم کھائی کہ اس کھجور سے نہیں کھاؤں گا تو اس کی قسم اس کے پھل پر واقع ہوگی۔ جس نے قسم کھائی کہ یہ کچی کھجور نہیں کھائے گا۔ اس کے پکنے پر اس نے اسے کھا لیا تو حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم کھائی کہ وہ پکی ہوئی کھجور نہیں کھائے گا پھر جو پک گئی تھی اسے ایک طرف سے کھایا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا۔ جس نے گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو وہ مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ جس نے دجلہ سے نہ پینے کی قسم کھائی پھر اس سے برتن میں لے کر پیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم کھائی کہ یہ گندم نہیں کھائے گا۔ پھر اس نے روٹی کھائی تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم کھائی کہ وہ یہ آٹا نہیں کھائے گا پھر اس نے روٹی کھائی تو وہ اس سے حانث ہو جائے گا۔ اگر اسے ویسے ہی کھا لیا تو حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم کھائی

وہ فلاں سے بات نہ کرے گا پھر اس سے اتنی آواز سے بات کی کہ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو یہ قسم اٹھانے والا حانث ہو جائے گا۔

جس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس آدمی سے اس کی اجازت کے بغیر بات نہیں کرے گا۔ اس نے اجازت دے دی تھی مگر اسے خبر نہ ہوئی تھی۔ اسی حالت میں اس نے اس سے بات کی تو یہ حانث ہو جائے گا۔ جب کسی حاکم نے کسی آدمی سے اس بات پر قسم کرائی کہ شہر میں جو شرارتی آئے مجھے اس کے بارے میں خبردار کرتے رہنا تو یہ قسم اس حاکم کے دور حکومت تک ہی خاص ہوگی۔ جس نے قسم کھائی کہ وہ فلاں آدمی کی سواری پر سوار نہیں ہوگا۔ اس کے بعد وہ اس کے غلام ماذون کی سوار پر سوار ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے قسم کھائی کہ اس گھر داخل نہیں ہوگا پھر اس کی چھت پر کھڑا ہوا' یا اس کی دہلیز کے پار چلا گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر دروازے کی محراب پر اس طرح کھڑا ہوا کہ دروازہ بند کرنے سے یہ باہر ہی رہ جاتا ہو' تو اس صورت میں حانث نہیں ہوگا۔ جس نے بھنا ہوا گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو اس کی یہ قسم گوشت پر ہی ہو گی۔ بینگن اور گاجر وغیرہ پر نہیں ہوگی۔ جس نے پکایا ہوا نہ کھانے کی قسم اٹھائی تو یہ گوشت سے پکائی جانے والی چیز پر ہی محمول ہوگا۔ جس نے سریاں نہ کھانے کی قسم کھائی تو اس کی یہ قسم تنور میں پکائی جانے والی اور شہر میں بیچی جانے والی سریوں پر ہوگی۔

روٹی نہ کھانے کی قسم

جس نے روٹی نہ کھانے کی قسم کھائی تو اس کی یہ قسم اس روٹی پر ہوگی۔ جسے کھانے کی شہر والوں کو عادت ہو۔ پس اگر اس نے باداموں یا چاولوں کی روٹی عرق کے ساتھ کھالی تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے خرید وفروخت نہ کرنے کی یا کوئی شے کرائے پر نہ دینے کی قسم کی۔ پھر کسی کو اپنا وکیل بنایا' اور اس نے یہ سب کام کر دیئے' تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے شادی نہ کرنے' طلاق نہ دینے یا آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی پھر اپنا وکیل بنا لیا۔ اس نے یہ کام انجام دے دیئے' تو وہ حانث ہو جائے گا۔

جو زمین پر نہ بیٹھنے کی قسم کھا کر پھر بستر یا چٹائی پر بیٹھ گیا۔ تو وہ حانث نہیں ہو گا۔ جس نے تخت پر نہ بیٹھنے کی قسم کھائی، پھر اس تخت پر کوئی بچھونا تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا تو حانث ہو جائے گا۔ اگر اس تخت پر کوئی دوسرا تخت لگا کر بیٹھ گیا تو حانث نہیں ہو گا۔ اگر کسی نے بچھونے پر نہ سونے کی قسم کھائی پھر اس بچھونے پر کوئی چادر بچھی ہوئی ہونے کی صورت میں وہ اس پر سو گیا تو وہ حانث ہو گا لیکن اگر اس بچھونے پر کوئی دوسرا بچھونا بچھا کر سویا تو حانث نہیں ہو گا۔ اگر کسی نے کسی کام کے بارے قسم کھاتے ہوئے اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو وہ اس کام کے کرنے سے حانث نہیں ہو گا۔

تندرستگی پر محمول

اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر ہو سکے، تو وہ ضرور اس کے پاس آئے گا تو اس کی یہ قسم قدرت پر نہیں بلکہ تندرستگی پر محمول ہو گی۔ اگر قسم کھائی کہ ایک زمانے تک وہ اس سے بات نہیں کرے گا۔ تو یہ چھ ماہ پر محمول ہو گی۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ دہر کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر قسم کھائی کہ وہ کچھ دنوں تک اس سے بات نہیں کرے گا تو یہ قسم تین دنوں پر محمول ہو گی۔ اگر قسم میں اس نے الایام کہہ دیا تھا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ قسم دس دنوں پر محمول ہو گی۔ مگر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہفتہ یعنی سات دنوں پر محمول ہو گی۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ مہینوں اس سے بات نہیں کرے گا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دس ماہ پر محمول ہو گی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینوں پر محمول ہو گی۔ اگر قسم کھائی کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس نے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے ایسے ہی اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ ایسا ضرور کرے گا۔ پھر ایک مرتبہ ایسا کر لیا تو قسم پوری ہو جائے گی۔ جس نے قسم کھائی کہ اس کی بیوی اس کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گی۔ اس نے اسے ایک مرتبہ اجازت دی وہ نکلی اور واپس آ گئی۔ اس کے بعد اس کی اجازت کے بغیر نکل گئی تو وہ حانث ہو جائے گا۔ اور ہر دفعہ نکلنے کے لئے اجازت ضروری ہو گی۔ اگر اس نے یہ

کہا کہ ''تو نہیں نکلے گی مگر میری اجازت سے'' پھر ایک دفعہ اسے اجازت دی بھی۔ اس کے بعد اگر وہ بغیر اجازت کے بھی نکلے گی تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ جس نے ناشتہ نہ کرنے کی قسم کھالی اور ناشتہ وہ طلوع فجر سے ظہر تک کے وقت کے دوران کا کھانا ہوتا ہے' اور عشائیہ نماز ظہر سے آدھی رات تک کے وقت کے درمیان کا کھانا ہے' اور سحری آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک کے وقت میں کھانا ہے۔ جس نے سالن نہ کھانے کی قسم کھالی تو ہر وہ چیز جس سے روٹی تر' کی جاسکتی ہو۔ وہ سالن ہے۔ جس نے قسم کھائی کہ وہ عنقریب اس کا قرض ضرور اتار دے گا تو اس کی یہ قسم ایک ماہ سے کم مدت پر محمول ہوگی۔ اگر کچھ عرصے میں کہا تو یہ ایک مہینے سے زیادہ کی مدت پر محمول ہوگی۔

اس گھر نہ رہے گا

جس نے قسم کھائی کہ وہ اس گھر میں نہیں رہے گا۔ پھر خود تو وہاں سے نکل گیا مگر بال بچوں کو اور مال اسباب سارا وہیں چھوڑ گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ جس نے قسم کھائی کہ وہ ضرور آسمان پر چڑھے گا' یا اس پتھر کو سونا بنا دے گا۔ تو یہ یمین منعقدہ ہوگی اور ایسی قسم اٹھا لینے کے بعد وہ حانث ہو جائے گا۔ جس نے قسم اٹھائی کہ آج ہی وہ فلاں کا قرض ضرور چکا دے گا۔ پھر اس فلاں نے کچھ قرض کھوٹا پایا۔ جسے بیت المال والے نہ لیں یا عام تاجر نہ لیں یا کوئی دوسرا حق والا پایا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر بالکل ہی کھوٹا پایا یا ایسے کھوٹے سکے کہ جن پر چاندی کی پالش کی گئی تھی پائے' تو پھر بھی وہ حانث ہو جائے گا۔ جس نے اپنا قرض ایک ایک درہم کر کے نہ لینے کی قسم کھائی پھر کچھ قرضہ وصول کر لیا تو وہ تھوڑا تھوڑا کر کے اپنا پورا قرض واپس لے لینے تک حانث نہیں ہوگا۔ اگر دو مرتبہ وزن کر کے اپنا سارا قرض اس نے لے لیا' اور ان دو مرتبہ میں اس نے وزن کے علاوہ کوئی عمل نہیں کیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ اور یہ قرض تھوڑا تھوڑا کر کے لینا بھی قرار نہیں پائے گا۔ جس نے ضرور بضرور بصرہ جانے کی قسم کھائی مگر نہ گیا' یہاں تک کہ فوت ہو گیا' تو وہ اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں حانث ہو جائے گا۔

کتاب الدعویٰ

کوئی شے اپنی طرف منسوب کرنا

مدعی وہ ہوتا ہے کہ جب وہ جھگڑا چھوڑ دے' تو اسے اس پر مجبور نہ کیا جائے' اور مدعیٰ علیہ وہ ہوتا ہے۔ جسے جھگڑے پر مجبور کیا جائے' اور دعویٰ چیز کی جنس اور اس کی مقدار بیان کر دینے تک قبول نہ ہوگا۔ اگر وہ چیز بالکل اپنی اصل حالت میں مدعیٰ علیہ کے پاس ہو' تو اسے اس کے حاضر کرنے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ دعویٰ کے وقت اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے اگر وہ چیز موجود نہ ہو' تو وہ اس کی قیمت بیان کر دے۔ اگر کسی نے زمین کا دعویٰ کیا تو وہ اس کی حدود بیان کرے گا۔ اور وہ اس طرح کہ جی وہ زمین مدعی علیہ کے قبضے میں ہے' اور وہ اس کا طالب ہے اگر اس کے ذمہ میں حق کا دعویٰ ہو' تو پھر کہے کہ میں اس کا طالب ہوں۔

درست دعویٰ

جب دعویٰ درست ہو جائے' تو اب قاضی مدعی علیہ سے اس بارے میں سوال کرے گا۔ اگر وہ اعتراف کرے' تو قاضی اس کے اقرار پر حکم جاری کرے گا۔ لیکن اگر انکار کرے' تو قاضی مدعی سے دلیل مانگے گا۔ اگر وہ بینہ دلیل پیش کر دے' تو قاضی اس بینہ کے مطابق حکم جاری کرے گا۔ اگر مدعی بینہ سے عاجز ہو اور مدمقابل سے قسم چاہتا ہو' تو قاضی اس سے اس دعویٰ پر قسم دلوائے گا۔ اگر مدعی کہے کہ میرے پاس بینہ موجود ہے' اور قسم بھی چاہے' تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قسم نہیں لی جائے گی اور مدعی پر بھی قسم وارد نہ ہوگی۔ قبضہ جمائے ہوئے آدمی کی طرف سے ملک مطلق

میں بینہ (دلیل، گواہ) قبول نہیں کیا جائے گا۔ جب مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کر دے، تو قاضی اس پر انکار کے ساتھ ہی حکم لگا دے گا۔ اور اس پر جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ وہ اس پر لازم کر دے گا۔ اور قاضی کو تین مرتبہ یہ کہہ دینا مناسب ہے کہ میں تم پر قسم پیش کرتا ہوں۔ اگر تو قسم کھالے، تو بہتر ہے، اور اگر نہیں تو میں تم پر اس کے دعویٰ کا حکم لگا دوں گا جب وہ تین بار قسم پیش کرنے کا تکرار کر چکے، تو اس کے انکار کی وجہ سے اس پر حکم جاری کر دے۔

اگر نکاح کا دعویٰ ہو، تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکار کرنے والے سے قسم نہیں لی جائے گی اور نکاح، رجعت، ایلاء سے رجوع، غلامی، ام ولد کرنے، نسب، وَلاء، حدود اور لعان میں قسم نہیں لی جائے گی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حدود اور لعان کے علاوہ ان تمام میں قسم لی جائے گی۔

خاص چیز

جب دو آدمیوں نے ایک خاص چیز جو ایک تیسرے آدمی کے قبضے میں ہے اس کا دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک کہتا ہو کہ وہ چیز میری ہے، اور دونوں نے بینہ بھی قائم کر دیا ہو، تو اس چیز کا فیصلہ ان دونوں کے حق میں ہوگا۔ اگر ان دونوں نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی اپنی طرف سے بینہ بھی قائم کر دیا تو کسی کے بھی بینہ کے ساتھ فیصلہ نہیں ہوگا۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے ہی عورت کی تصدیق کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اگر دو میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس آدمی سے یہ غلام اس نے خریدا ہے، اور دنوں نے بینہ بھی قائم کر دیا۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا۔ اگر چاہے، تو نصف قیمت کے بدلے میں نصف غلام لے لے اگر چاہے، تو چھوڑ دے اگر قاضی نے اس غلام کا دونوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ پھر ایک کہنے لگا کہ میں یہ نہیں لینا چاہتا تو بھی دوسرے کے لئے سارا غلام لے لینا جائز نہ ہوگا۔ اگر ان میں سے کسی

نے تاریخ بتادی تو غلام پہلی تاریخ بیان کرنے والے آدمی کا ہوگا۔ اگر کسی نے بھی تاریخ نہ بتائی اور ان میں سے کسی کا قبضہ ہو تو جس کا قبضہ ہو وہی اولیٰ ہوگا۔ اگر ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا' اور دوسرے نے ہبہ کرنے' اور قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا' اور دونوں نے بینہ بھی قائم کر دیا۔ تاریخ کسی کے پاس بھی نہ ہو' تو ہبہ کرنے' اور قبضہ کرنے سے خریدنے والی بات اولیٰ ہوگی۔ اگر ایک نے غلام خریدنے کا دعویٰ کیا' اور عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے شادی کی ہوئی ہے۔ تو اس صورت میں دونوں برابر ہوں گے اگر ایک نے رہن رکھنے' اور قبضے کا دعویٰ کیا' اور دوسرے نے ہبہ اور قبضہ کا دعویٰ کیا تو رہن کا دعویٰ کرنے والا اولیٰ ہوگا۔

مِلک' تاریخ اور دلیل

اور قبضہ کرنے والوں کے علاوہ دو آدمیوں نے مِلک اور تاریخ پر بینہ قائم کر دی تو پہلی تاریخ والا زیادہ حق دار ہوگا۔ اگر ان میں سے ہر ایک نے ہی دوسرے سے خریدنے پر بینہ قائم کر دیا' اور دونوں نے تاریخ بھی بیان کر دی تو دونوں برابر ہوں گے۔ اگر قبضہ کرنے والے کے علاوہ کسی نے مِلک کی تاریخ پر بینہ قائم کر دیا' اور قابض نے ایسی مِلک پر بینہ قائم کر دیا۔ جو اس تاریخ سے پہلے ہے' تو وہ قبضہ کرنے والا جس کی تاریخ پہلے ہے زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر قبضہ کرنے والے نے' اور غیر قابض دونوں نے ولادت پر بینہ قائم کر دیا تو جس کا قبضہ ہوگا وہ زیادہ حقدار ہوگا۔ یونہی ان کپڑوں کی بناوٹ جو صرف ایک دفعہ ہی بُنے جاتے ہیں اور وہ سبب جو مِلک میں مکرر نہیں ہوتا اس کا یہی حکم ہوگا۔ اگر قابض کے علاوہ کسی نے مِلک مطلق پر بینہ قائم کر دیا' اور قابض نے اس سے خریدنے پر بینہ یعنی دلیل اور حجت قائم کر دی تو قبضے والا زیادہ حقدار ہوگا۔ اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر بینہ قائم کر دیا' اور تاریخ دونوں کے پاس ہی نہ تھی تو دونوں کی دلیلیں ساقط ہو جائیں گی۔ اگر ایک مدعی نے دو اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دیئے' تو بھی دونوں برابر ہوں گے۔

جس کسی نے دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کیا اس نے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی اگر اس نے جان کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں قسم دینے سے انکار کر دیا تو اس پر قصاص دینا لازم ہوگا۔ اگر قتل کے بارے انکار کیا تو اسے قسم کھانے یا اقرار کر لینے تک قید کر دیا جائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں صورتوں میں اس پر دیت لازم ہوگی۔ اگر مدعی کہے کہ میری دلیل موجود ہے' تو مد مقابل سے کہا جائے گا کہ تین دن کے اندر اندر اپنی طرف سے ضامن' کفیل حاضر کر دے۔ اگر ضامن دے دے' تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے پڑنے کا حکم دے دیا جائے گا۔ لیکن اگر مدعی علیہ آدمی کوئی مسافر ہو' تو ایسے آدمی کو قاضی کچہری تک ہی ٹھہرائے رکھے گا۔

اگر مدعی علیہ نے کہہ دیا کہ مجھے فلاں آدمی جو اس وقت موجود نہیں اس نے یہ چیز ودیعت یعنی امانت کے طور پر دی ہے یا میرے پاس رہن رکھی ہے یا میں نے اس سے غصب کی ہے' اور اس پر کوئی دلیل بھی قائم کر دی تو اب اس کے بارے اس کے' اور مدعی کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔ اگر اس نے کہا میں نے فلاں غائب آدمی سے خریدی ہے' تو وہ آدمی اس کا مدمقابل ہی رہے گا۔ اگر مدعی نے کہا کہ میری چیز چرائی گی ہے' اور اس پر دلیل بھی قائم کر دی۔ قابض نے کہا کہ مجھے فلاں نے بطور امانت دی ہے' اور اس پر کوئی حجت بھی قائم کر دی تو جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اگر مدعی کہے کہ میں نے فلاں سے خریدی ہے' اور قابض کہے کہ مجھے' تو فلاں آدمی نے بطور امانت دی ہے' تو اس صورت میں دلیل قائم کیے بغیر ہی جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

قسم صرف اللہ عزوجل کی

قسم! اللہ عزوجل کی ہوتی ہے اس کے علاوہ کسی کی نہیں ہوتی۔ اور اللہ عزوجل کے اوصاف ذکر کر کے تائید کی جاتی ہے۔ طلاق اور عتاق کے ساتھ قسم نہیں لی جائے گی۔ اور یہودی سے یوں قسم لی جائے گی کہ قسم کھا اللہ عزوجل کی جس نے موسیٰ علی نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل فرمائی اور نصرانی سے یوں! کہ قسم کھا اللہ کی جس نے عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر انجیل نازل کی اور مجوسی سے اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا جس نے آگ کو پیدا فرمایا' اور ان کے عبادت خانوں میں ان سے قسم نہیں لی جائے گی اور مسلمان پر زمان یا مکان کے ساتھ قسم پکی کرنا واجب نہیں ہوتا ہے۔ جس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے اس کا غلام ایک ہزار میں خریدا ہے۔ مگر وہ انکار کر دے' تو اس سے یوں قسم لی جائے گی وہ کہے! کہ اللہ عزوجل کی قسم اب تک ہمارے درمیان بیع قائم نہیں ہوئی ہے اور یوں قسم نہیں لی جائے گی کہ اللہ کی قسم میں نے نہیں بیچا' اور غصب میں یوں قسم لیں گے وہ کہے گا کہ اللہ عزوجل کی قسم یہ اس چیز کو واپس لینے کا' اور اس کی قیمت لینے کا مستحق نہیں ہے۔ اس طرح قسم نہیں لے سکتے کہ اللہ کی قسم میں نے غصب نہیں کی اور نکاح میں اس طرح کہ اللہ کی قسم ہمارے درمیان اب تک نکاح قائم نہیں ہے' اور طلاق کے دعویٰ میں اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کہ یہ اب تک تم سے بائن نہیں ہے۔ اس کے سبب جو اس نے بیان کیا ہے' اور یوں قسم نہیں لی جائے گی کہ قسم اللہ کی میں نے اس سے نکاح نہیں کیا میں نے اسے طلاق نہیں دی۔

اگر کوئی مکان ایک آدمی کے قبضے میں ہو اس کے بارے دو آدمی دعویٰ کریں ایک کل کا' اور دوسرا نصف کا دعویٰ کر رہا ہو اور دونوں اس پر دلیل بھی قائم کر دیں تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کل کا دعویٰ کرنے والے کے لئے تین چوتھائی اور نصف والے کے لئے ایک چوتھائی مکان ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکان دونوں کے درمیان تین تہائی ہوگا۔ اگر مکان دونوں کے قبضے میں ہو' تو کل کے مدعی کے لئے پورا مکان نصف فیصلے کی جہت سے اور نصف بغیر فیصلے کے ہوگا۔ اگر دو آدمی ایک جانور کے بارے جھگڑیں اور ہر ایک اس پر دلیل بھی دے دے کہ وہ اس کے ہاں پیدا ہوا تھا' اور دونوں تاریخ بھی بتا دیں تو جس کی تاریخ کے موافق اس کی عمر ہوگی وہی اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔ اگر اس طرح بھی مشکل ہو جائے' تو وہ جانور

دونوں میں مشترک ہوگا۔ اگر دو آدمیوں نے ایک ایسی سواری جانور کے بارے جھگڑا کیا کہ ان میں سے ایک اس پر سوار تھا دوسرے نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی تو جو اس پر سوار تھا وہی اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔ یونہی جب ایک ایسے اونٹ کے بارے دو آدمی جھگڑے کہ ان میں سے ایک نے اس پر بوجھ لاد رکھا تھا تو بوجھ لادنے والا ہی زیادہ حق دار ہوگا۔ یونہی اگر ایک ایسی قمیض کے بارے میں جھگڑ پڑنے سے کہ ان میں سے ایک نے اسے پہن رکھا تھا اور دوسرے نے اسے آستینوں سے پکڑا ہوا تھا تو اس کا زیادہ حق دار پہننے والا ہی ہوگا۔

خرید و فروخت اور جھگڑا

جب بیچنے والے اور خریدنے والے کے درمیان اختلاف ہو جائے تو خریدنے والا جتنی قیمت کا دعویٰ کرے گا بیچنے والا اس سے زیادہ قیمت کا دعویدار ہوگا۔ یا وہ بیچی گئی اس چیز کی ایک مقدار کا دعویٰ کرے گا تو اس صورت میں پھر خریدنے والا اس سے زیادہ مقدار کا دعویٰ کرے گا تو ان میں سے جس کسی نے دلیل دے دی۔ اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر دونوں نے ہی دلیل دے دی تو زیادتی ثابت کرنے والی دلیل کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس بھی دلیل نہ ہو تو خریدار سے کہا جائے گا کہ جتنی قیمت کا بائع نے دعویٰ کیا ہے تو اس پر راضی ہو جا اگر نہیں تو پھر ہم بیع فسخ کر دیں گے اور وہ اس بات پر راضی نہ ہوں تو حاکم ان میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لے گا ابتداء مشتری (خریدار) سے قسم لیتے ہوئے کرے گا۔ جب دونوں قسم اٹھالیں تو قاضی ان دونوں کے درمیان بیع فسخ کر دے گا۔ اگر ان میں سے کسی نے قسم دینے سے انکار کیا تو اسے دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا۔ اگر مدت میں شرط خیار یا کچھ قیمت وصول کرنے میں اختلاف کریں۔ تو ان میں سے ایک دوسرے سے قسم نہیں لی جائے گا۔ اور خیار اور مدت کے انکاری کا قول اس کی قسم کے ساتھ مانا جائے گا۔ اگر بیچی گئی چیز ہلاک ہوگئی اس کے بعد انہوں نے اس کی قیمت

میں اختلاف کیا تو اب شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قسم نہیں اٹھائیں گے اور قیمت میں خریدار کا قول معتبر ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے اور ہلاک ہونے والی چیز کی قیمت پر بیع فسخ ہو جائے گی۔ اگر دو غلاموں میں سے ایک ہلاک ہو جائے۔ اس کے بعد اس کی قیمت میں اختلاف ہو جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قسم نہیں کھائیں گے مگر صرف اس صورت میں کہ بیچنے والا ہلاک ہونے والے غلام کی قیمت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دونوں قسم اٹھائیں گے اور زندہ غلام میں بھی اور ہلاک ہونے والے میں بھی بیع فسخ ہو جائے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

مہر میں جھگڑا

جب زوجین مہر کے بارے میں باہم اختلاف کرنے لگیں۔ شوہر دعویٰ کرے کہ یہ شادی ایک ہزار پر ہوئی تھی۔ بیوی کہے کہ تو نے مجھ سے دو ہزار پر شادی کی تھی۔ تو ان میں سے جس نے بھی دلیل قائم کر دی۔ اس کی دلیل قبول ہوگی اگر دلیل دونوں نے قائم کر دی۔ تو عورت کی دلیل کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر کسی کے پاس بھی دلیل نہ ہو تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں قسم کھائیں گے۔ البتہ نکاح فسخ نہیں ہوگا لیکن مہر مثل کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ اگر مہر مثل جتنے کا شوہر اعتراف کر رہا ہو۔ اتنا ہی ہو یا اس سے کم ہو تو اس صورت میں فیصلہ شوہر کے قول پر ہوگا۔ اگر جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہو۔ اتنا ہو یا زیادہ ہو تو فیصلہ عورت کے قول کے مطابق ہو گا۔ اگر مہر مثل جتنے کا شوہر نے اعتراف کیا ہوا ہے اس سے زیادہ ہو اور جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہو اس سے کم ہو تو عورت کے لئے مہر مثل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

جب دو آدمیوں کا وہ چیز جس پر عقد کیا گیا اس کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔

تو وہ قسمیں اٹھائیں گے' اور اجارہ ختم کر دیں گے اگر اپنا پورا حق لے لینے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا تو اس صورت میں وہ قسمیں نہیں اٹھائیں گے' اور اعتبار مستاجر کے قول کا ہوگا۔ اگر انہوں نے وہ چیز جس پر عقد ہو۔ اس سے کچھ حاصل کر لینے کے بعد اختلاف کیا تو دونوں قسمیں اٹھائیں گے' اور جس قدر وہ چیز باقی ہوگی اس میں عقد فسخ ہو جائے گا۔ اور جس قدر چیز میں اجارہ ہو چکا تھا۔ اس کے بارے میں مستاجر کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ جب آقا' اور مکاتب غلام کے درمیان مال کتابت میں اختلاف ہو گیا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ قسم نہیں اٹھائیں گے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دونوں قسم اٹھائیں گے' اور کتابت فسخ ہو جائے گی۔

سامان میں جھگڑا

جب زوجین گھریلو سامان میں اختلاف کر بیٹھیں' تو اس میں سے جو مردوں کے کام کا ہوگا وہ مرد کے لئے ہوگا۔ اور جو عورتوں کے کام کا ہوگا۔ وہ عورت کا ہوگا۔ اور جو دونوں کے قابل ہوگا وہ بھی مرد کا ہوگا۔ پھر ان میں سے ایک فوت ہو گیا تو بعد میں اس کے ورثاء نے پیچھے دوسرے کے ساتھ اختلاف کر دیا تو وہ جو سامان مردوں اور عورتوں دونوں کے کام کا ہوگا۔ اور زوجین میں سے جو زندہ ہوگا اس کی میراث ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو سامان جہیز میں دیا جاتا ہے وہ عورت کو دیا جائے گا۔ اور باقی شوہر کی قسم کے ساتھ شوہر کے لئے ہوگا۔

لونڈی اور بچہ

جب کسی نے لونڈی فروخت کی۔ اس نے ایک بچے کو جنم دیا لونڈی کو فروخت کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ یہ بچہ اس کا ہے اگر تو اس لونڈی نے جس دن اسے بیچا گیا تھا۔ اس دن سے لے کر کے چھ ماہ سے کم عرصہ میں بچے کو جنم دیا تو وہ بچہ لونڈی کو

فروخت کرنے والے کا ہی ہوگا۔ اور اس بچے کی ماں اس کی ام ولد ہوگی اور بیع فسخ ہو جائے گی اور اس کی لی گئی قیمت واپس کردی جائے گی۔ اگر بائع کے دعویٰ کے ساتھ مشتری نے بھی دعویٰ کیا یا اس کے بعد دعویٰ کیا تو بائع کا دعویٰ زیادہ معتبر ہوگا۔ اگر اس نے چھ ماہ سے زیادہ اور دو سال کے کم عرصہ میں بچے کو جنم دیا تو مشتری کی تصدیق کے بغیر بائع کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر بچہ فوت ہوگیا اس کے بعد بائع نے اس کا دعویٰ کیا' اور لونڈی نے اسے چھ ماہ سے کم عرصے میں جنا تھا۔ تو پہلے میں اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اور نہ ماں میں ام ولد ہونا ثابت ہوگا۔ اگر ماں فوت ہوگئی اس نے اس کے بعد بچے کا دعویٰ کیا' اور لونڈی نے اسے چھ ماہ سے کم عرصے میں جنم دیا تھا۔ تو بچے میں نسب ثابت نہیں ہوگا۔ البتہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ یعنی بائع اس بچے کو لے لے گا۔ اور ساری قیمت واپس کردے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بائع بچے کا حصہ لوٹائے گا۔ مگر ماں کا حصہ نہیں لوٹائے گا۔ اور جس نے دو جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں بچوں کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

کتاب الشہادت

گواہی دینا

گواہی فرض ہے جو گواہوں پر لازم ہوتی ہے۔ جب مدعی انہیں طلب کرے، تو اس کے چھپانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حدود کی گواہی میں گواہ کو چھپانے، اور ظاہر کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اور ان میں چھپانا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

چوری اور گواہی

البتہ مال کی چوری میں گواہی واجب ہو جاتی ہے۔ پس وہ یوں کہے گا کہ اس نے لیا ہے یہ نہیں کہے گا کہ اس نے چرایا ہے، اور گواہی کے کچھ درجے ہیں۔ ان تمام میں سے زناء کی گواہی دینا ہے۔ اس میں چار مردوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہو گی اور ان مراتب میں سے باقی حدود اور قصاص کی گواہی دینا ہے۔ جس میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور یہاں بھی عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کے علاوہ حقوق میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ وہ چاہے مال میں ہو یا مال کے علاوہ کسی اور چیز میں ہو مثلاً نکاح، طلاق، عتاق، وکالت اور وصیت وغیرہ میں۔

پیدائش، پردۂ بکارت اور عورتوں کے وہ عیب جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی قبول کر لی جائے گی۔ البتہ ان سب میں عادل و انصاف والا ہونا، اور لفظ شہادت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اگر گواہ نے لفظ شہادت ذکر نہ کیا، اور کہا کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین رکھتا ہوں۔ تو اس کی گواہی قبول نہیں کی

جائے گی۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حاکم ایک مسلمان آدمی کے ظاہری طور پر عادل ہونے پر ہی اکتفاء کرے گا۔ مگر حدود اور قصاص میں ایسا نہیں کرے گا بلکہ ان میں گواہوں کے بارے سوال کرے گا۔ اگر مدعیٰ علیہ ان کے بارے طعنہ زنی کرے' تو حاکم ان کے بارے معلومات حاصل کرے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں خفیہ طور پر اور علانیہ طور پر دونوں طرح تحقیق کرنا ضروری ہے۔

خود دیکھا یا سنا

اور وہ چیز جسے کسی گواہ نے دو طرح سے اٹھا رکھا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک تو وہ ہے جس کا حکم اس کی ذات کے ساتھ ہی ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال جیسے بیع' اعتراف' غصب' قتل اور حاکم کا حکم وغیرہ ہے پس جب گواہ نے انہیں خود دیکھا ہو یا سنا ہو' تو اسے اگرچہ گواہ نہ بھی بنایا گیا ہو۔ اس کے لئے ان کی گواہی دینا جائز ہے' اور وہ کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بیچ دیا ہے یہ نہیں کہے گا کہ اس نے مجھے گواہ بنایا ہے۔

گواہی دیتے سنا

دوسری قسم وہ ہے جس کا حکم اس کی ذات کے ساتھ یعنی خود ثابت نہیں ہوتا ہے اس کی مثال جیسے کسی کی گواہی پر گواہی دے دینا ہے۔ پس جب کسی گواہ نے کسی اور کو گواہی دیتے ہوئے سن لیا ہو' تو اس کے لئے اسے گواہ بنائے بغیر کسی کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ یوں ہی اگر کوئی کسی کو کسی کی گواہی پر گواہی دیتے ہوئے سن لے تو سننے والے کے لئے اس پر گواہی دینے کی گنجائش اور وسعت نہیں ہوگی۔ کوئی گواہ جب اپنا لکھا ہوا دیکھ لے' تو اس کے لئے گواہی کو خوب یاد کرنے کے بغیر گواہی دینا جائز نہیں ہوگا۔

قبول نہ ہوگی

اندھے آدمی کی' غلام کی اور زناء کی تہمت میں آ کر کے سزا پانے والے کی گواہی اگر چہ اس نے' توبہ بھی کر لی ہو قبول نہیں کی جائے گی۔ بیٹے' اور پوتے کے لئے والد کی گواہی کے لئے والدین اور دادوں کے لئے بیٹے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ زوجین میں سے ایک کی دوسرے کے خلاف' ایک آقا کی اپنے غلام اور مکاتب کے خلاف اور ایک شریک کی گواہی کسی دوسرے شریک کے خلاف اس چیز میں جس میں دونوں کی شراکت ہو' قبول نہیں کی جائے گی۔ آدمی کی گواہی اپنے بھائی اور چچا کے لئے قبول کر لی جائے گی۔ البتہ ہیجڑے کی رونے والی کی' گانے والی کی اور لہو ولعب کے طریقے کے ساتھ ہمیشہ شراب پینے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ پرند بازی اور لوگوں کے لئے گانے والے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسے گناہ کبیرہ جن سے حد متعلق ہو جاتی ہے ایسے گناہ کرنے والے کی گواہی بغیر تہبند کے حمام داخل ہونے والے کی سود کھانے والی کی اور نرد اور شطرنج کھیلنے والے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی اور ذلیل کام کرنے والی کی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی۔ مثلاً رستے میں پیشاب کر دینا' اور رستے میں کھانا وغیرہ کھانے والے کی اور بزرگوں کو برا بھلا کہنے والے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اہل ہواء میں سے خطابیہ لوگوں کے علاوہ باقی کی گواہی قبول ہو جاتی ہے' اور ذمیوں میں سے اگر چہ ان کے مذہب مختلف بھی ہوں ان کے بعض کی بعض پر گواہی قبول کر لی جائے گی۔ لیکن ذمی پر حربی کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ اگر کسی کی برائیوں پر اس کی نیکیوں کا غلبہ ہو اور وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور پرہیز بھی کرتا ہو۔ اگر چہ وہ صغیرہ گناہ کرتا ہو' تو بھی اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ وہ آدمی جس کا ختنہ کیا گیا ہو۔ خصی آدمی' حرامی اور ہیجڑے کی گواہی بھی جائز ہے۔

قبول ہوگی

جب گواہی دعویٰ کے مطابق ہو تو قبول کر لی جائے گی اگر مطابق نہ ہو تو نہیں قبول کی جائے گی۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ اور معنی میں گواہی کے متفق ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر ایک نے ہزار کی دوسرے نے دو ہزار کی گواہی دی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہزار کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ اگر ایک نے ایک ہزار کی اور دوسرے نے پندرہ سو کی گواہی دی اور مدعی دعویٰ بھی پندرہ سو کا ہی کر رہا ہو تو ان میں سے ایک ہزار والے کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ جب دو نے ایک ہزار کی گواہی دی اور وہ اسے پانچ سو ادا کر چکا تھا تو ان دونوں کی ایک ہزار کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور اس کا یہ کہنا کہ وہ پانچ سو ادا کر چکا ہے اس کے ساتھ دوسرے کے گواہی دینے کے علاوہ نہیں سنا جائے گا۔ گواہ کو جب اس بات کا علم ہو تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ مدعی کے پانچ سو وصول کر لینے کا اقرار کر لینے تک گواہی نہ دے جب دو گواہ زید کے عید الاضحیٰ کے دن مکہ میں مارے جانے کی گواہی دیں اور دوسرے دو گواہ عید الاضحیٰ کے دن ہی زید کے کوفہ میں مارے جانے کی گواہی دیں۔ سب حاکم کے پاس اکٹھے ہوں تو حاکم ان دونوں گروہوں کی گواہی قبول نہیں کرے گا۔ جب ایک گواہی پہلے ہوئی ہو۔ حاکم اس پر حکم بھی دے چکا ہو پھر بعد میں دوسری گواہی آئے تو اب حاکم اس کو قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ قاضی جرح کے ہونے نہ ہونے پر گواہی سنے گا۔ اور نہ ہی اس پر حکم جاری کرے گا۔ مگر جس کا مستحق ہونا ثابت ہو جائے اس پر وہ حکم جاری کر دے گا۔ ایسی چیز جسے گواہ نے دیکھا نہ ہو۔ اس کے بارے میں گواہی دینا گواہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ مگر نسب' موت' نکاح' دخول اور قاضی کی ولایت اس میں نہیں آئے گی کیونکہ ان کے بارے میں گواہ کو جب کسی قابل اعتماد آدمی نے خبر دے رکھی ہو تو وہ ان کے بارے میں گواہی دے سکتا

ہے۔

گواہی پر گواہی

ہر ایسے حق جو شبہ کی وجہ سے ساقط نہ ہوتا ہو۔ اس میں گواہی پر گواہی دینا جائز ہے۔ البتہ حدود اور قصاص میں گواہی پر گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کا گواہی دینا جائز ہے۔ گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے: کہ اصل گواہ فروعی گواہ سے کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے میرے روبرو اس طرح کا اقرار کیا ہے۔ اور مجھے اپنی ذات پر گواہ بنایا ہے۔ اگرچہ اس نے اَشْهَدَنِيْ عَلٰى نَفْسِهٖ نہ بھی کہا ہو پھر بھی جائز ہوگا۔ اور فروعی گواہ گواہی کے وقت کہے گا: کہ میں گواہی دیتا ہوں: کہ فلاں نے اس کے پاس اس طرح کا اقرار کیا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہو جا۔ پس میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔ اصل گواہوں کے فوت ہو جانے یا تین دن یا تین دن سے زیادہ کی مسافت پر غائب ہونے کے علاوہ فروعی گواہوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ یا یہ وجہ ہو کہ اصل گواہ اتنے بیمار ہوں کہ وہ حاکم کے پاس حاضر نہ ہو سکتے ہوں۔ اگر عادل حضرات اصل گواہوں کو فروعی گواہ ٹھہرائیں تو جائز ہے۔ اور اگر وہ ان کے انصاف پسند ہونے سے ان کی تعدیل سے خاموش رہیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اور قاضی ان کے حالات میں غور و خوض کرے گا۔ اگر اصل گواہوں نے گواہی دینے سے انکار کر دیا تو فروعی گواہوں کی گواہی بھی قبول نہیں ہوگی۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جھوٹی گواہی دینے والے کے بارے میں فرماتے ہیں: کہ میں اس کی بازار میں تشہیر کروں گا مگر اسے سزا نہیں دوں گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ ہم اسے سخت سزا دیں گے اور اس کے بعد اسے قید کر دیں گے۔

باب الرُّجوع عن الشهادة

گواہی سے پھرنا

جب گواہ حکم جاری ہونے سے پہلے ہی اپنی گواہی سے پھر جائیں۔ تو ان کی گواہی ساقط ہو جائے گی۔ اور ان پر کوئی جرمانہ بھی نہیں ہوگا۔ اگر وہ حکم جاری کر چکا تھا۔ اس کے بعد گواہ اپنی گواہی سے مکر گئے' پھر گئے' تو حاکم کا حکم فسخ نہیں ہوگا۔ اور انہوں نے گواہی سے جو نقصان کیا ہوگا۔ اس کا ان پر جرمانہ واجب ہوگا۔ اور گواہی سے رجوع' پھر جانا: صرف حاکم کی موجودگی میں ہی درست ہوگا۔ جب دو گواہوں نے مال کی گواہی دی اور حاکم نے ان کی گواہی کے مطابق حکم جاری کر دیا اس کے بعد وہ اپنی گواہی سے پھر گئے' تو جس پر گواہی ہوئی تھی اس کے لئے ان دونوں کو مال کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ اگر ان میں سے ایک پھرا تو وہ نصف مال کا تاوان ادا کرے گا۔ اگر مال کی گواہی تین آدمیوں نے دی تھی اس کے بعد ایک ان میں سے اس گواہی سے پھر گیا۔ تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اگر اس کے بعد ایک اور پھر گیا تو اب وہ دونوں پھرنے والے نصف مال کا تاوان ادا کریں گے۔ اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی بعد میں ان میں سے ایک عورت پھر گئی تو وہ چوتھائی حق کا جرمانہ ادا کرے گی۔ اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو وہ نصف حق کا تاوان ادا کریں گی۔ اگر ایک مرد اور دس عورتیں گواہی دیں بعد میں ان میں آٹھ پھر جائیں تو ان پر کوئی جرمانہ نہیں ہوگا۔ اگر ایک اور پھر جائے: تو اب ان عورتوں پر چوتھائی حق کا نقصان بھرنا واجب ہو جائے گا۔ اگر مرد اور عورتیں سارے ہی گواہی سے پھر گئے' تو امام

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد پر حق کا چھٹا حصہ وارد ہوگا۔ اور عورتوں پر پانچ حصے واجب ہوں گے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نصف حق مرد پر اور نصف ہی عورتوں پر بھی واجب ہوگا۔ اگر دو مردوں نے کسی عورت کے نکاح کے ساتھ اس کے مہر مثل کی مقدار کی یا اس سے زیادہ مقدار کی گواہی دی۔ بعد میں دونوں اس سے پھر گئے۔ تو وہ زیادتی کے ضامن نہیں ہوں گے۔ اگر انہوں نے مہر مثل سے کم مقدار کی گواہی دی۔ اس کے بعد وہ اس سے پھر گئے۔ تو بھی ان پر نقصان کا جرمانہ نہیں ہو گا۔ یونہی اگر دو مرد کسی آدمی پر کسی عورت کے ساتھ اس کے مہر مثل کی مقدار پر یا اس سے کم مقدار پر نکاح کرنے کی گواہی دیں۔ اگر مہر مثل سے زیادہ مقدار کی گواہی دینے کے بعد وہ پھر جائیں، تو وہ زیادتی کا تاوان ادا کریں گے۔ اگر دو گواہوں نے مثلی قیمت کے ساتھ یا اس سے زیادہ قیمت کے بدلے میں بیع ہونے کی گواہی دی پھر وہ دونوں پھر گئے۔ تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔ اگر ان کی گواہی کم قیمت پر تھی۔ تو اس صورت میں وہ ضامن ہوں گے۔ اگر دو آدمیوں نے کسی پر گواہی دی کہ اس نے صحبت سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ بعد میں وہ پھر گئے۔ تو وہ نصف مہر کے ضامن ہوں گے۔ اگر ان کی گواہی صحبت سے بعد کی تھی تو پھر وہ نصف مہر کے ضامن نہیں ہوں گے۔ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ پھر گئے، تو انہیں اس غلام کی قیمت کا جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اگر انہوں نے قصاص میں گواہی دی تھی پھر قتل ہو جانے کے بعد وہ اپنی اس گواہی سے پھر گئے تو اب وہ دیت کا جرمانہ ادا کریں گے۔ مگر ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

جب فروعی گواہ پھریں تو انہیں نقصان بھرنا پڑے گا۔ اگر اصل گواہ پھر جائیں اور کہیں کہ ہم نے فروعی گواہوں کو اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنایا تھا۔ تو ان پر کوئی جرمانہ نہیں ہوگا۔ اگر اس طرح کہیں کہ ہم نے غلطی کرتے ہوئے انہیں گواہ بنا دیا تھا۔ تو

انہیں جرمانہ دینا ہوگا۔ اگر فروعی گواہ کہیں کہ اصل گواہوں نے جھوٹ بولا ہے یا اصل گواہوں نے گواہی میں خطاء کی ہے تو اس طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی۔ جب چار آدمیوں نے زناء کی گواہی دی اور دو نے محصن ہونے کی گواہی دی۔ اس کے بعد محصن ہونے کی گواہی دینے والے پھر گئے تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔ جب پانچواں ا گواہوں کی پاکی ان کا عادل ہونا ظاہر کرنے والے ان کی عدالت سے پھر جائیں۔ تو انہیں نقصان بھرنا پڑے گا۔ جب دو گواہوں نے قسم کی اور دو نے شرط پائے جانے کی گواہی دی۔ اس کے بعد سب ہی اپنی گواہی سے پھر گئے تو تاوان بالخصوص قسم کی گواہی دینے والوں کو ادا کرنے پڑے گا۔

کتاب آداب القاضی

شرائط قاضی

جسے قاضی بنایا جا رہا ہو۔ جب تک اس میں شہادت کے تمام شرائط جمع نہ ہوں اس کا قاضی (جج، جسٹس) ہونا درست نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا اہل اجتہاد میں سے ہونا بھی ضروری ہے۔ جسے اپنے آپ پر عہدہ قضاۃ کے فرائض کو انجام دے لینے کا اعتماد ہو۔ ایسے آدمی کے لئے جج، قاضی ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جسے ان سے عاجز ہو جانے کا ڈر ہو۔ اس کے لئے قاضی ہونا مکروہ ہے۔ اور وہ بھی جو اپنے آپ پر ظلم کرنے سے مطمئن نہ ہو۔ اور عہدۂ قضاۃ کے لئے درخواست دینا، اور اس کا سوال کرنا درست اور مناسب نہیں ہے۔ جس نے عہدۂ قضاۃ کو قبول کرلیا۔ تو اس سے پہلے قاضی کا دفتر اب اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اب وہ قیدیوں کے بارے میں غور و خوض کرے گا۔ پس ان میں سے جو تو حق کا اقرار کرلے گا اس پر تو وہ اسے لازم کر دے گا۔ لیکن جو انکار کرے گا اس کے بارے وہ عہدہ سے اتار دیئے جانے والے قاضی کی بات بغیر دلیل کے قبول نہیں کرے گا۔ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔ تو اس کی منادی کرانے تک اسے رہا کرنے میں جلدی نہیں کرے گا۔ اس کے معاملہ میں انتظار کرے گا۔ اور اوقاف کی آمدنیوں میں بطور امانت رکھی گئی اشیاء میں غور و خوض کرے گا۔ پس جو کچھ دلیل سے ثابت ہو۔ اس کے مطابق عمل کرے گا۔ یا پھر وہ اشیاء جس آدمی کے قبضے میں ہوں وہ اقرار کرلے۔ نیا قاضی عہدہ سے اتارے گئے قاضی کی بات نہیں مانے گا۔ مگر صرف اس صورت میں کہ وہ اشیاء جس آدمی کے قبضے میں ہوں۔ وہ اقرار کرے کہ جس قاضی کو اتارا گیا ہے یہ چیزیں اس نے اس کے سپرد کی

تھیں۔ اب یہ قاضی اس کی بات مان لے گا۔ اور حکم جاری کرنے کے لئے مسجد میں جلسہ عام کرے گا۔ اور ذی رحم محرم اور وہ آدمی جس کی اسے قاضی ہونے سے پہلے بھی ہدیہ دینے کی عادت تھی۔ ان کے علاوہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرے گا۔ اور دعوت عام کے علاوہ کسی دعوت میں بھی نہیں جائے گا۔ جنازے میں حاضر ہو اور بیمار پرسی کرے، اور وہ مخالفوں میں سے کسی ایک کی تنہا مہمان نوازی نہ کرے۔ پھر جب بھی وہ آئیں تو بیٹھنے اور توجہ دینے میں برابری برتے۔ اور کسی ایک کے ساتھ کوئی سرگوشی نہ کرے۔ اور نہ کسی کو کوئی اشارہ کرے۔ اور نہ کسی کو کوئی دلیل سکھائے۔ جب اس کے نزدیک حق ثابت ہو جائے اور حق والا جسے اس نے قرض دیا ہوا ہے اس کے قید کرنے کا مطالبہ کرے، تو اسے قید کرنے میں جلدی نہ کرے گا۔ بلکہ اسے وہ قرض ادا کر دینے کا حکم دے گا۔ اگر وہ ادا نہ کر رہا ہو، تو اسے ہر ایسے قرض میں قید کر دے گا۔ جو اسے اس کے ہاتھ میں کوئی مال آنے کی وجہ سے لازم ہوا ہو۔ مثال کے طور پر حق مہر اور کفالت اس کے علاوہ کسی بات میں وہ اسے قید نہیں کرے گا۔ جب وہ کہے کہ میں مفلس ہوں۔ تو وہ اسے قید نہیں کرے گا مگر جب قرض خواہ ثابت کر دے کہ اس کے پاس مال ہے تو اس صورت میں اسے قید کیا جا سکتا ہے۔ اسے دو تین مہینے قیدی رکھنے کے بعد وہ پھر اس کے مال کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا۔ اگر مال سامنے نہ آئے تو اسے رہا کر دے گا اور مقروض اور قرض خواہوں کے درمیان حائل نہیں ہوگا۔ بیوی کے نفقہ یعنی خرچہ و اخراجات وغیرہ کے معاملے میں شوہر کو بھی قید کر دیا جائے گا۔ البتہ باپ کو بیٹے کے قرض میں قید نہیں کیا جائے گا۔ مگر جب وہ بیٹا اپنے باپ پر خرچ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں اسے بھی قید کر دیا جائے گا۔ حدود و قصاص کے علاوہ باقی ہر معاملہ میں عورت کا قاضی (جج) ہونا بھی جائز ہے۔

قاضی کا خط قاضی کے نام

ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام حقوق میں قبول کر لیا جائے گا۔

جب وہ اس کے اوپر خط کی گواہی دے۔ اب اگر اس نے مدعیٰ علیہ کی موجودگی میں گواہی دی۔ تو وہ اس گواہی پر اپنا حکم جاری کر دے گا۔ اور اپنے حکم کو تحریر بھی کر دے گا۔ اگر مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں گواہی دی تو پھر وہ حکم جاری نہیں کرے گا۔ بلکہ گواہی تحریر کر دے گا۔ تاکہ جس قاضی کی طرف اسے لکھا گیا ہے اس پر حکم جاری کر سکے۔ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر خط قبول نہیں کیا جائے گا۔ پھر وہ مہر لگا کر کے اسے ان کے حوالے کر دے گا اور جب یہ خط قاضی کے پاس پہنچے گا تو وہ اسے مدعی علیہ کی موجودگی کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔ جب گواہ وہ خط قاضی کو دے دیں گے۔ تو اس کی مہر دیکھے گا پس جب وہ گواہی دے دیں گے کہ یہ خط فلاں قاضی نے اپنی مجلس قضاۃ میں ہمیں دیا تھا۔ اور ہمارے سامنے اسے پڑھا بھی تھا۔ اور اس پر مہر بھی لگائی تھی۔ تو اب قاضی اسے کھول کر کے مدعی علیہ کے سامنے پڑھے گا۔ اور جو اس میں ہوگا وہ اس پر لازم کر دے گا۔ البتہ حدود اور قصاص میں ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام قبول نہیں کیا جائے گا۔ عہدۂ قضاۃ پر کسی قاضی کے لئے اپنا کوئی نائب مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب اسے یہ سونپ دیا گیا ہو۔ اس وقت وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب قاضی کے پاس کسی حاکم کا حکم فیصلے کے لئے لایا جائے تو وہ اسے بحال کر دے گا۔ لیکن اگر وہ کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف ہوگا یا وہ حکم کوئی ایسا قول ہوگا جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ تو اس صورت میں وہ اسے بحال نہیں کرے گا۔ اور قاضی کسی غائب آدمی پر اس کے قائم مقام کی موجودگی کے بغیر کوئی حکم جاری نہیں کرے گا۔

انتخاب فیصل

جب دو آدمی کسی کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے والا چن لیں اور اس کے فیصلے پر راضی ہو جائیں تو یہ جائز ہے۔ مگر اس وقت جب یہ سب حاکم کے طریقے پر ہی ہو۔ کافر، ذمی، غلام، زناء کی تہمت میں سزا پانے والے کو فاسق (نافرمان) اور بچے کو اپنے

درمیان فیصلہ کرنے والا بنانا جائز نہیں ہے۔ اور فیصلہ کرنے والا بنانے والوں میں سے ہر فیصلہ کرنے والے کے لئے ان پر کوئی حکم جاری نہ ہونے سے قبل اپنے فیصلے سے رجوع کر لینا جائز ہے۔ جب اس نے حکم کر دیا۔ تو ان پر اس کا حکم لازم ہو جائے گا۔ جب اس کا حکم قاضی کے پاس لایا جائے گا۔ اگر تو وہ اس کے مذہب کے مطابق ہو گا۔ تو وہ اسے بحال کر دے گا۔ اگر مذہب کے خلاف ہو گا تو وہ اسے باطل کر دے گا۔ حدود اور قصاص میں کسی کو اپنا فیصلہ کرنے والا بنانا جائز نہیں۔ اگر کسی کو اپنے درمیان دم خطاء میں فیصلہ کرنے والا بنا لیا اور اس نے عاقلہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ اور فیصلہ کرنے والے کے لئے دلیل کو سننا جائز ہے اور انکار کرنے پر وہ فیصلہ کر دے گا۔ اور حاکم کا اپنے ماں باپ' اولاد اور بیوی کے لئے حکم جاری کرنا باطل ہے۔

کتاب القسمۃِ

تقسیم کرنا

حاکم کو تقسیم کرنے کے لئے ایک آدمی مقرر کرنا چاہئے۔ جس کی تنخواہ وہ بیت المال سے دے گا۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اجرت کے بغیر تقسیم کا کام سرانجام دے۔ اگر حاکم یہ نہ کر سکے تو اجرت لے کر تقسیم کرنے والا آدمی ہی مقرر کر دے گا۔ اور اس تقسیم کار کے لئے انصاف پسند' امانت دار اور معاملاتِ تقسیم کو جاننے والا ہونا ضروری ہے۔ اور قاضی لوگوں کو ایک ہی تقسیم کرنے والے پر (راضی رہنے پر) مجبور نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی وہ مشترکہ طور پر تقسیم کرنے والے چھوڑے گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقسیم کرنے کی مزدوری حصہ داروں کی تعداد کے حساب سے ہو گی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حصوں کے حساب سے ہو گی۔ جب کسی میراث میں شریک لوگ قاضی کے پاس آئیں اور ان کے قبضہ میں مکان یا زمین ہو اور وہ دعویدار ہوں کہ ہم فلاں کی طرف سے اس کے وارث ہیں۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے فوت ہونے پر اور اس کے ورثاء کی تعداد پر ان کے دلیل قائم کر دینے تک اس مکان یا زمین کو ان کے درمیان تقسیم نہیں کرائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تقسیم کرا دے گا۔ اور تقسیم کے رجسٹر میں لکھ دے گا۔ کہ ان کے کہنے پر تقسیم کرائی ہے۔ اگر زمین کے علاوہ کوئی مشترکہ مال ہو اور وہ اس کے میراث ہونے کا دعویٰ کریں۔ تو قاضی اسے سب کے قول کے مطابق تقسیم کرا دے گا۔ اگر زمین کے بارے دعویدار ہوں۔ کہ یہ ہم نے خریدی ہے تو اسے بھی

ان کے درمیان تقسیم کرا دے گا۔ اگر وہ اس کی ملک کا دعویٰ کریں اگرچہ نہ بھی بتائیں کہ یہ ان کے پاس کیسے آئی۔ پھر وہ اسے ان کے درمیان تقسیم کرا دے گا۔

جب شرکاء میں سے ہر ایک اپنے حصے سے نفع حاصل کر سکتا ہو۔ تو ایک کے مطالبہ پر بھی تقسیم کر دی جائے گی۔ اگر ایک نفع اٹھا سکتا ہو مگر دوسرے کا اپنے حصے کی کمی کی وجہ سے نقصان ہوتا ہو۔ تو اگر زائد حصے والا مطالبہ کرے تب تو تقسیم کر دی جائے گی لیکن اگر کم حصے والا مطالبہ کرے تو تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اگر سب کا نقصان ہوتا ہو تو ان سب کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں کرے گا۔

سامان کی قسمیں

جب ایک ہی قسم کا سامان ہو گا تو تقسیم کر دے گا۔ لیکن اگر دو قسم کا سامان ہو تو اس کے بعض کو بعض میں ان کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں کرے گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلاموں اور جواہر کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غلاموں کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ حمام، کنویں اور پن چکی کو تمام شرکاء کی رضامندی کے بغیر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ جب قاضی کے پاس دو وارث حاضر ہو۔ پس وہ وفات پر اور تعداد ورثاء پر دلیل قائم کر دیں۔ اور مکان ان کے قبضے میں ہو اور ان کے ساتھ ایک ایسا آدمی بھی شریک ہو جو فی الوقت موجود نہ ہو۔ تو قاضی ان حاضر دو ورثاء کے مطالبے پر اسے تقسیم کر دے گا۔ اور غائب آدمی کی طرف سے ایک شخص کو وکیل مقرر کر دے گا۔ جو اس کے حصے پر قبضہ کر لے گا۔ اگر کوئی زمین جو وارث موجود نہ ہو اس کے قبضے میں ہو یا اس کا کچھ حصہ ہی اس کے قبضے میں ہو۔ تو بھی قاضی اسے ان کے درمیان تقسیم نہیں کرے گا۔ اس صورت میں اگرچہ ایک وارث حاضر ہو تو بھی تقسیم نہیں کرے گا۔ جب ایک شہر میں کچھ مشترکہ مکان ہوں تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے گا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر ان کے لئے بعض کو بعض میں تقسیم کرنا بہتر ہو فائدہ بخش

ہو۔ تو ایسے ہی تقسیم کر دے گا۔ اگر مکان اور زمین ہو یا مکان اور دکان ہو تو ہر ایک کو الگ الگ تقسیم کرے گا۔

طریقہ

تقسیم کرنے والے کو چاہئے کہ جس چیز کی تقسیم کی جانے لگی ہو اس کا نقشہ تیار کر لے اور اسے برابر کر کے اس کی پیمائش کرے۔ اور عمارت کی قیمت لگا لے اور ہر ایک کا حصہ اس کے راستے اور پانی کی نالی کے باقی کے حصوں سے علیحدہ کر دے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے حصے کا دوسروں کے حصوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے۔ ان کے نام لکھ کر کے قرعہ بنا لے۔ ایک کے حصے کو اول کے نام کے ساتھ ڈالے۔ اس کے برابر والے کے حصے کو ثانی کے نام اور اس کے برابر والے کے حصے کو ثالث کے نام کے ساتھ ڈال دے۔ پھر قرعہ اندازی کرے گا۔ جس کے نام اول کا قرعہ نکلے گا اس کا پہلا حصہ ہوگا۔ اور یونہی جس کے نام ثانی کا قرعہ نکلے گا اس کا دوسرا حصہ ہو گا۔ اور درہم اور دینار ان کی رضامندی کے بغیر تقسیم میں داخل نہیں ہوں گے۔ اب اگر مکان کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ اس دوران کسی کی نالی یا کسی کا راستہ دوسرے کی ملک میں واقع ہو گیا۔ حالانکہ تقسیم کرنے میں اس بات کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی۔ اب اگر راستے یا نالی کو اس کی طرف سے ہٹا لینا ممکن ہو۔ تو اس کے لئے دوسرے کے حصے میں راستہ یا نالی نکالنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ تقسیم ہی فسخ ہو جائے گی (پھر سے تقسیم ہوگی)۔ جب کوئی ایسا نچلا مکان ہو۔ جس پر بالا خانہ نہ ہو یا کوئی ایسا بالا خانہ ہو جس کے ساتھ کوئی نچلا مکان نہ ہو۔ یا نچلا مکان اور بالا خانہ دونوں ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ قیمت لگا کر ہی انہیں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ جب تقسیم کرانے والے کا اختلاف ہو جائے اور تقسیم کرنے والے اس بات کی گواہی بھی دیں تو ان کی بات قبول کر لی جائے گی۔ اگر ان میں سے ایک تقسیم میں خطاء کا دعویدار ہو اور کہے کہ میرا کچھ

حصہ کسی اور کے قبضے میں ہے۔ حالانکہ اس نے خود اپنا حصہ وصول کر لینے کا بھی اقرار کر لیا ہو تو دلیل کے علاوہ اس کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر کہے کہ میں نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے اپنے حصے میں سے کچھ لیا ہے۔ تو اس کے مدمقابل سے قسم لیتے ہوئے اس کی بات کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ اگر وہ کہے کہ میرا حصہ تو فلاں جگہ تک پہنچتا ہے۔ اور تقسیم کار نے مجھے وہاں تک نہیں دیا۔ اور اس نے ابھی پورا حق لے لینے کا اقرار نہیں کیا تھا۔ اس کے مدمقابل نے اس کی بات کو جھوٹ قرار دے دیا۔ تو اب دونوں قسمیں کھائیں گے۔ اور تقسیم فسخ ہو جائے گی۔ اگر ان میں ایک خاص کے حصے کا کوئی اور مستحق قرار پا جائے۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقسیم فسخ نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اپنے شریک کے حصے میں سے اتنے کے ساتھ رجوع کرے گا۔ یعنی اپنے شریک کے حصے میں سے اتنا ہی لے لے گا۔ جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تقسیم فسخ ہو جائے گی۔

کتاب الاکراہ

مجبور کرنا

کوئی آدمی بادشاہ ہو' چاہے چور ہو جس بات کی اس نے دھمکی دی ہو۔ جب وہ اس کے واقع کر دینے پر قدرت رکھنے والا ہوگا۔ تو اکراہ (مجبور کرنے) کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ جب کسی کو قید کرنے کی دھمکی دینے کے ساتھ اپنا مال بیچ دینے پر کوئی سامان خریدنے پر' کسی کے لئے ایک ہزار درہم کا اعتراف کرنے پر' اپنا مکان کرائے پر دینے پر' قتل کرنے پر یا سخت مارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ پس اس نے بیچ ڈالا یا خرید لیا۔ تو اسے اختیار ہوگا۔ کہ چاہے تو بیع کو جائز رکھے چاہے تو توڑ دے۔ اور مبیع واپس لے لے۔ اب اگر اس نے قیمت پر خوشی خوشی قبضہ کیا ہو تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے اس نے مبیع اس نے مبیع کو جائز کر دیا ہے۔ اگر مجبوراً قبضہ کیا تو یہ اس کی جانب سے اجازت نہ ہوگی۔ اور قیمت اگر اس کے پاس ہو تو اسے واپس کرنی پڑے گی۔ اگر مبیع خریدار کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے اور وہ مجبور نہ ہو تو وہ بائع کے لئے اس کی قیمت کا تاوان ادا کرے گا۔ اور جسے مجبور کیا گیا تھا وہ اگر چاہے' تو مجبور کرنے والے سے تاوان لے سکتا ہے۔

مجبوری، دھمکی اور صبر

اگر کسی کو مار دینے کے دھمکی کے ساتھ مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کر دیا گیا تو اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ مگر اس صورت میں حلال ہوگا کہ جب اسے کسی نے ایسی دھمکی دی ہو۔ جس میں اس کی جان جانے کا خطرہ ہو۔ یا اپنے کسی عضو کے ضائع کر دیئے جانے کا خطرہ ہو۔ جب یہ خوف ہو تو پھر جائز ہوگا۔ کہ وہ جس اقدام پر

مجبور کیا گیا ہے وہ کر گزرے۔ پس اگر اس نے اس حد تک صبر کیا کہ جس بات کی انہوں نے اسے دھمکی دی تھی۔ انہوں نے وہ اس پر واقع کر دی مگر اس نے کھایا نہیں تو وہ گنہگار ہو گا۔ اگر اسے قید کر دینے یا مار دینے کی دھمکی کے ساتھ اللہ عزوجل کا انکار کرنے یا نبی علیہ التحیۃ والثناء کو سبّ و شتم کرنے (برا بھلا کہنے) پر مجبور کیا جائے' تو یہ اکراہ نہیں ہو گا۔ یہاں تک کہ اسے ایسی دھمکی کے ساتھ مجبور کیا جائے۔ جس میں اس کی جان کے چلے جانے یا کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو۔ جب ایسا ہو تو پھر اس کے لئے توریہ کرتے ہوئے یہ ظاہر کرنا کہ جس امر کا انہوں نے اسے حکم دیا وہ وہی کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ توریہ کر رہا ہو جب وہ ایسا ظاہر کر دے گا۔ مگر اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو گا۔ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ اگر اس نے صبر کیا۔ مگر کفر کا اظہار نہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو اسے اس بات کا اجر ملے گا۔ اگر اسے کسی مسلمان کا مال ضائع کرنے پر کسی ایسی دھمکی کے ساتھ مجبور کر دیا گیا جس میں اس کے جان جانے یا کوئی عضو ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اس کے لئے ایسا کر ڈالنا جائز ہو گا۔ اور مال کا مالک مجبور کرنے والے سے اپنے مال کا جرمانہ وصول کرے گا۔ اگر قتل کی دھمکی سے ہی کسی دوسرے کو قتل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو اس کے لئے اس آدمی کو قتل کرنا جائز نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ صبر کرے گا یہاں تک کہ خود اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر اس نے آگے دوسرے آدمی کا قتل کر ہی دیا تو گنہگار ہو گا۔ اور اگرچہ قتل ارادۃً تھا۔ اس کا قصاص مجبور کرنے والے پر ہو گا۔ اگر اپنی بیوی کو طلاق دینے پر یا اپنے غلام کو آزاد کرنے پر مجبور کر دیا۔ گیا پس اس نے ایسا کر دیا تو وہ کام جس پر اسے مجبور کیا گیا تھا۔ وہ واقع ہو گیا اور وہ مجبور کرنے والے سے غلام کی قیمت اور اگر طلاق صحبت سے قبل دی تھی تو بیوی کا نصف حق مہر بھی لے لے گا۔ اگر زناء پر مجبور کیا گیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بادشاہ کے مجبور کرنے کے علاوہ اس پر حد جاری ہو گی' واجب ہو گی۔ جب کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد واجب نہیں ہو گی۔ اگر کسی کو مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اس کی عورت بائنہ نہیں ہو گی۔

کتاب السیر

کفار سے جنگ

جہاد ایک فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے کر لیا تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی نے بھی نہ کیا تو اس کے ترک سے گنہگار بھی ہوں گے اور کفار کے ساتھ اگرچہ انہوں نے ابتداء نہ بھی کی ہو ان کے ساتھ لڑنا فرض ہے۔ بچے' غلام' عورت' اندھے' اپاہج اور لولے پر جہاد واجب نہیں ہے۔ اگر کسی شہر پر دشمن چڑھائی کر آئے' تو تمام مسلمانوں پر دفاع کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔ جب مسلمان دارالحرب میں داخل ہوں اور کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کر لیں۔ تو وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں گے۔ اگر وہ قبول کر لیں گے تو وہ انہیں قتل کرنے سے رک جائیں گے۔ اگر وہ قبول نہ کریں تو پھر وہ انہیں جزیہ کی ادائیگی کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ ادا کرنے لگیں تو ان کے لئے وہی ہو گا جو مسلمانوں پر ہے۔ جسے دعوت اسلام نہ پہنچی ہو اسے اسلام کی دعوت دینے سے قبل اس کے ساتھ لڑنا جائز نہیں۔ جسے اسلام دعوت پہنچ چکی ہو اسے اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے۔ مگر یہ واجب نہیں ہے اگر انہوں نے انکار کر دیا ہو' تو اللہ سے مدد مانگتے ہوئے وہ ان سے لڑیں گے۔ اور وہ ان پر منجنیقیں لگا دیں گے۔ اور انہیں آگ میں جلا ڈالیں گے۔ ان پر پانی چھوڑ دیں گے۔ ان کے درخت کاٹ ڈالیں گے اور ان کی کھیتیاں' فصلیں تباہ و برباد کر دیں گے۔ اگرچہ ان میں کوئی مسلمان قیدی یا تاجر ہو تو بھی ان پر تیر برسانے میں کوئی حرج

نہیں ہے۔ اگر وہ مسلمانوں کے بچوں یا قیدیوں کو ڈھال کی طرح استعمال کر رہے ہوں تب بھی وہ ان پر تیر برسانے سے نہیں رکیں گے۔ البتہ وہ تیر برسانے میں مسلمانوں کا نہیں بلکہ کفار کا قصد کریں گے۔ جب کوئی لشکر بہت بڑا ہو اور انہیں اس پر اطمینان ہو تو عورتوں اور قرآن مجید کو بھی ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور چھوٹے لشکر میں جس پر اطمینان نہ ہو۔ اس میں انہیں لے جانا مکروہ ہے۔ دشمن کے اچانک چڑھائی کر آنے کے علاوہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں کرے گا۔ مسلمانوں کو چاہئے ہوگا کہ وہ دھوکہ بے ایمانی اور مثلہ نہیں کریں گے۔ عورت' بچے' بالکل بوڑھے' اندھے' اور اپاہج کو مسلمان قتل بھی نہیں کریں گے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ ان میں سے اگر کوئی جنگی معاملات میں رائے دہندہ ہوگا' تو اسے وہ قتل کر دیں گے۔ یا پھر کوئی عورت ملکہ ہو اور مسلمان پاگل کو بھی قتل نہیں کریں گے۔

صلح' دعوت اور جنگ

اگر امام اہل حرب یا ان کے کسی فریق کے ساتھ صلح کر لینے میں کوئی بہتری دیکھ رہا ہو۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے بھلائی ہو تو ایسی صلح کر لینا درست ہوگا۔ پھر ان سے صلح توڑنے میں زیادہ بھلائی سمجھی۔ تو ان سے صلح توڑ کر کے ان سے لڑے گا۔ اگر وہ خیانت شروع کر دیں تو انہیں عہد کو توڑنے کی اطلاع دیئے بغیر ہی ان سے جنگ کرے گا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا جب یہ بات ان سب کے اتفاق سے ہوئی ہو۔ جب ان کے غلام مسلمانوں کے لشکر میں آ گئے تو اب وہ آزاد ہوں گے۔ لشکر کے دارالحرب میں (اپنے جانوروں کو) چارہ کھلانے میں اور کھانے کی اشیاء میں جو کچھ پائیں انہیں کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ ایندھن کی لکڑیاں بھی استعمال کریں گے۔ اور تیل بھی لگائیں گے۔ اور ہتھیاروں میں سے جو کچھ وہ پائیں گے اسے تقسیم کئے بغیر وہ اس کے ساتھ جہاد کریں گے۔ ان اشیاء میں سے ان کے لئے بیچنا اور ذخیرہ کرنا جائز

نہیں ہوگا۔ ان میں سے جو اسلام قبول کرے گا وہ اسلام کی وجہ سے اپنی جان، چھوٹے بچے، اور اپنے اس مال کو جو اس کے پاس ہوگا یا اس کا وہ مال بھی جو اگر کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہے اسے بھی وہ محفوظ کر لے گا۔ اگر ہمارا اس کے گھر پر غلبہ ہو گیا۔ تو اس کی بیوی اس کا حمل زمین اور بالغ اولاد سب کچھ مال غنیمت ہوگا۔ اور اہل حرب کے ہاتھوں ہتھیار فروخت کرنا مناسب نہیں ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی طرف سے مال و اسباب بھی نہیں لیا جائے گا۔ اور نہ ہی انہیں قیدیوں کے بدلے رہا کیا جائے گا۔ لیکن صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں مسلمان قیدیوں کے بدلے میں رہا کر دیا جائے گا۔ ان پر احسان کرنا بھی جائز نہیں۔ جب حاکم کسی شہر کو طاقت وقوت کے ذریعے سے فتح کر لے تو اسے اس شہر کو غازیوں میں تقسیم کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اس شہر کے باشندوں کو برقرار رکھ کر ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر لگان، ٹیکس مقرر کر دے گا۔ اور قیدیوں کے بارے میں بھی اسے اختیار ہوگا چاہے تو انہیں قتل کر دے گا یا چاہے گا تو انہیں غلام بنا لے گا۔ اور یا اگر چاہے گا تو انہیں مسلمانوں کے لئے ذمی بنا کر کے چھوڑ دے گا۔ البتہ انہیں دارالحرب میں جانے کی چھوٹ دینا جائز نہیں ہوگا۔ جب امام دارالاسلام کی طرف واپس آنے لگے اور اس کے ساتھ گائے، بھینسیں وغیرہ ہوں۔ جنہیں دارالاسلام میں لے آنے پر اسے قدرت نہ ہو۔ تو وہ انہیں ذبح کر کے جلا دے گا۔ البتہ نہ تو وہ ان کی کونچیں کاٹے گا۔ اور نہ ہی زمین پر ایسے ہی چھوڑ آئے گا۔ اور مال غنیمت کو جب تک اسے دارالسلام میں نہ لے آئے دارالحرب میں اسے تقسیم نہیں کرے گا۔ اور لشکریوں کی مدد کرنے والے، اور لشکر میں موجود رہ کر کے لڑنے والے برابر ہیں۔ جب انہیں مال غنیمت کو دارالسلام میں لے آنے سے قبل دارالحرب میں کمک پہنچ جائے تو کمک پہنچانے والے بھی اس مال غنیمت میں حصہ دار ہوں گے اور لشکر کے بازار والوں کا مالِ غنیمت میں حق صرف لڑائی کرنے کی صورت میں ہی ہوگا۔

پناہ دینا

جب کسی آزاد مرد یا آزاد عورت نے کسی کافر' کسی جماعت' کسی قلعہ والوں یا کسی شہر والوں کو پناہ دیدی تو اس کا یہ پناہ دے دینا درست ہوگا۔ اب کسی مسلمان کے لئے اس امر میں کوئی خرابی پیش نظر ہونے کے علاوہ انہیں قتل کرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ امام اس کے امن و پناہ دینے کو توڑ سکتا ہے۔ ذمی آدمی کو' قیدی کو اور ایسے تاجر کو جوان کے ہاں آتا جاتا رہتا ہو ان کا پناہ دینا جائز نہیں ہوگا۔ وہ غلام جس کے مالک نے اسے اختیارات دینے کے بعد واپس لے لئے ہوں۔ اس کا پناہ دینا امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں۔ ہاں جب اس کے مالک نے اسے لڑائی کی اجازت دے رکھی ہو تو اس صورت میں اس کا پناہ دینا بھی درست ہوگا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس غلام کو اختیارات دینے کے بعد روک دیا گیا ہو اس کا پناہ دینا بھی صحیح ہے۔

ترک' رومی اور ہم

جب ترک رومیوں پر غلبہ پالیں اور انہیں قید کر لیں۔ ان کے مال کو قبضے میں لے لیں۔ تو وہ اس مال کے مالک ہو جائیں گے۔ اگر ترکیوں پر ہم غلبہ حاصل کر لیں تو اس مال میں سے جس قدر بھی ہم حاصل کر سکیں گے۔ وہ سب کچھ ہمارے لئے حلال ہوگا۔ جب وہ ہمارے مال پر غالب آ کر کے اسے دارالحرب لے جائیں گے تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اگر اس مال پر پھر مسلمان غلبہ حاصل کر لیں۔ پس تقسیم سے قبل وہ مال پالیں تو وہ مال بغیر کسی عوض و بدلے کے مسلمانوں کا

ہوگا۔ اگر انہوں نے وہ مال تقسیم کے بعد پایا تو اگر وہ چاہیں گے تو قیمت دے کر کے لے سکیں گے۔ اگر کوئی تاجر دارالحرب میں آیا اور وہاں سے مال خرید کر کے دارالاسلام میں لے گیا۔ تو اس مال کے مالک کو اختیار ہوگا۔ اگر چاہے گا تو قیمت کے ساتھ اپنا مال واپس لے لے گا۔ اگر چاہے گا تو چھوڑ دے گا۔ اہل حرب ہم پر غلبہ پا لینے کے باوجود ہمارے غلاموں' مدبروں' ام ولد لونڈیوں' مکاتبوں اور آزاد کردہ غلاموں کے مالک نہ ہوں گے۔ ہم بہر حال ان سب کے مالک ہو جائیں گے۔ جب کسی مسلمان کا کوئی غلام بھاگ کر ان کی طرف چلا گیا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کے مالک نہیں ہوں گے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔ اگر کوئی اونٹ اچانک ڈر جانے کی وجہ سے ان کی طرف چلا گیا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا تو اس کے وہ مالک ہو جائیں گے۔

غنیمت کا مال

جب حاکم کے پاس مال غنیمت لادنے کیلئے کوئی جانور نہ ہو تو وہ اسے غازیوں میں بانٹ دے گا تاکہ وہ اسے دارالحرب سے دارالاسلام میں لے آئیں۔ یہاں ان سے واپس لے کر کے پھر دوبارہ تقسیم کرے گا۔ مال غنیمت کو تقسیم سے پہلے دارالحرب میں بیچنا جائز نہیں۔ اور غازیوں میں سے جو مال غنیمت کو دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف نکال لانے سے قبل دارالحرب میں فوت ہو گیا۔ اس کا تقسیم میں کوئی حق نہ رہے گا اور جو غازی مال غنیمت کے دارالحرب سے دارالاسلام میں نکال لانے کے بعد فوت ہوا۔ اس کا حصہ اس کے وارثوں کے لئے ہوگا۔ اگر جنگ کے دوران امام وحاکم انعام کے وعدے پر لڑائی پر برانگیختہ کرے تو اس میں کوئی عیب نہیں اور وہ اس کا اس طرح کہنا ہوگا جو جسے قتل کرے گا اس مقتول کا سازوسامان اسی کا ہوگا یا وہ کسی دستے سے کہے! کہ میں نے خمس کے بعد چوتھائی حصہ تمہارے لئے کر دیا ہے۔ اب وہ دارالاسلام میں مال غنیمت جمع کرنے کے بعد انہیں خمس کے علاوہ کوئی انعام نہیں

دے گا۔ جب اس نے مقتول کا سامان قاتل کے لئے ہونا قرار نہ دیا ہو تو وہ بھی کل مال غنیمت سے ہی شمار ہوگا۔ جس میں قاتل و غیر قاتل دونوں برابر ہوں گے اور مقتول کا ساز و سامان وہ مقتول کے کپڑے اور ہتھیار وغیرہ ہوں گے۔ اس کی سواری بھی اس ساز و سامان میں شامل ہوگی۔ جب مسلمان دارالحرب سے نکل آئیں تو اب ان کا اپنے جانوروں کو غنیمت کے مال سے چارہ کھلانا صحیح نہ ہوگا۔ اور ان کا خود بھی اس میں سے کچھ کھانا جائز نہ ہوگا بلکہ جس کے پاس غنیمت کے مال سے کچھ کھانا یا چارہ بچا ہوا ہوگا۔ وہ اسے بھی مال غنیمت میں شامل کر دے گا۔

سوار اور پیدل

امام مال غنیمت کا خمس نکال کر باقی مال تقسیم کر دے گا۔ غازیوں میں چار خمس تقسیم کرے گا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوار کے لئے دو اور پیدل کے لئے ایک حصہ ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوار کے لئے تین حصے ہوں گے اور وہ صرف ایک گھوڑے کا حصہ لگائے گا۔ اس امر میں دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہی ہوں گے اور وہ سامان اٹھانے والے اور خچر کا حصہ بھی نہیں لگائے گا۔ جو آدمی گھوڑے پر سوار ہونے کی حالت میں دارالحرب میں داخل ہوا۔ اس کے بعد اس کا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصے کا ہی حقدار ہوگا۔ اور جو پیدل داخل ہوا تھا مگر بعد میں اس نے گھوڑا خرید لیا تھا تو وہ پیدل کے حصے کا ہی مستحق ہوگا۔ غلام، عورت، ذمی اور بچے کا بھی کوئی حصہ مقرر نہیں کیا جائے گا۔ البتہ امام جو بہتر سمجھے گا۔ وہ انہیں دے دے گا۔ باقی خمس رہ جائے گا تو اس کے وہ تین حصے کرے گا۔ ایک ایک حصہ یتیموں، مسافروں اور مسکینوں کے لئے ہوگا۔ قریبی رشتہ داروں میں سے جو غریب حضرات ہوں گے وہ بھی انہیں میں شامل ہوں گے۔ انہیں پہلا حصہ دیا جائے گا مگر امام ان کے مالداروں کو کچھ نہیں دے گا۔ بہر حال اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں خمس کے حوالے سے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ کلام کو شروع کرتے ہوئے اللہ عزوجل کے نام سے

برکت حاصل کرنے کے لئے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری طور پر دنیا سے تشریف لے جانے کی وجہ سے ساقط ہو چکا ہے۔ جس طرح سرداروں کے لئے مال غنیمت سے مخصوص کیا جانے والا حصہ اور قریبی رشتہ داروں کا حصہ ساقط ہو چکا ہے کیونکہ وہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے میں تو فتح ونصرت کی وجہ سے اس کے مستحق ٹھہرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر فقر کی وجہ سے حقدار بنتے تھے۔ جب دو آدمی امام کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرتے ہوئے دارالحرب میں داخل ہو کر وہاں سے کوئی شے لے آئیں تو اس کا خمس نہیں لیا جائے گا لیکن اگر وہ کسی جماعت کی قوت سے داخل ہو کر وہاں سے کوئی شے لے آئیں تو اس میں امام نے انہیں اجازت نہ بھی دی ہو تب بھی اس شے کا خمس لیا جائے گا۔

دارالحرب اور دارالاسلام

جب کوئی مسلمان بحیثیت تاجر دارالحرب میں داخل ہو تو اس کے لئے ان کے مالوں اور جانوں میں سے کسی شے کا بھی مطالبہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ اس کے بعد اگر اس نے غداری کرتے ہوئے کوئی شے لے ہی لی تو وہ بطریق ممنوع ہی اس کا مالک ہوگا۔ اسے اس چیز کو صدقہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ جب کوئی حربی پناہ لینے کی غرض سے ہمارے پاس آئے گا تو اس کے لئے پورا سال دارالاسلام میں ٹھہرنا ممکن نہ ہوگا بلکہ امام اسے کہہ دے گا۔ اگر تو نے یہاں سال بھر رہنا ہے تو میں تم پر جزیہ مقرر کردوں گا۔ اس کے بعد وہ اگر سال بھر رہنا چاہے گا تو اس سے جزیہ لیا جائے گا اور وہ ذمی ہو جائے گا۔ اب اسے واپس دارالحرب جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اگر وہ دارالحرب چلا گیا اور جاتے ہوئے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت یا قرض چھوڑ گیا تو پس اس کے اس طرح چلے جانے کی وجہ سے اس کا خون تو صاح ہو ہی چکا ہوگا بلکہ اب دارالاسلام میں اس کا جو کچھ بھی مال ہوگا وہ بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اگر اسے قید کر لیا گیا یا دارالحرب پر قبضے کے بعد اسے قتل کر دیا گیا تو اس کا قرض ساقط ہو

جائے گا اور اس کی امانت مال غنیمت بن جائے گی۔ اہل حرب کا جو مال مسلمانوں نے حملہ کرتے ہوئے جنگ کے بغیر ہی لے لیا تو جیسے خراج خرچ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ مال بھی مسلمانوں کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

عشری اور خراجی زمین

عرب شریف یا حجاز مقدس کی زمین جو مقام ''عذیب'' سے لے کر کے ''عقبہ حلوان'' تک ہے اور مقام ''ثلث'' سے لے کر مقام ''عبادان'' تک ہے۔ ''سواد عراق'' کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملکیت ہے۔ ان کا اسے بیچنا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔ ہر وہ زمین جس کے باشندے اسلام قبول کرلیں یا اسے قوت بازو سے فتح کرنے کے بعد غازیوں میں تقسیم کردیا گیا ہو۔ ایسی زمین عشری ہوگی۔ جس زمین کو قوت بازو سے فتح کرنے کے بعد اس کے باشندوں کو ہی وہاں رکھا گیا ہوتو ایسی زمین خراجی ہوگی۔ جس نے کوئی مردہ زمین آباد کی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اس کا اعتبار برابر والی زمین سے کیا جائے گا۔ اگر برابر والی زمین خراجی ہوتو وہ بھی خراجی ہوگی۔ اگر عشری ہوتو وہ بھی عشری ہوگی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم کے اجماع کے مطابق ہمارے نزدیک ''بصرہ'' کی زمین عشری ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ اگر اس زمین کو کنواں کھود کر کے' چشمہ نکال کر کے' دجلہ' فرات یا وہ بڑی نہریں جن کا کوئی مالک نہیں ان کے پانی سے کسی نے آباد کیا ہو تو وہ زمین عشری ہوگی۔ اگر وہ نہریں جنہیں عجمیوں نے کھودا ہو۔ مثال کے طور پر ''نہر ملک'' ''نہر یزدجر'' ان کے پانی سے آباد کیا تو وہ زمین خراجی ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اہل سواد پر جو خراج مقرر فرمایا تھا وہ ہر اس جریب کی وجہ سے تھا جس سے ان کی زمین کو پانی پہنچتا تھا اور وہ قابل کاشت بھی تھی۔

قفیز' صاع اور جریب

ہاشمی قفیز' ایک صاع اور ایک درہم کا ہوتا ہے۔ ترکاریوں کے ایک جریب میں

پانچ درہم ہوتے ہیں جبکہ انگور اور کھجور کے ایک جریب میں دس درہم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی زمینوں پر بھی ان کے منافع اور آمدن کے مطابق خراج مقرر کیا جائے گا۔ اگر ان زمینوں کے اہل اس مقررہ خراج کو برداشت نہ کر سکتے ہوں تو امام اسے کم کر دے گا۔ اگر ان پر پانی کا غلبہ ہو جائے' پانی بند ہو جائے یا کوئی آفت فصل تباہ کر دے تو کاشتکاروں پر خراج نہیں ہوگا۔ اگر زمین کے مالکوں نے زمین کو بیکار چھوڑ رکھا ہو تو ان پر خراج ہوگا جو زمین والے اسلام لے آئیں ان سے حسب سابق خراج لینا جاری رہے گا۔ مسلمان کا ذمی سے خراجی زمین خریدنا جائز ہے۔ خراجی زمین کی پیداوار میں اس مسلمان سے بھی خراج لیا جائے گا۔ مگر عشر نہیں لیا جائے گا۔

اقسام جزیہ

جزیہ کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ ہے جو رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جاتا ہے جس پر اس کے مقرر کرنے کا اتفاق ہوگا۔ اس پر مقرر کر دیا جائے گا۔

ایک قسم جزیہ کی وہ ہے کہ جب امام کافروں پر غلبہ پاتا ہے تو ابتداءً ان پر جزیہ مقرر کر دیتا ہے یہ ہی جزیہ کی دوسری قسم ہے۔

اور امام وہاں کے مالکوں کو ان کی ملکیتوں پر برقرار رکھے گا اور ان میں سے زیادہ مالدار آدمی پر ایک سال کے اڑتالیس درہم مقرر کرے گا۔ ہر ماہ اس سے چار درہم وصول کرتا رہے گا۔ ایک درمیانے درجہ کے آدمی پر ایک سال کے چوبیس درہم وصول کرے گا۔ اس سے ہر ماہ دو درہم مقرر کرتا رہے گا۔ ایک عام مزدور اور فقیر قسم کے آدمی پر ایک سال کے بارہ درہم مقرر کرے گا۔ اور ہر ماہ اس سے ایک درہم وصول کرتا رہے گا۔ اہل کتاب' مجمیوں' مجوسیوں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا۔ البتہ عرب کے بت پرستوں اور مرتدوں پر مقرر نہیں کیا جائے گا۔ عورت' بچے' اپاہج' ایسا فقیر جو بیکار ہو اور وہ راہب جو لوگوں سے ملتا نہ ہو ان پر

جزیہ مقرر نہیں کیا جاتا۔ جو آدمی اسلام لے آئے اس کے ذمے اگر کچھ جزیہ ہو بھی تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے آدمی پر دو سال کا جزیہ اکٹھا ہو گیا تھا تو وہ دونوں جزیے ایک ہی شمار ہوں گے۔

نئے عبادت خانے

دارالاسلام میں یہود ونصاریٰ کا نئے عبادت خانے بنانا جائز نہیں۔ اگر ان کے پرانے عبادت خانے اور گرجا گھر منہدم ہو جائیں تو صرف انہیں وہ دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

ذمیوں کا رہنا

ذمیوں سے لباس' سواریوں' زمینوں اور ٹوپیوں میں مسلمانوں کو ممتاز رکھنے کا عہد لیا جائے گا اور یہ بھی کہ نہ تو وہ گھوڑوں پر سوار ہوں گے' نہ ہتھیار اٹھائیں گے اور جس نے جزیہ نہ دیا' کسی مسلمان کو قتل کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔ ان کے دارالاسلام سے دارالحرب چلے جانے یا کسی جگہ غلبہ پا کر ہم سے لڑائی پر تیار ہونے کے علاوہ ان کا عہد نہیں ٹوٹے گا۔

مرتد

اگر کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی۔ اگر اسے کوئی شک شبہ ہو تو اسے دور کیا جائے گا۔ اور اسے تین دن تک قید میں رکھا جائے گا۔ اگر وہ واپس آ جائے یعنی اسلام پھر سے قبول کر لے تو صحیح لیکن اگر اسلام قبول نہ کرے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے اسے اسلام کی دعوت دینے سے قبل ہی قتل کر دیا تو یہ فعل مکروہ تو ہوگا مگر قاتل پر واجب کچھ نہیں ہوگا۔ اور اسلام سے پھر جانے والی عورت بہر حال قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسے اسلام قبول کر لینے تک قید کر دیا جائے گا۔

تفصیل ارتداد

جب کوئی آدمی مرتد ہو جائے تو اسکے مرتد ہونے سے اس کے مال سے اس کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔ مگر اس کی ملکیت کا یہ زوال موقوف رہتا ہے۔ اگر تو وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کی مِلک واپس لوٹ آئے گی۔ اگر مرتد ہونے کی صورت میں ہی فوت ہو گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کی زمانہ اسلام کی کمائی اس کے مسلمان ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور اس کی زمانہ ارتداد کی کمائی مال غنیمت بن جائے گی۔ اگر کوئی مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا اور حاکم نے اس کے ان کے ساتھ مل جانے کا حکم جاری کر دیا تو اس کے مدبر اور ام ولد افراد فوری طور پر آزاد ہو جائیں گے اور وہ قرضے جو اس کے ذمے میعادی تھے اور اس کی زمانہ اسلام کی کمائی یہ تمام مال اس کے مسلمان ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اب اس کے قرضے جو اسے دور اسلام میں لازم ہوئے تھے وہ اس کی دور اسلام کی کمائی سے ادا کئے جائیں گے۔ اور اس کے وہ قرضے جو اسے زمانہ ارتداد میں ہونے کی صورت میں لازم ہوئے تھے۔ وہ اس کی مرتد ہونے کی حالت میں کی گئی کمائی سے ادا کئے جائیں گے۔ اور جو کچھ اس نے بیچا ہو' خریدا ہو یا حالت ارتداد میں اپنے مال میں تصرف کیا ہو گا تو یہ سب عقد موقوف رہیں گے۔ اگر وہ اسلام لے آئے گا تو اس کے یہ تمام عقد درست ہو جائیں گے۔ کوئی مرتد مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ گیا تو اسے اپنے ورثاء کے پاس اپنا جو مال بالکل اسی حالت میں مل سکے گا' اسے وہ لے لے گا اور اگر اسلام سے پھرنے والی کسی عورت نے ارتداد کی حالت میں اپنے مال میں کچھ تصرف کر لیا تو جائز ہو گا۔ جتنی زکوٰۃ مسلمانوں سے لی جاتی ہے ''بنو تغلب'' سے نصاریٰ سے اس سے دگنی لی جائے گی۔ ان کی عورتوں سے بھی اس کا دگنا لیا جائے گا۔ البتہ ان کے بچوں سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ امام مال خراج' بنو تغلب کا مال' اہل حرب نے جو کچھ ہدیتہً امام کو دیا ہو یہ سب کچھ جس قدر بھی امام نے جمع کیا ہوا ہو اور جزیے کا مال بھی سب مسلمانوں کی

بھلائی پر خرچ کیا جائے گا۔ اس مال سے سرحدیں بند کر دی جائیں گی' پل بنائے جائیں گے اور نیز اسی مال سے مسلمانوں کے قاضیوں' گورنروں اور علمائے کرام کو اس قدر دیا جائے گا جو انہیں کفایت کر سکے۔ اسی مال سے غازیوں اور ان کے بچوں کو روز مرہ کا خرچہ بھی دیا جائے گا۔

اطاعت سے باہر

جب مسلمانوں کی کوئی جماعت کسی شہر پر اپنا تسلط جما بیٹھے مگر امام کی اطاعت سے باہر ہو جائے تو امام انہیں جماعت میں شریک ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے شک کو بھی دور کرے گا۔ اور ان کے ابتداء کرنے تک ان سے لڑنے میں بھی پہل نہیں کرے گا۔ اگر انہوں نے ہم سے لڑنے کا آغاز کر ہی دیا تو ہم ان کے گروہ کے ٹوٹ جانے تک ان سے لڑتے رہیں گے۔ اگر ان کی کوئی جماعت بھی ہو تو امام ان کے زخمیوں کو گرفتار بھی کرے گا اور ان کے بھاگنے والوں کا پیچھا کرے گا۔ اگر ان کی کوئی جماعت نہ ہو تو پھر نہ امام ان کے زخمیوں کو گرفتار کرے گا۔ نہ ان کے فرار ہونے والوں کا پیچھا کرے گا۔ ان کی اولاد کو بھی قید نہیں کرے گا' نہ ان کا مال تقسیم کیا جائے گا۔ البتہ اگر مسلمانوں کو اس امر کی حاجت ہو تو اس صورت میں ان کے ہتھیاروں کے ساتھ لڑنے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔ امام ان کا مال روک لے گا اور ان کے توبہ کرنے تک نہ تو انہیں واپس لوٹائے گا نہ تقسیم کرے گا۔ ہاں جب وہ توبہ کر لیں گے تو امام ان کا مال انہیں واپس کر دے گا۔

باغیوں نے جس شہر پر قبضے کے بعد وہاں کے لوگوں سے خراج یا عشر بھی وصول کر لیا ہو تو امام اب ان سے دوبارہ نہیں لے گا۔ اب اگر انہوں نے اسے صحیح جگہ پر خرچ کیا تو جس سے لیا گیا ہو اس کی طرف سے کافی ہو گا لیکن اگر انہوں نے اس خراج یا عشر کو ناحق خرچ کر ڈالا تو ان لوگوں پر دیانتداری کے طور پر دوبارہ ادا کرنا واجب ہو گا۔

کتاب الحضر والاباحۃ

شرعاً ممنوع اور مباح کام

مردوں کے لیے ریشمی کپڑے پہننا حلال نہیں۔ عورتوں کے لئے حلال ہے۔ البتہ اس کا تکیہ بنا لینے میں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا تکیہ لگانا بھی مکروہ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہی لڑائی میں ریشم اور دیبا پہننے میں کوئی حرج نہیں جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ البتہ ملحم یعنی وہ کپڑا جس کا تانا ریشمی ہو اور بانا روئی یا اون کا ہو۔ تو اسے پہننے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

سونا چاندی

مرد کیلئے سونے اور چاندی کا زیور پہننا جائز نہیں۔ ہاں اگر انگوٹھی' پٹکا اور تلوار کا زیور چاندی کا ہو تو حرج نہیں۔ بچے کو سونا اور ریشم پہنانا مکروہ ہے۔ عورتوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا' پینا' تیل لگانا اور خوشبو لگانا جائز نہیں۔ البتہ کانچ' رانگ' بلور اور سرخ مہروں کے برتن استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا برتن جس پر چاندی چڑھائی گئی ہے اس میں پی لینا جائز ہے۔ مگر چاندی چڑھائی گئی ''زین'' اور چاندی چڑھائے گئے تخت پر بیٹھا بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہر دس آیات کے بعد چاندی کے نشان اور نقطے لگانا مکروہ ہے۔ قرآن مجید کو مزین کرنے اور مسجد کو بھی چاندی سے آراستہ کرنے اور سجانے میں کوئی عیب نہیں۔ خصی

سے خدمت طلب کرنا مکروہ ہے۔ البتہ چوپاؤں کو خصی کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور گدھا گھوڑی پر ڈ آلنے میں ہدیہ قبول کر لینا جائز ہے۔ اجازت میں غلام اور بچے کا قول اور معاملات میں فاسق کا قول مان لیا جائے گا۔ اور حساب کتاب کی خبر دینے میں صرف کسی انصاف پسند آدمی کا قول ہی قبول کیا جائے گا۔

اجنبی عورت

مرد کے لیے کسی اجنبی عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ باقی جسم کو دیکھنا جائز نہیں۔ اس کے بعد اگر اسے شہوت سے اطمینان نہ ہو تو اس کا چہرہ بھی بغیر ضرورت کے نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ قاضی نے جب عورت پر حکم جاری کرنا ہو اور کسی گواہ کے لئے جب کوئی عورت گواہی دینا چاہے اس صورت میں انہیں اگر شہوت کا ڈر ہو بھی تب بھی ان کے لئے اس عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے۔ اور طبیب کے لئے عورت کی مرض والی جگہ دیکھنا جائز ہے۔ ناف سے گھٹنوں تک کے درمیانی حصے کے علاوہ ایک مرد دوسرے مرد کے باقی سارے جسم کو دیکھ سکتا ہے۔ ایک عورت کے لئے مرد کے جسم کو اس حد تک دیکھنا جائز ہے جتنا ایک مرد دوسرے مرد کے جسم کو دیکھ سکتا ہے اور ایسے ہی ایک عورت بھی دوسری عورت کا اتنا ہی جسم دیکھ سکتی ہے جتنا ایک مرد دوسرے مرد کا جسم دیکھ سکتا ہے۔ آدمی اپنی حلال لونڈی اور بیوی کی شرم گاہ دیکھ سکتا ہے۔ آدمی اپنی ذی رحم محرم عورتوں کے چہرہ' سر' سینے' پنڈلیوں اور بازوؤں کو دیکھ سکتا ہے مگر ان کی پیٹھ' پیٹ اور ران کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور وہ عضو جسے دیکھنا جائز ہے اسے چھو بھی سکتا ہے اس میں خرابی نہیں۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی لونڈی کا اتنا ہی جسم دیکھ سکتا ہے جتنا اپنی ذی رحم محرم عورتوں کا جسم دیکھنا جائز ہے اور اسے چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر یہ اس وقت ہے جب وہ اسے خریدنا چاہتا ہو۔ اگرچہ اس میں شہوت کا خطرہ بھی ہو۔ مگر یہ پھر بھی درست ہے۔ اجنبیہ کو دیکھنے میں خصی آدمی بھی ایک مرد کی مثل ہی ہوگا۔ ایک غلام کے لئے بھی اپنی مالکن کے جسم کو اس قدر دیکھنا ہی جائز ہے

جتنا ایک اجنبی آدمی کے لئے اس عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ آدمی اپنی لونڈی کی اجازت کے بغیر ہی عزل[1] کر سکتا ہے مگر یہی کام اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر اس سے نہیں کر سکتا۔ شہر میں آدمیوں اور چوپاؤں کی خوراک روکنا جہاں شہر والوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔ وہاں یہ کام کرنا مکروہ ہے۔ وہ آدمی جس نے اپنی زمین کے غلہ جات یا وہ شے جسے کوئی دوسرے شہر سے لایا ہے اس کو روکا تو اسے اس کا روکنے والا شمار نہیں کریں گے۔ اور کسی بادشاہ کے لیے لوگوں پر ریٹ مقرر کرنا مناسب نہیں۔ فتنے اور فساد کے دنوں میں ہتھیار بیچنا مکروہ ہے۔ اور وہ آدمی جس کے بارے معلوم ہو کہ وہ شراب بنائے گا اس کے ہاتھ انگوروں کا شیرہ فروخت کرنے میں کوئی عیب والی بات نہیں ہے۔

[1] مادہ منویہ باہر گرا دینا۔

کتاب الوصایا

وصیت کرنا

وصیت کرنا مستحب ہے' واجب نہیں۔ تمام ورثاء کے جائز قرار دینے کے علاوہ کسی وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں۔ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں۔ اور قاتل کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں جبکہ مسلمان کا کافر کے لیے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ اور وصیت کا قبول کرنا وفات کے بعد ہوتا ہے۔ اس کے بعد جس کے لئے وصیت کی گئی اگر اس نے وصیت کرنے والے کی زندگی میں قبول کرلیا یا اسے ٹھکرادیا تو یہ باطل ہے۔ اور انسان کا ایک تہائی مال سے کم کی وصیت کرنا مستحب ہے۔ جب کسی نے کسی کے لئے وصیت کی اور اس نے وصیت کرنے والے کے سامنے وصیت قبول کر لی۔ مگر اس نے اس کی عدم موجودگی میں اسے رد کر دیا تو یہ رد نہ ہوگا۔ البتہ اس نے اگر اس کے سامنے رد کیا تو اس کی وصیت رد ہو جائے گی۔ جس شے کی وصیت کی جائے وہ ایک مسئلے کے علاوہ مِلک میں آ جاتی ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ وصیت کرنے والا فوت ہو جائے۔ پھر وہ جس کے لئے وصیت کی گئی وہ بھی وصیت قبول کرنے سے قبل ہی فوت ہو جائے تو جس چیز کی وصیت کی گئی تھی وہ آدمی جس کے لئے وصیت کی گئی تھی اس کے ورثاء کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔ جس نے غلام! کافر یا فاسق کے لئے وصیت کی تو قاضی وصیت سے نکال باہر کرے گا اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے مقرر کر دے گا۔ جس نے وراثت میں کسی عاقل بالغ کے موجود ہونے کے باوجود غلام کے لئے وصیت کی تو یہ

وصیت درست نہ ہوگی۔ جس نے ایسے آدمی کو وصیت کی جو اسے قائم کرنے سے عاجز تھا تو قاضی اس آدمی کی اس وصیت کو پورا کرنے کی خاطر کسی اور آدمی کو مقرر کر دے گا۔ جس نے دو آدمیوں کو وصیت کی تو ان میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوگا۔ البتہ میت کے کفن کی خریداری اور اسے دفنانے کا انتظام کرنا اس کے چھوٹے بچوں کے کھانے کا انتظام' ان کے لباس کا انتظام' مخصوص امانت کا لوٹانا' خاص وصیت نافذ کرنا' معین غلام آزاد کرنا' قرضہ ادا کرنا اور میت کے حقوق میں فریاد کرنے جیسے کام کر سکتا ہے جس نے ایک آدمی کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک اور آدمی کے لئے بھی تہائی مال کی وصیت کر دی مگر اس کے ورثاء نے اسے قبول نہ کیا۔ تو ایک تہائی مال ان دونوں میں نصف نصف ہوگا۔ اگر ایک آدمی کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے چھٹے حصے کی وصیت کی تو وہ ایک تہائی مال ان دونوں کے درمیان تین حصے ہوگا۔ اگر ایک کے لئے پورے مال کی اور دوسرے کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کی تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک تہائی مال ان دونوں کے درمیان چار حصے تقسیم ہوگا۔ جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک تہائی مال ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ محابات' سعایت اور مرسلہ درہموں کے علاوہ مال میں جس کے لئے وصیت کی گئی ہو اسے تہائی مال سے زیادہ نہیں دلاتے۔

مقروض کی وصیت

ایک آدمی وصیت تو کرے مگر اس کے ذمے اتنا قرضہ ہو کہ اس کا سارا مال اس کے اس قرض میں ہی ختم ہوتا نظر آتا ہو تو اس کی یہ وصیت جائز نہ ہوگی۔ مگر اس صورت میں جائز ہو سکتی ہے جب اس کے قرض خواہ اسے قرضوں سے آزاد قرار دیں۔ جس نے اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی تو اس کی یہ وصیت باطل ہوگی۔ ہاں اگر بیٹے کے حصے کی مثل کے ساتھ وصیت کی تو جائز ہوگی۔ پھر اگر اس کے دو بیٹے

ہوں تو جس کے لئے وصیت ہوگی اس کے لئے ایک تہائی مال ہوگا۔

جس نے اپنی بیماری کے عالم میں اپنے غلام کو آزاد کر دیا یا اسے فروخت کر دیا اور محابات[1] کر لی یا اسے ہبہ کر دیا تو یہ سب جائز ہوگا۔ یہاں تہائی کا زیادہ اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ جو وصیت کرنے والے ہیں اسے بھی ان کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔ اگر پہلے محابات کی بعد میں آزاد کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محابات کا اعتبار زیادہ ہوگا۔ اگر پہلے آزاد کیا پھر محابات کی تو یہ دونوں برابر ہوں گے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں مسئلوں میں آزادی زیادہ بہتر ہوگی۔ جس نے کسی کے لیے اپنے مال کے ایک حصے کی وصیت کی تو اس کے لیے اس کے ورثہ کے حصوں میں سب سے کم حصہ ہوگا۔ اگر چھٹے حصے سے کم ہونے کے علاوہ ایسا ہو تو اس کے لئے چھٹا حصہ پورا کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے اپنے مال کی ایک جز کی وصیت کی تو اس کے ورثاء سے کہا جائے گا کہ تم جو چاہو دے دو۔

حقوق اللہ میں وصیت

جس نے حقوق اللہ عزوجل کے حوالے سے کچھ وصیتیں کیں تو ان میں سے فرائض کو مقدم کیا جائے گا۔ وصیت کرنے والے نے ان وصیتوں میں سے فرائض کو مقدم کیا ہو چاہے مؤخر کیا ہو۔ مثال کے طور پر حج، زکوٰۃ اور کفارے اور جو امور واجب نہیں ان میں سے جس چیز کو وصیت کرنے والے نے مقدم کیا ہوا سے ہی مقدم کیا جائے گا جس نے حج کرنے کی وصیت کی تھی تو اس کے شہر سے ہی کسی کو حج کرنے کے لیے روانہ کریں گے۔ جو سوار ہو کر کے حج کرنے جا رہا ہوگا اس کے اخراجات اگر وصیت کے مال سے پورے نہ ہو رہے ہوں گے تو جیسے بھی ہو سکے گا اسے حج کرا دیں گے۔ جو حج کے لئے نکلا پھر اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ مگر وہ کسی کو حج کرانے کی وصیت کر گیا تھا۔ تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے شہر

[1] چھوڑ دینا۔

میں سے کسی کو حج کرا دیا جائے گا۔ جبکہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جہاں فوت ہوا تھا وہاں سے ہی کسی کو حج کرایا جائے گا۔

بچہ اور مکاتب

بچے اور مکاتب کی وصیت اگر وہ اتنا مال بھی چھوڑ جائیں جو کافی ووافی ہو تب بھی صحیح نہیں ہوگی۔ اور وصیت کرنے والے کے لئے اپنی وصیت سے رجوع کرنا جائز ہے۔ جب اس نے واضح طور پر رجوع کر لیا تو رجوع ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے انکار کیا تو یہ اس کا رجوع کرنا نہیں ہوگا۔

پڑوسی، ماموں اور چچے

جس کسی نے ہمسائیوں کے لیے وصیت کی تو اس کی یہ وصیت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب پڑوسیوں کے لیے ہوگی یعنی بالکل متصل پڑوسی مراد ہوں گے۔ جس نے سسرال والوں کے لیے وصیت کی تو اس کی وصیت بیوی کے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہوگی۔ جس نے دامادوں کے لئے وصیت کی تو اس کی ہر ذی رحم محرم عورت کا شوہر اس کا داماد شمار ہوگا۔ جس نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کی تو اس کی وصیت اس پر ذی رحم محرم کے لئے ہوگی۔ پھر اس سے زیادہ قریبی رشتہ کے لئے ہوگی۔ البتہ ان میں اس کی اولاد اور اس کے والدین داخل نہیں ہوں گے۔ اور یہ وصیت دو بلکہ دو سے زیادہ کے لئے ہوگی۔ جس وقت کسی نے اپنے دو ماموں اور دو چچاؤں کے لئے وصیت کی تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی یہ وصیت اس کے دو چچاؤں کے لئے ہی ہوگی۔ اگر اس کے دو ماموں اور ایک چچا ہو تو نصف چچا کے لئے اور نصف دو ماموں کے لئے ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وصیت ہر اس آدمی کے لئے ہوگی جو اسلام میں اس کے آخری باپ کی طرف منسوب ہوگا۔

درہم' بکریاں اور کپڑے

جس نے کسی کے لئے اپنے تہائی درہموں یا اپنی ایک تہائی بکریوں کی وصیت کی۔ اس کے بعد اس کے دو ثلث برباد ہو گئے۔ باقی صرف ایک ثلث جو اس کے باقی مال کے ثلث سے نکل سکتا ہو وہی رہ گیا۔ تو جس کے لئے وصیت کی گئی تھی باقی کی تمام بکریاں اس کی ہوں گی۔ اور وہ آدمی جس نے کسی کے لئے اپنے ایک تہائی کپڑوں کی وصیت کی پھر اس کے دو ثلث ہلاک ہو گئے۔ اور اس کے مال کا ایک ثلث جو اس کے باقی مال سے نکل سکتا تھا وہ باقی رہ گیا۔ تو جس کے لئے وصیت کی گئی تھی وہ ان کپڑوں کے ثلث کے علاوہ باقی کپڑوں کا حقدار نہ ہوگا۔ جس نے اپنے کچھ نقد مال اور کچھ قرض مال میں ایک ہزار درہم کی وصیت کی تو اب اگر نقد مال کے ثلث سے ایک ہزار درہم نکل سکتے ہوں گے تو جس کے لئے وصیت ہوگی اسے دے دیئے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے گا تو اسے نقد مال کی ایک تہائی دے دی جائے گی۔ باقی جو قرض وصول ہوتا رہے گا وہ اس سے ایک تہائی لیتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ یونہی ایک ہزار درہم وصول کرے گا۔ حمل کے لئے اور حمل کے ساتھ وصیت کرنا بھی جائز ہے۔ مگر یہ اس وقت ہی ہوگا جب حمل کی ولادت وصیت کے دن سے چھ ماہ سے کم مدت میں ہو۔

لونڈی میں وصیت

جب ایک آدمی نے کسی کے لئے اپنی لونڈی کی وصیت کرتے ہوئے اس کے حمل کو علیحدہ قرار دے دیا تو اس کی یہ وصیت اور استثناء درست ہوگا۔ اور وہ آدمی جس نے کسی کے لیے اپنی لونڈی کی وصیت کی تھی۔ اس کے بعد اس لونڈی نے ایک بچے کو جنم دے دیا۔ مگر یہ جنم اس نے وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اور جس کے لئے وصیت تھی اس کے وصیت کو قبول کرنے سے پہلے دیا۔ اس کے بعد اس نے

وصیت کو قبول کر لیا۔ اب اگر یہ دونوں (بچہ اور لونڈی) ایک تہائی مال سے نکل سکتے ہوں تو موصیٰ لہ کے لئے ہوں گے۔ اگر نہ نکل سکتے ہوں گے تو انہیں بھی تہائی مال میں شامل کر لیا جائے گا۔ اب موصٰی لہ یعنی جس کے لئے وصیت کی گئی تھی صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ان سب سے حصہ لے گا۔ مگر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ موصٰی لہ اپنا حصہ ماں (لونڈی) سے لے گا۔ اس کے بعد اگر بچے کے لحاظ سے کچھ بچ گیا تو وہ بھی لے لے گا۔ اپنے غلام کی خدمت اور اپنے مکان کی کچھ سالوں کی رہائش کے ساتھ وصیت کر لینا جائز ہے بلکہ اس طرح کی وصیت ہمیشہ کے لئے کر لینا بھی جائز ہے۔ اس کے بعد اگر تہائی مال سے غلام کی قیمت بن سکتی ہو تو وہ خدمت کے لئے موصٰی لہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو تو وہ غلام دو دن ورثاء کی خدمت کرے گا اور ایک دن موصٰی لہ کی خدمت کیا کرے گا۔ اور موصٰی لہ کے فوت ہو جانے کی صورت میں وہ غلام ورثاء کی طرف لوٹ آئے گا۔ اگر موصٰی لہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں فوت ہو جائے تو وہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی کی اولاد کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت ان کے درمیان لڑکے اور لڑکی میں برابر ہوگی۔ اگر کسی کے ورثاء کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت ان کے درمیان اس طرح ہوگی کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کو شامل ہوگا۔ جس نے زید اور عمرو کے لیے ایک تہائی مال کی وصیت کی مگر تب عمرو فوت ہو چکا تھا تو وہ ایک تہائی مال زید کا ہوگا۔ اگر کسی نے کہا کہ میرا ایک تہائی مال زید اور عمرو کے درمیان تقسیم ہے۔ مگر اس وقت زید فوت ہو چکا تھا تو عمرو کے لئے اس تہائی مال کا نصف ہوگا۔ جس نے مال نہ ہونے کے باوجود ایک تہائی مال کی وصیت کر دی۔ اس کے بعد اس نے کچھ مال کما لیا تو وصیت کرنے والا جس مال کا موت کے وقت مالک ہوگا موصٰی لہ اس کا حقدار بن جائے گا۔

کتاب الفرائض

ورثاء اور ان کے حصے

مردوں میں سے جن کے وارث ہو سکنے پر اجماع ہے وہ دس ہیں۔ بیٹا(۱)' پوتا(۲)' اگرچہ نیچے کی طرف سے ہوں۔ باپ(۳) اور دادا(۴) اگرچہ اوپر کی طرف سے ہوں۔ بھائی (۵)' بھتیجا(۶)' چچا(۷)' چچازاد(۸)' شوہر(۹) اور آزاد کنندہ(۱۰) اور عورتوں میں سے جو وارث ہوسکتی ہیں وہ سات ہیں۔ بیٹی' پوتی' ماں' دادی' بہن' بیوی اور آزاد کرنے والی عورت وارث ہوسکتی ہے۔ چار آدمی وارث نہیں ہو سکتے۔ غلام' قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا' مرتد اور مختلف مذہبوں والے افراد وارث نہیں ہو سکتے۔

کتاب اللہ عزوجل اور مقرر حصے

وہ حصے جو کتاب اللہ عزوجل میں مقرر ہیں وہ چھ ہیں۔ نصف' ربع (چوتھائی)' ثمن (آٹھواں)' ثلثان (دو تہائی)' ایک ثلث اور سدس (چھٹا حصہ) پس تو نصف پانچ آدمیوں کے حصے میں آتا ہے۔ بیٹی' پوتی جب صلبی نہ ہوں اور حقیقی بہن اور جب حقیقی بہن نہ ہوتو باپ شریک بہن اور شوہر نہ ہو۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں اگرچہ وہ نیچے کی طرف سے ہی ہوتے اور......

ربع (چوتھا حصہ) بیٹے کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ شوہر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ نچلی طرف کے ہوں۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں گے تو ربع (چوتھائی

حصہ) بیوی کے لئے ہوگا۔

ثمن (آٹھواں حصہ) بیٹے یا پوتے کے ساتھ بیویوں کے لئے ہوتا ہے اور

ثلثان (دو تہائی حصہ) وہ آدمی جن کا حصہ نصف ہوتا ہے ان میں سے شوہر کے علاوہ باقی ہر دو آدمیوں کے لئے ثلثان ہوگا۔

ثلث (ایک تہائی حصہ) جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں۔ نہ دو بھائی اور نہ تین یا تین سے زیادہ بہنیں ہوں تو اس صورت میں ثلث حصہ ماں کے لئے ہوگا یا دو مسئلے ہونے کی صورت میں ماں کے لئے اس سے زیادہ یعنی جو مال باقی بچا ہو اس کا ایک تہائی مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ دو مسئلے یہ ہیں۔ ان میں سے......

ایک یہ ہے کہ شوہر اور ماں باپ ہوں۔ دوسرا یہ کہ بیوی اور ماں باپ ہوں۔ پس تو بیوی اور شوہر کے حصے کے بعد جو مال باقی بچے گا ماں کے لئے اس مال سے ثلث حصہ ہوگا اور ثلث حصہ ہر دو کیلئے بلکہ دو سے زیادہ کے لئے ہوگا۔ ماں کی طرف سے یعنی اخیافی[1] بہن بھائیوں میں سے مرد اور عورتیں اس حصہ میں برابر ہوں گے اور......

سدس (چھٹا حصہ) سات آدمیوں کے لئے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ بیٹے یا پوتے کے ساتھ والدین کے لئے ہوتا ہے۔ والدین میں سے ہر ایک کے لئے او ربھائیوں کے ساتھ ماں کے لیے ہوتا ہے۔ اور بیٹوں یا پوتوں کے ساتھ دادوں یا دادیوں کے لئے ہوتا ہے اور ایسے بیٹی کے ساتھ پوتی کے لئے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔ ایک حقیقی بہن کے ساتھ ایک علاتی[2] بہن کے لیے اور ایک اخیافی بہن کے لیے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔

کون کیسے ساقط؟

ماں کی وجہ سے جدات (دادیاں) ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی وجہ سے دادا'

---

[1] ایسے بہن بھائی جن کی ماں ایک ہو مگر باپ الگ الگ۔

[2] باپ شریک یعنی باپ ایک ہو مگر ماں علیحدہ علیحدہ

بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور چار ورثاء کی وجہ سے اخیافی بہن بھائی ساقط ہو جاتے ہیں اور بیٹے' پوتے' باپ اور دادے کی وجہ سے جب بیٹیاں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گے۔ تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔ مگر یہ ساقط اس طرح ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں ان کے نیچے اگر کوئی پوتا ہوگا تو وہ ان میں شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ پوتا پوتیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ جب حقیقی بہنیں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گی تو علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی۔ لیکن اگر ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی ہوگا تو وہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ وہ انہیں عصبہ بنا دیتا ہے۔

باب العصبات

باپ سے رشتہ دار

عصبات میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پوتے' پھر باپ' پھر دادے آتے ہیں۔ اس کے بعد باپ کے بیٹے یعنی اپنے بھائی آتے ہیں۔اس کے بعد دادا کے بیٹے یعنی چچے آتے ہیں۔ پھر' پردادا کے بیٹے آتے ہیں۔ جب دادا کے بیٹے درجہ ومرتبہ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہوگا وہ زیادہ حقدار ہوگا جبکہ بیٹا' پوتا اور بھائی اپنی بہنوں سے مرد کے لئے دوحصوں کے مثل باہم تقسیم کا معاملہ کرلیتے ہیں۔ان کے علاوہ دوسرے عصبات یعنی ان کے مرد میراث پانے میں تنہا ہوتے ہیں۔مگران کی عورتیں تنہا نہیں ہوتیں۔ جب میت کا نسبی عصبہ نہ ہو۔تو اس کا آزاد کرنے والا آقا اس کا عصبہ ہوگا۔اگر آقا بھی نہ ہوتو اس کے بعد پھر اس آقا کے عصبات میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ اس میت کا عصبہ ہوگا۔

باب الحجب

میراث سے محرومی

بیٹے، پوتے یا دو بھائیوں کے ہونے کے باعث ماں تہائی حصے سے چھٹے حصہ کی طرف مجوب ہو جاتی ہے۔ اور جو بیٹوں کے حصوں سے بچ جائے وہ مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہونے کے حساب سے پوتوں اور ان کی بہنوں کے لئے ہوگا۔ اور جو حقیقی بہنوں کے حصوں سے باقی بچے گا۔ وہ مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کی مثل علاتی بھائی بہنوں کے لئے ہوگا۔ جب کسی نے اپنے پیچھے ایک بیٹی، کچھ پوتیاں اور کچھ پوتے چھوڑے تو اس کا نصف ترکہ بیٹی کے لیے ہوگا۔ اور باقی ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کی مثل سے پوتوں اور ان کی بہنوں کے لئے ہوگا۔ یونہی جو کچھ حقیقی بہن کے حصے سے بچے گا وہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہونے کے لحاظ سے علاتی بھائی بہنوں کے لئے ہوگا۔

چچازاد اور اخیافی بھائی

جس نے اپنے بعد چچازاد بھائی چھوڑے۔ جن میں ایک اخیافی بھائی بھی ہو۔ تو اس اخیافی بھائی کے لئے چھٹا حصہ ہوگا۔ اس چھٹے حصے کے علاوہ باقی مال ان چچازادوں کے درمیان نصف نصف کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ بیوی اپنے بعد اگر شوہر، ماں، جد، کچھ اخیافی بھائی اور کچھ حقیقی بھائی چھوڑ جائے تو اس کے ترکہ سے نصف تو شوہر کا ہوگا۔ چھٹا حصہ ماں کے لیے ہوگا اور ایک تہائی اخیافی بھائیوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ جبکہ حقیقی بھائیوں کے لئے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

باب الرد

باقی مال اور نسبی حصہ دار

جب نسبی حصہ داروں کے حصوں سے مال بچ جائے کوئی عصبہ بھی نہ ہوتو یہ بقیہ مال بھی انہی نسبی حصہ داروں کو ہی ان کے حصوں کے مطابق دے دیا جائے گا۔ قاتل مقتول کا وارث بننے کا اہل نہیں۔ اور کفر سارے کا سارا ویسے ہی ایک مذہب ہے۔ اس کی وجہ سے ایک کافر تو دوسرے کافر کا وارث ہوسکتا ہے مگر کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے۔

مرتد کا مال

مرتد کا مال واسباب اس کے مسلمان ورثاء کا ہو جاتا ہے اور جو مال اس نے مرتد ہونے کے زمانہ میں کمایا ہو وہ غنیمت بن جاتا ہے۔ جب کچھ لوگ غرق ہو جائیں یا ان پر دیوار گر پڑے اور یہ معلوم نہ ہو سکے۔ کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا ہے تو ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کا ہو جائے گا۔ جب کسی مجوسی کی ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ دو آدمیوں میں تقسیم ہوں تو ایک دوسرے کا وارث ٹھہر جائے۔ پس مجوسی ان میں سے ہر ایک کی وجہ سے وارث ہوگا۔ البتہ مجوسی لوگ فاسد نکاحوں کی وجہ سے جنہیں وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں وارث نہیں بن سکتے۔ حرامی کا اور ولد ملاعنہ کا عصبہ اس کی ماں کا مالک ہوگا۔ جو آدمی حمل چھوڑ کر کے فوت ہوگیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی بیوی کے اس حمل کو جنم دے دینے تک اس کا مال موقوف رہے گا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

بھائیوں کے مقابلے میں دادا میراث کا زیادہ حقدار ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقسیم میں ایک تہائی سے کم ملنے کے علاوہ دادا بھی بھائیوں جتنا حصہ ہی لے گا۔ جب تمام جدات جمع ہوں تو جو سب سے زیادہ قریب ہوگی۔ اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ دادا اپنی ماں کو محروم کر دیتا ہے اور نانی کی ماں وارث نہیں بن سکتی۔ نیز ہر جدہ اپنی ماں کو محروم کر دیتی ہے۔

باب ذوی الارحام

ذی رحم اوران کی وراثت

جب میت کا کوئی عصبہ اور حصہ درا نہ ہوں تو اس کے وارث اس کے ذوی الارحام ہوں گے اور وہ دس ہیں جو ذیل میں آ رہے ہیں۔

بیٹی اور بہن کی اولاد' بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی اور چچا کی بیٹی یعنی چچا زاد بہن' ماموں' خالہ' نانا اور اخیافی چچا' پھوپھی اور اخیافی بھائی کی اولاد ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ حقدار میت کی اولاد ہوگی۔ پھر وہ جو ماں باپ دونوں کی یا کسی ایک کی اولاد حقدار ہوگی۔ اور یہ بھتیجیاں ہوتی ہیں یا بہنوں کی اولاد ہوتی ہے۔ اس کے بعد ماں باپ کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی اولاد ہوتی ہے اور یہ ماموں' خالائیں یا پھوپھیاں ہوتی ہیں۔ جب میت کے دو وارث رتبہ ودرجہ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو کسی ذریعے سے میت کے زیادہ قریب ہوگا۔ وہی اس کا زیادہ حقدار ہوگا اور قریب والا بعید رشتے سے اولیٰ ہوگا۔ بھائی اور بہن کی اولاد سے نانا زیادہ بہتر ہوگا۔ جب آزاد کرنے والے کے علاوہ کوئی عصبہ نہ ہو تو حصہ داروں کی بجائے بقیہ مال کا زیادہ حقدار آزاد کرنے والا ہوگا اور موالات کا مالک بھی وارث ہو جایا کرتا ہے۔ جب آزاد ہونے والا اپنے پیچھے آزاد کرنے والے کا باپ اور بیٹا چھوڑ جائے تو طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مال بیٹے کے لئے ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس مال کا چھٹا حصہ باپ کو ملے گا۔ باقی بیٹے کا ہوگا۔ اگر آزاد ہونے والا اپنے پیچھے آزاد کرنے والے کا دادا اور اس کا بھائی چھوڑ جائے تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مال دادا کے لئے ہوگا۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ مال دادا اور اس کے بھائی دونوں کے لئے ہوگا۔ اور ولاء کو نہ تو ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی بیچا جائے گا۔

باب حساب الفرائض

حصے اور ان کے مخرج

جب کسی مسئلہ[1] میں دو نصف یا ایک نصف ہو اور جو کچھ باقی بچا ہو وہ بھی ہو تو اصل مسئلہ دو سے متعلق ہوگا۔ اور جب مسئلہ میں ایک ثلث اور جو کچھ باقی بچا ہو وہ بھی ہو یا دو ثلث اور جو کچھ باقی بچے وہ ہو تو اب اصل مسئلہ تین سے ہوگا۔ جب مسئلہ میں چوتھائی حصہ اور باقی بچا ہوا یا باقی بچا ہوا اور نصف ہو تو اصل مسئلہ چار سے ہوگا۔ اگر مسئلہ میں ثمن (آٹھواں حصہ) اور باقی بچا ہوا ہو یا ثمن، نصف اور باقی بچا ہوا ہو تو اب اصل مسئلہ آٹھ سے ہوگا۔ اگر مسئلہ میں نصف اور ثلث ہو یا نصف اور سدس ہو تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ سات، آٹھ، نو اور دس کی طرف عول[2] کرے گا۔ اگر ربع (چوتھائی حصہ) کے ساتھ ثلث یا سدس ہو تو اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا۔ جو تیرہ، پندرہ اور سترہ تک عول کر سکے گا۔ جب مسئلہ یعنی میراث ورثاء کے درمیان برابر تقسیم ہو جائے تو وہ درست قرار پا جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک بیوی اور دو بھائی ہوں تو بیوی کا ربع (چوتھائی) ایک حصہ ہے اور باقی دو بھائیوں کے تین حصے ہیں۔ مگر یہ ان پر تقسیم نہ ہو سکیں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے تو وہ آٹھ ہو جائیں گے اور اس سے مسئلہ درست ہو جائے گا۔

اعداد حصص اور موافقت

اس کے بعد اگر حصوں میں اور ان کے عددوں میں موافقت ہو تو عدد کے موافق

---

[1] مسئلہ یہاں میراث کے معنی میں ہے۔

[2] جب مخرج کا عدد کم ہو اور حصہ دار زیادہ ہوں۔ تو مخرج کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ سب کو حصہ مل جائے۔

کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ مثال کے طور پر ایک بیوی اور چھ بھائی ہوں۔ بیوی کے ربع حصہ اور بھائیوں کے لئے تین حصے ہوں جو ان پر تقسیم نہ ہوسکیں تو ان کے عدد کے ثلث یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں تو اس سے ہی مسئلہ صحیح ہو جائے گا۔ اگر دو یا اس سے زیادہ فریقوں کے حصے تقسیم نہ ہو سکے ہوں تو ایک فریق کے عدد کو دوسرے فریق کے عدد میں ضرب دیں۔ اس ضرب کے نتیجے میں جو حاصل ہو اس سے آگے تیسرے فریق کے عدد میں ضرب دیں۔ اب اس ضرب سے جو کچھ حاصل ہو اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اگر اعداد برابر ہوں گے تو ان میں کا ایک دوسرے کو کفایت کرے گا۔ مثال کے طور پر دو بیویاں اور دو بھائی ہوں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دیں۔ اگر ایک فریق کا عدد دوسرے فریق کے عدد کا جز ہو تو کثیر قلیل کو کفایت کرے گا۔ اگر دونوں فریقوں کے اعداد میں توافق (برابری) ہوگی تو ایک کے عدد کے موافق کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں جو اس سے حاصل ہو اسے اصل مسئلہ میں ضرب دے دیں اس کی مثال یہ ہوگی کہ چار بیویاں' ایک بہن اور چھ چچے ہوں۔ اس لئے کہ چھ اور چار کے دریان نصف کے ساتھ توافق ہوتا ہے۔ تو ان میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو اسے اصل مسئلہ میں ضرب دے دینے سے اڑتالیس بن جائیں گے اور تقسیم مسئلہ اس سے درست ہو جائے گی۔ جب تقسیم مسئلہ درست ہو جائے تو ہر وارث کے حصے کو ترکہ میں ضرب دے دیں پھر جس سے مسئلہ درست ہوا ہے حاصل ضرب کو اس پر تقسیم کر دیں۔ تو ہر وارث کا حصہ نکل آئے گا۔

بیان مناسخہ

جس وقت ترکہ تقسیم ہونے سے قبل ہی کوئی وارث فوت ہو جائے۔ اب اگر تو وہ حصہ جو اسے پہلی میت کے ترکہ سے مل رہا تھا وہ اس کے ورثاء کے عدد پر صحیح صحیح تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو جس عدد سے پہلا مسئلہ درست ہوا تھا دونوں مسئلے اس سے درست ہو

جائیں گے۔ لیکن اگر دوسری میت کا حصہ جو اسے پہلی میت سے مل رہا تھا دوسری میت کے ورثاء کے عدد پر تقسیم نہ ہو تو پھر دوسری میت کا حصہ جیسے ہم نے بیان کیا اس طریقے سے صحیح ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر دوسری میت کے حصے اور جس سے فریضہ درست ہوا تھا۔ اس عدد کے درمیان موافقت نہ ہو تو! تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دے گا۔ اگر ان کے درمیان موافقت ہو تو' تو دوسرے مسئلے کے موافق کو پہلے مسئلہ میں ضرب دے گا۔ اس ضرب کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا اس سے دونوں مسئلے درست ہو جائیں گے۔ جسے پہلے مسئلہ سے کچھ مل چکا ہوا ہے جس عدد سے دوسرا مسئلہ درست ہوا ہو اس عدد سے ضرب دی جائے گی اور جسے دوسرے مسئلے سے کچھ مل گیا ہو' اسے دوسری میت کے ترکہ کے موافق عدد میں ضرب دی جائے گی۔ جب مناسخہ کا مسئلہ درست ہو جائے اس کے بعد تو ہر ایک کو درہموں کے حساب سے ملنے والا حصہ معلوم کرنا چاہے تو اس عدد کو جس سے اڑتالیس پر تقسیم میراث درست ہوگئی تھی اس سے تقسیم کر دے۔ پس جو عدد جواب میں نکلے گا اس کے مطابق سب وارثوں کے حصوں سے اس کا حصہ لے لے گا...... اور درستگی کو اللہ عزوجل ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

تمت بالخیر

الحمدللہ رب العالمین آج بروز سوموار ۱۲ ماہ رمضان المبارک
۱۴۲۳ ہجری بعد نماز ظہر "نایاب کستوری" اردو ترجمہ "مختصر قدوری"
پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اسے اپنے فضل وکرم اور اپنے پیارے نبی ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل طلباء کرام وعلماء عظام اور دیگر قارئین حضرات کے لئے بھی نفع بخش بنائے۔ آمین' ثم آمین

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد مبشر سیالوی

تعارف مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مترجم کتاب ہذا ''قدوری شریف'' مولانا صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی زیدہ علمہ وعلمہ نے مورخہ جون ۱۹۸۰ء کو موضع نارنگ دھوتھڑال تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں ایک مذہبی اور درویش گھرانے میں آنکھ کھولی۔ مولانا کا خاندان عموماً علمی وراثت کا امین چلا آ رہا ہے۔ مولانا کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا محمد اصغر قادری سروری سلطانی رحمۃ اللہ علیہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک پائے کے درویش بھی تھے۔ بلکہ میں تو کہوں گا وہ گوشہءگمنامی میں پڑا ہوا ایک مردِ قلندر تھا۔ وہ صوفی تھا۔ درویش تھا۔ فنافی الشیخ تھا۔ درگاہِ عالیہ حضرت سلطان باھو رحمہ اللہ تعالٰی کے سجادہ نشین وچشم و چراغ حضرت سلطان عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ تھا۔ درگاہ شریف کی بار بار حاضری مولانا کی روحانی غذا تھی۔ اس مادہ پرستی کے دورِ میں بھی اس مردِ با خدا کو نہ دولت کے ساتھ رغبت تھی۔ اور نہ ہی عالی شان مکانات کے ساتھ لگاؤ' سادگی اور درویشی آپ کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مرشد کامل کی نگاہ التفات اور مولانا کے والد گرامی جناب میاں سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اعلٰی تربیت کا سارا ثمر تھا کہ مولانا محمد احقر قادری رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے کھچے کھچے رہتے تھے۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بندہ اس دارِ فانی میں رہ کر اگر اپنے رب کو راضی کر لے تو اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ تاکہ بروزِ حشر ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جب نوجوان طلبہ ان کے ساتھ ملاقات کا شرفِ حاصل کرتے تو آپ بھرپور

اور مؤثر انداز میں صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی فرماتے نوجوانوں کو نصیحت فرماتے وقت یہ شعر اکثر ان کی زبان کی زینت ہوتا تھا ۔

جوانی خطرے کا مقام ہوتی ہے
اِس میں نظیر نیک بھی بدنام ہوتی ہے

مولانا نے اپنی تمام زندگی اشاعت دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر وقف کر رکھی تھی۔ لہٰذا آپ نے مختلف مقامات پر لاہور' سرگودھا ہیڈ ترییموں اور بعض قصبات میں بھی امامت خطابت کی صورت میں خدمت دین کا ڈنکا بجایا۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بڑی سے بڑی مخالفت کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے بلکہ اپنے موقف پہ ڈٹ جاتے تھے۔ مذاہبِ باطلہ سے آپ کو از حد نفرت تھی۔ اور علماء اہلسنّت کا از حد احترام کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ علماء اہلسنّت تو میرے سر کا تاج ہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر آپ پر غلبہ تھا کہ دوران خطاب اکثر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی بلکہ سامعین کی آنکھیں بھی وضو کر لیتی تھیں۔ جس کسی کو بھی زندگی میں کہیں آپ کا خطاب سننے کا موقع ملا وہ اس منظر کا عینی شاہد ہے۔ اللہ کے فضل وکرم اور حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا صدقہ آپ نے ایک سال مکمل متحدہ عرب امارات' مسقط' سلطنت عمان میں بھی خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسی دوران ہی آپ کو حج بیت اللہ شریف کی حاضری اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ لطف کی بات یہ ہے اسی دوران ہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے خاص فضل وکرم سے آپ کو مولانا محمد مبشر سیالوی جیسا ہونہار نیک صورت اور نیک سیرت فرزند عطا فرمایا۔

مولانا محمد اصغر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے عرب شریف سے ہی بذریعہ خط اپنے بیٹے کا نام تجویز فرمایا اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ فریضہ حج کی سعادت دارین حاصل کرنے کے بعد مولانا فوراً واپس پاکستان تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں

جس مقصد کے لئے گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب عبد منیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل پورا فرما دیا ہے۔ وہ مقصد تھا روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری۔ دولت اکٹھی کرنا میرا مقصد ہی نہیں تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر زندگی نے وفا کی تو محمد مبشر کو پائے کا عالم دین بنانا ہے۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاہی بنانا ہے مگر افسوس کہ مترجم کتاب ہذا مولانا مبشر سیالوی ابھی پانچ سال کے ہوئے تو عظیم اور درویش والد کا سایہ شفقت سر سے اُٹھ گیا۔ اور اس نونہال پر یتیمی کے گہرے بادل چھا گئے۔ بہر حال مولانا محمد مبشر سیالوی کے درویش والد کی دعائیں رنگ لائیں کہ آج مبشر سیالوی ایک بہترین عالم اور ایک اچھے قلمکار کی حیثیت سے اُبھر کر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ والد گرامی کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے راقم السطور کو (جو کہ رشتہ کے اعتبار سے محمد مبشر سیالوی کے حقیقی ماموں جان ہیں) نے عزیزم کی تعلیم و تربیت اور تمام افرادِ خانہ کی کفالت خوشدلی سے اپنے ذمہ لی اور اس نہج پر مبشر گیا تعلیم و تربیت کی کہ کسی کو تصور تک نہ ہونے دیا کہ یہ یتیمی کی وادی سے گزر رہا ہے۔ راقم الحروف نے عزیزم کے والد گرامی کی مسجد جو کہ نارنگ دھوتھڑال کے بالکل متصل موضع کھوسر تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین میں واقع ہے۔ کے امامت و خطابت کے فرائض سنبھال لئے اور اپنی تمام تر توجہ مبشر سیالوی کی تربیت پر مرکوز کر دی۔ اسی دوران صغرسنی کا تھوڑا سا حصہ مبشر سیالوی کو اپنے ننھیال موضع چک نمبر 94 جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا میں بھی گزارنا پڑا لیکن جب عزیزم کا تعلیمی حرج ہوتا دیکھا تو راقم الحروف اسے پھر اپنے پاس لے آیا۔ اسی دوران الراقم کو گورنمنٹ مڈل سکول سعد اللہ پور میں بطور عربی ٹیچر ملازمت مل گئی۔ الراقم نے عزیزم کو قرآن مجید ناظرہ خود پڑھایا اور عربی گرائمر سے بھی تھوڑا متعارف کرا دیا۔ مڈل کرانے کے بعد جو وقفہ تھا چند دنوں کا عزیزم کو صرف بہائی اور زرّادی کے چند اسباق پڑھائے۔ اسی اثناء میں گجرات شہر جامعہ معظمیہ قمر العلوم میں داخل کرا دیا۔ جہاں مولانا محمد مبشر سیالوی صاحب نے تقریباً

ڈیڑھ سال کا عرصہ گزارا تو بعض وجوہات کی بنا پر قمر العلوم سے سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ پھر الراقم نے برادرِ طریقت حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری صاحب کے مشورہ سے جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور داخل کرا دیا۔ جہاں مولانا نے تقریباً درس نظامی کے چھ سال مکمل کیے۔ اس دوران ہی مولانا محمد مبشر سیالوی کا قلم کاغذ کے ساتھ رشتہ استوار ہو گیا۔ عزیزم نے قلم اُٹھانے کا آغاز مسند تدریس کے تاجدار حضرت علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف صرف عطائی سے کیا۔ جو کہ فارسی اشعار پر مشتمل تھی جس کا ترجمہ اُردو اشعار میں کیا تو اساتذۂ کرام نے خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ مگر استاذ العلماء علیہ الرحمہ نے حکم فرمایا کہ اس کا ترجمہ نثر میں آنا چاہیے تو پھر اشعار کی بجائے نثری ترجمہ سے صرف عطائی پہلی بار جاذب نظر گرد وپیش کے ساتھ منصۂ شہود پر آئی۔ ازاں بعد مولانا محمد مبشر سیالوی نے شجرۂ طیبہ سے لطائف عشرہ جو فارسی زبان میں تھا اسے اُردو کا لباس پہنایا۔ نیز حضرت استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی علیہ الرحمہ نے ۱۹۴۸ء میں سفرنامہ بغداد مرتب فرمایا تھا۔ جب مرحوم پیر طریقت پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی المعروف حضرت باوجی سرکار رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں ایک صد مریدین کے ساتھ بغداد شریف کی زیارت وحاضری کے لئے تشریف لے گئے تو اس مبارک سفر کی تمام روئداد کتابی صورت میں حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلمبند کی مگر نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود کسی طرح شائع نہ ہو سکی۔ جب اشاعت کا وقت آیا تو اساتذۂ کرام کے حکم کے مطابق مولانا محمد مبشر سیالوی نے اسے ازسرنو مرتب کیا۔ عزیزم نے اسے بڑی مہارت اور جدید انداز میں مرتب کیا۔ جسے تدریس وتحریر کے شہنشاہ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے طباعت سے آراستہ فرما کر نصف صدی کی پوشیدہ سوغات کو بڑی خوبصورتی سے نمایاں کیا۔

یہاں پر تاریخ الخلفاء کا ذکر ضروری ہے

آجکل مولانا محمد مبشر سیالوی جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور میں مفکر اسلام ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ کے پاس ساتویں سال میں درسِ نظامی کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اسی دوران مولانا نے فقہ کی مشہور کتاب قدوری شریف کا ترجمہ کیا ہے۔ جوکہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ترجمہ مولانا کی دن رات کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔

قارئین کرام! مطالعہ کر کے خود ہی فیصلہ کرلیں گے کہ یہ ترجمہ دوسرے تراجم سے کس قدر امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ مولانا محمد مبشر سیالوی صاحب کے علم عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور مولانا کو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا سچا خادم اور سپاہی بنانے اور اپنے عظیم والد کا صحیح معنوں میں جانشین بنائے۔

میرے ایک دوست سید قاسم علی شاہ صاحب کے اس شعر کے صحیح مصداق مولانا محمد مبشر سیالوی ہیں۔

تیرے سر سے سایہ جو اُٹھ گیا قاسم تو اچھا ہوا
جو پودے سائے میں اُگتے ہیں قد آور نہیں ہوتے

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وسلم

دعا گو و دعا جو

خادم اہلسنّت فقیر محمد شفیق الرحمٰن چشتی سیالوی

خاکپائے پیر سیال لجپال

خطیب جامع مسجد کھوسر براستہ جوکالیاں

تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاء الدین

مورخہ: 25-3-2003

تقریظ جمیل

صاحبزادہ پیر سید محمد احمد رضا بخاری مدظلہ العالی (ایم-اے اسلامیات)

عزیز محترم صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی صاحب سے میری شناسائی زیادہ عرصہ پر محیط نہیں۔ ان سے راہ ورسم کا ذریعہ یہ کتاب ہی ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ کے سلسلہ میں میرے ہاں درگاہ شریف آئے۔ بندہ نے اپنی بساط کے مطابق ان کو ماحول اور ان کی خدمت کا انتظام وانصرام کیا تاکہ اس نیک کاوش میں ہماری بھی شمولیت ہو جائے۔

عزیزم سے چند ملاقاتیں رہیں جن میں انکا دین سے گہرا ذوق اور مطالعہ کی لگن مسلک سے محبت اور محنت شاقہ کا جذبہ بدرجہ کمال پایا۔

نایاب کستوری اُردو ترجمہ مختصر قدوری ان کی اسی شب وروز کی محنت کا صلہ ہے۔ جو ذوق خدا نے ان کو زمانہ طالب علمی میں ہی عطا کیا۔ اگرچہ زمانہ طالب علمی اور پھر وسائل کی کمیابی اور حسب ضرورت ماحول کا میسر نہ ہونا یہ کام کوئی معمولی بات نہیں بہرحال

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ سعادتیں اور برکتیں صاحب نصیب کو نصیب ہوتی ہیں۔ خالق کائنات کی

بارگاہ سے دست بدعا ہوں کہ ان کو مزید برکتوں اور بھلائیوں سے نوازے اور ان کے علم اور عمل میں مزید وسعت عطاء فرمائے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت کی توفیق دے اور صاحبان علم وفن کیلئے ان کو مزید آسانیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین الکریم

احمد رضا بخاری عفی اللہ عنہ
درگاہ پیر بخاری (نارنگ منڈی) ضلع شیخوپورہ
بمطابق ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء
جمعرات ۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

جامع الاحادیث

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

تقدیم ترتیب تخریج ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

شبیر برادرز

مکمل سیٹ 6 سیٹ
قیمت -/1500

شبیر برادرز